بلیک واٹر پاکستان میں

محمد شریف کھانی

ترتیب

تعارف میجر جنرل (ر) شفیق احمد 4

ننھا پرنس 21

بلیک واٹر کا آغاز 27

سکاٹی.... میدانِ جنگ میں پُرکشش تنخواہ اور ایڈونچر ساتھ ساتھ 55

گھات.... فلوجا میں بلیک واٹر پر کیا گزری 64

ذبح شدہ بھیڑ کی طرح 70

چلّی میں بلیک واٹر کے ایجنٹ 91

فلوجا کو ٹھنڈا کرلیں گے 110

04-04-04 129

بلیک واٹر کے امریکی پرستاروں کے لئے 136

الجزیرہ اور جنگ 143

اجتماعی سزا 147

پرنس۔ واشنگٹن میں 152

بلیک واٹر کے لاسٹ 155

ڈیتھ اسکواڈ اور ال سلواڈور آپشن 165

بلیک واٹر کی پُراسرار فضائی کمپنی 178

جنگ کے زخم 184

پینٹاگان کا انسپکٹر جنرل... دی کرسچین سولجر 205

کترینا.... ملبے کے ڈھیر پر خوابوں کے محل 225

گول میز کے سورما 239

کوفر بلیک.... دستانے میں لپٹا خفیہ ہاتھ 256

بلیک واٹر۔ پاکستان میں 275

ڈاکٹر اے کیو خان، ہمارا ٹارگٹ تھے 305

pdfstuff.blogspot.com

تعارف

یہ انسانی ترقی اور سائنسی ایجادات کا کمال ہے کہ آج پورا کرۂ ارض سمٹ کر ایک گلوبل ویلج بن کر رہ گیا ہے، جسے حضرت انسان نے ٹکڑے بخرے کر کے مختلف حصوں میں بانٹ رکھا ہے، جو تقریباً دو سو ملکوں کی صورت میں پہچانے جاتے ہیں۔ اپنے اپنے جغرافیہ، تاریخ اور معاشرتی اقدار کی وجہ سے ہر ملک کو مختلف قسم کے مسائل درپیش ہیں جن کو حل کرنے کے لئے وہاں کے باشندوں کو تگ و دو اور جدوجہد کرنا پڑتی ہے۔ ان مسائل میں سے سکیورٹی کا مسئلہ سب سے اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ کچھ ملک یقیناً اس حوالے سے خوش قسمت ہیں کہ انہیں کسی طرف سے کوئی خطرہ درپیش نہیں، لیکن اکثریت ایسے ملکوں کی ہے، جو کسی نہ کسی حوالے سے خطرات میں گھرے ہیں اور انہیں اپنی توانائیاں اور وسائل اپنے آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے صرف کرنا پڑتے ہیں۔

وطنِ عزیز پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو اپنے قیام کے بعد سے مسلسل غیر محفوظ چلا آ رہا ہے۔ بدقسمتی سے ہمیں ایک ایسا بدطینت اور بدفطرت ہمسایہ ملا ہے جس نے ہمارے وجود کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا اور ہماری تباہی و بربادی اس کا ایجنڈا ہے۔ روس اور باقی ماندہ ترقی یافتہ ملکوں سے بھارت کی پہلے بھی دوستی تھی، اس وقت بدلے ہوئے عالمی منظرنامے میں اُسے آج کی دنیا کی واحد سپر پاور سے بھی قربت اور دوستی کا دعویٰ ہے جس کی وجہ سے پاکستان کی سکیورٹی ازحد VULNERABLE ہو گئی ہے۔ زندہ رہنے کے لئے ہمیں اپنی لازمی ضروریات کا خیال تو رکھنا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں جس پہلو پر مکمل سنجیدگی کے ساتھ غور و خوض کرنا چاہئے، وہ ملکی اور قومی سلامتی اور سکیورٹی ہے۔ یہ مسئلہ ہماری آنے والی نسلوں کا مسئلہ ہے جن کی آزادی اور عزت و وقار کے لئے ہم نے آج دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ ایک راستہ تو یہ ہے کہ بھارت کی بالادستی (HEGEMONEY) تسلیم کر کے اس کی غلامی اختیار کر لی جائے یا پھر ایک آزاد اور خودمختار ملک کی حیثیت سے عزت اور وقار کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ دوسرا راستہ ہی ہمارے شایانِ شان ہے۔

قومی سکیورٹی کے لئے بنیادی قومی آئیڈیالوجی، دفاعی پالیسی، ملٹری سسٹم اور دفاعی

تیاری کی اشد ضرورت ہے۔ ان سب امور کے متعلق پوری قوم کو خصوصی طور پر سنجیدہ طرزِ عمل اختیار کرنا ہوگا تاکہ مشکلات اور ناموافق حالات کے دباؤ کے باوجود کسی بھی طاقت کی غلامی والا، ناموافق راستہ اختیار کرنے کی نوبت نہ آئے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہوگا، جسے بدلنا بعد ازاں بڑا کٹھن اور سخت دُشوار ہوگا۔

ملک کے اندر سکیورٹی، دفاعی پالیسی کا اہم جزو ہے۔ ہمارے ملک میں باہر کے ملکوں سے آئے ہوئے لوگوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ان میں قانونی طریقوں سے آنے والے بھی ہیں اور غیر قانونی طریقوں سے آنے والے بھی۔ اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ پاکستان کے خیرخواہ بھی ہیں اور مخالف بھی۔ جیسے بھی ہیں، ان سب پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ جو لوگ بیرونی ممالک سے اس ملک میں آتے جاتے اور یہاں رہتے ہیں، وہ کسی قسم کی خلافِ قانون اور تخریبی سرگرمیوں میں حصہ نہ لیں۔ یہ کام نہایت منظّم طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔ ہم 170 ملین باشندوں کے لئے بیرونی ممالک سے آئے لوگوں کی نشان دہی کرنا اور ان پر نظر رکھنا کوئی مشکل نہیں ہے، لیکن بدقسمتی سے حکومت اس طرف مناسب توجہ نہیں دے رہی اور دن بہ دن معاملہ گمبھیر ہوتا جا رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے جو ہزاروں لوگ سکیورٹی کے کاموں پر مامور کر رکھے ہیں، وہ اپنے فرائض پوری چوکسی کے ساتھ ادا کرنے میں ناکام ہیں اور جب بھی کبھی ان سے ان کی نااہلی پر بازپُرس ہوتی ہے، تو وہ اس کی ذمہ داری ماضی کے حکمرانوں پر ڈال کر خود کو بری الذمہ قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

گزشتہ دنوں پاکستان میں ایک امریکی تنظیم ''بلیک واٹر'' کی موجودگی اور اس کی ملک دشمن سرگرمیوں کا بڑا چرچا رہا۔ ذرائع ابلاغ چیخ و پکار کرتے رہے کہ یہ کرائے کے قاتل گوریلوں کی ایک پرائیویٹ تنظیم ہے، جو افغانستان میں غیر ملکی فوجوں کے ساتھ ساتھ افغان باشندوں کے خلاف جنگ لڑ رہی ہے اور اس کے ہزاروں ارکان پاکستان میں بھی موجود ہیں، جن کا نہ یہ پتہ ہے کہ کس ملک کے باشندے ہیں اور نہ یہ علم ہے کہ وہ پاکستان میں کیوں آئے ہیں اور کن پراسرار سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ وزیرداخلہ ان کی موجودگی کا انکار کر چکے ہیں، لیکن کئی حکومتی ذرائع نے ان کی تصدیق بھی کی ہے کہ بلیک واٹر نہیں تو XE نام کی تنظیم کے لوگ ضرور موجود ہیں۔ خود امریکہ کے اعلیٰ حلقوں اور جرنیلوں نے بھی پاکستان میں ان کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔ ایسے معاملات میں کسی قسم کے شکوک وشبہات نہیں ہونے چاہئیں کہ کس ملک کے کتنے

PdfStuff.blogspot.com

آدمیوں کو یہاں رہنے کی اجازت ہے، کتنوں کو ویزے ملے ہیں اور کتنے لوگ ہیں اور کہاں رہتے ہیں۔ اگر کوئی حکومتی اہلکار یا وزیر، حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا احتساب ہونا چاہیئے۔

مسلمان ہونے کے ناطے ہمارا ایمان ہے کہ اپنے وطن سے محبت اور وفاداری ہمارے دین کی بنیاد ہیں۔ اسی لئے مملکتوں کے بانی اپنے فرمانوں، اقوال اور ارشادات میں بشمول حضرت قائداعظم، اپنی تقریروں میں ہمیشہ ذاتی مفاد کو ملکی مفاد پر قربان کرنے کی تلقین کرتے رہتے۔ مگر جب بھی عاقبت نا اندیش اکابرین اس پیغام کو فراموش کر دیتے یا پس پشت ڈال دیتے ہیں اور ادارے اپنی حدود و قیود سے تجاوز کر کے وقتی منفعت کے حصول کو ہی زندگی کا مقصد سمجھنے لگتے ہیں تو پھر ملک اور قوم کے مفادات پسِ منظر میں چلے جاتے ہیں۔ اور میر جعفروں اور میر صادقوں کی بن آتی ہے۔ اور وہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے کھل کھیلنے میں دیر نہیں لگاتے۔ اور یہ کچھ ایسے ہی لوگوں کی کوششوں اور سرگرمیوں کا نتیجہ ہے کہ آج کشمیر، فلسطین، بوسنیا ہو یا چیچنیا، افغانستان اور عراق ہر جگہ مسلمان طاقت کے نشانے پر ہیں۔ جنگ و جدل کا بازار گرم ہے اور تباہی و بربادی کے مناظر عام ہیں۔

بحیثیت قوم اگر ذرا بھر بھی جذبہ حب الوطنی ہوتا تو ہم ایسٹ انڈیا کمپنی کی برصغیر آمد کو فراموش کرنے کے بجائے اس سے سبق حاصل کرتے اور اپنی غلطیاں نہ دہراتے۔ لیکن بلیک واٹر کے حوالے سے ہمارے ذمہ داران کا جو طرزِ عمل اور روّیہ رہا ہے، اس سے نہیں لگتا کہ ہم نے تاریخ سے کوئی سبق سیکھا ہے۔ ایسے میں صحافی دوستوں کی کوششیں قابلِ ستائش ہیں، جو انہوں نے اہلِ وطن کو بلیک واٹر یا XE کی سرگرمیوں سے آگاہ کرنے کے لئے کیں یا کر رہے ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیئے، جب تک پاکستان کی سرزمین ان کے وجود سے پاک نہیں ہو جاتی۔

بلیک واٹر ــــ پاکستان میں ــــ بنیادی طور پر امریکی صحافی جریمی سکاہل کی تہلکہ خیز کتاب ''بلیک واٹر'' کا ترجمہ ہے، جس میں پاکستان کے اندر بلیک واٹر کی خفیہ سرگرمیوں کی تفصیلات کا اضافہ کر کے اسے زیادہ معلوماتی اور کشم کشا دستاویز بنا دیا گیا ہے، جس کا مطالعہ یقیناً ہر محبِ وطن پاکستانی کو ضرور کرنا چاہیئے۔

میجر جنرل (ر) شفیق احمد

ستارۂ جرأت۔ ستارۂ بسالت

2004ء کا سال، مارچ کا مہینہ اور اس کی 31 تاریخ ہے۔

صبح کا وقت، ساڑھے نو بجے اور عراق میں فلوجا کا مقام ہے۔

جب چار امریکی فوجی، وردیوں میں ملبوس دو پجیرو جیپوں میں سوار مسجدوں کے شہر فلوجا میں داخل ہوتے ہیں۔ عراقی مجاہدین اُن کے استقبال کے لئے پہلے سے ایک موڑ پر گھات لگائے تیار بیٹھے ہیں۔ فلوجا میں داخلے کی بڑی سڑک کے ساتھ ساتھ ایک طرف دُور تک ہوٹل، کیفے، سنیک بار اور دُکانیں پھیلی ہوئی ہیں جبکہ دوسری طرف خالی میدان ہے۔ یہ خاصا پُر رونق علاقہ ہے۔ یہاں ہمیشہ لوگوں کی بھیڑ رہتی ہے لیکن اس وقت یہاں ویرانی اور بے رونقی کا عالم ہے۔ صبح ہی صبح یہاں ایک زوردار دھماکہ ہوا ہے جس سے لوگوں کی بھیڑ چھٹ گئی ہے اور دکانداروں نے شٹر گرا کر اپنی دکانیں بند کر دی ہیں۔

بازار کے وسط میں ایک جگہ سڑک پر کھڑی کی گئی رکاوٹ سے ٹکرا کر گاڑیاں ایک جھٹکے سے رُک گئیں۔ عین اسی لمحے فضا میں اُڑتا ہوا ایک ہینڈ گرنیڈ پچھلی جیپ کے بونٹ پر لگا اور ساتھ ہی مشین گن کا زبردست فائر شروع ہو گیا۔ جیپ کو آگ لگ گئی۔ نقاب پوش حملہ آور اپنا کام کر کے قریبی گلیوں میں غائب ہو گئے۔ اگلی جیپ میں سوار امریکیوں نے کسی ممکنہ دہشت گردی کے خطرے کا احساس ہوتے ہی وہاں سے فرار ہونا چاہا، لیکن دیر ہو گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں مشتعل عراقی نعرے لگاتے، مُکّے لہراتے اُن پر پل پڑے اور جیپ کو آگ لگا دی۔ امریکی، گاڑی کے ساتھ ہی جل کر بھسم ہو گئے۔

PdfStuff.blogspot.com

ہجوم نے پہلے امریکیوں کی کوئلہ بنی لاشوں پر اپنا غصہ نکالا اور پھر اُن کے بچے کھچے اعضاء دریا کنارے پُل پر لٹکا دیئے جہاں وہ گھنٹوں لٹکے رہے اور ٹیلی ویژن کیمروں کی آنکھ سے دنیا بھر کے ناظرین نے یہ منظر دیکھا۔

ٹھیک اسی لمحے فلوجا سے ہزاروں میل دُور واشنگٹن ڈی سی میں امریکی صدر بش، پارٹی کی چندہ مہم کے سلسلے میں ایک انتخابی ریلی سے خطاب کر رہے تھے۔ اُنہیں اس واقعے کی خبر دی گئی تو صدر نے اپنے حامیوں کو بتایا، قاتلوں کا یہ ٹولہ ہمارے حوصلے توڑنا چاہتا ہے۔ امریکہ ان ٹھگوں اور قاتلوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ ہم عراق کے اندر ہی ان دہشت گردوں کو اچھی طرح سبق سکھائیں گے تاکہ ان کے قدم ہمارے ملک امریکہ تک نہ پہنچ سکیں اور انہیں یہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔

صبح کے اخبارات فلوجا میں عراقی ہجوم کے ہاتھوں چار امریکیوں کی وحشت ناک موت کی خبروں سے بھرے پڑے تھے۔ چیختی چلاتی شہ سرخیاں اور تبصرے۔ امریکہ کو کئی سال قبل فلوجا کے واقعے سے ملتے جلتے ایک واقعے کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا اور تب بھی کچھ ایسا ہی واویلا اور شور وغوغا مچا تھا۔

1993ء کی خانہ جنگی کے دوران اکتوبر میں موغادیشو میں باغیوں نے امریکہ کے دو بلیک ہاک ہیلی کاپٹر مار گرائے تھے، جن میں اٹھارہ امریکی فوجی ہلاک ہوئے تھے اور باغیوں نے اُن کی لاشوں کو بری طرح گلیوں میں گھسیٹا اور اُن کی تکہ بوٹی کر دی تھی۔ اس پر امریکہ کو فوری طور پر وہاں سے اپنی افواج کو ہٹانا پڑا تھا۔ لیکن صومالیہ کے برعکس فلوجا میں عراقی ہجوم کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے نہ امریکی شہری تھے، نہ امریکی فوجی۔ جیسا کہ بہت سے اخبارات نے اپنی خبروں اور تبصروں میں لکھا تھا۔ یہ افراد انتہائی تربیت یافتہ ایک پرائیویٹ فوج کے رُکن تھے، جن کو امریکی وزارتِ دفاع کے ساتھ ایک معاہدے کے تحت کرائے کے فوجی سپلائی کرنے والی ایک خفیہ کمپنی نے امریکیوں کی جگہ لڑنے کے لئے عراق بھجوایا تھا۔ اس کمپنی کا ہیڈ کوارٹر شمالی کیرولینا کے ایک دور افتادہ ویرانے میں قائم کیا گیا ہے اور

اس کا نام ہے ''بلیک واٹر۔ یو ایس اے!''

10 ستمبر 2001ء میں جب ڈونلڈ ریمز فیلڈ نے صدر جارج بش کے ڈیفنس سیکرٹری کی حیثیت سے پینٹا گون میں اپنی پہلی اہم تقریر کی تو دنیا نسبتاً ایک پُرسکون جگہ تھی۔ عام امریکیوں کے کان القاعدہ جیسے ناموں سے نا آشنا تھے اور صدام ابھی عراق کے صدر تھے۔ ریمز فیلڈ اس سے پہلے 75ء سے 77ء تک صدر جیرالڈ فولڈ کے تحت کام کر چکا تھا اور اب 2001ء میں اُس کی دوبارہ واپسی ہوئی تھی۔ لیکن یہ ریمز فیلڈ ماضی کی نسبت ایک بدلا ہوا شخص تھا۔ پُر جوش اور حوصلہ مند۔ جس کے اندر کچھ کر دکھانے کی آرزو مچل رہی تھی۔ اور وہ اسے دامے، درمے، سخنے بروئے عمل لانے کی خاطر کسی بھی حد تک جانے کے لئے تیار تھا۔

بش انتظامیہ کو اقتدار میں آئے ایک سال ہو گیا تھا۔ اس دن پینٹا گان میں ریمز فیلڈ کے مخاطب صرف پینٹا گان کے اعلیٰ افسران اور عہدیدار ہی نہیں تھے بلکہ اس ہجوم میں دفاعی ساز و سامان کی تیاری اور ترسیل سے وابستہ ہیلی برٹن، ڈائن کارپوریشن اور بیچ شلز ڈیفنس کے حلقہ مشاورت میں شامل اِن رون، ناتھ روپ، گرومن، جنرل ڈائنامیکس اور ایرو سپیس جیسی بڑی کمپنیوں کے چیف ایگزیکٹوز بھی نمایاں تھے۔

ڈونلڈ ریمز فیلڈ دھاڑا۔

''امریکہ کی سلامتی کو آج شدید خطرہ لاحق ہے۔ ہمیں ایک بڑے چالاک، سخت دل، مکار، گرگ باراں دیدہ دشمن سے مقابلہ درپیش ہے۔ اس مصیبت اور عفریت کا مقابلہ پینٹا گان کے لئے روایتی دفاعی طریقوں اور حربوں سے ممکن نہیں۔ پینٹا گان کو حملے کا انتظار کرنے کے بجائے آگے بڑھ کر اس پر ضرب لگانے کے لئے جارحانہ حکمت عملی اپنانا ہوگی۔''

ڈونلڈ ریمز فیلڈ کو اپنی سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ 9/11 کو اُس کی تقریر کے ٹھیک ایک دن بعد قدرت نے بڑے غیر متوقع طور پر، ڈرامائی انداز میں اُس کی آرزو کی تکمیل کا سامان پیدا کر دیا اور اُس نے اپنے

PdfStuff.blogspot.com

منصوبے پر نہایت تیزی سے کام شروع کر دیا۔ نیا منصوبہ ریمز فیلڈ ڈاکٹرائن کہلایا۔ اس کی روشنی میں امریکہ کے لئے لڑنے والے جنگجو سپاہی تیار کرنے اور جنگی ساز و سامان کی تیاری اور ترسیل کا اختیار پرائیویٹ کمپنیوں کو دے دیا گیا۔ انہیں پرائیویٹ کنٹریکٹرز کا خفیہ نام دیا گیا۔

2002ء میں ڈونلڈ ریمز فیلڈ نے فارن افیئرز کے پرچے میں مضمون لکھا، جس کا عنوان تھا، فوج کی کایا کلپ۔ ریمز فیلڈ ڈاکٹرائن کے تحت انتظامیہ کی طرف سے جن کمپنیوں کو سب سے پہلے عالمی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کے لئے پیغامات ارسال کئے گئے، ان میں ایک چھوٹی سی گم نام کمپنی بھی شامل تھی، جو شمالی کیرولینا کے دُور افتادہ، اُجاڑ بیابان میں پرائیویٹ طور پر لوگوں کو جدید جنگی اسلحہ چلانے کی تربیت دیتی اور انہیں جنگ میں حصہ لینے کے لئے تیار کرتی تھی۔ اس کا نام ''بلیک واٹر۔ یو ایس اے'' تھا۔

9/11 کے سانحے سے چند ماہ پہلے تک بلیک واٹر ایک چھوٹی سی غیر معروف کمپنی تھی۔ جس کا نام کسی نے شاید ہی سنا ہو۔ لیکن نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ چھیڑی تو یہ گمنام سی کمپنی عالمی جنگ کے اس کھیل کا مرکزی کھلاڑی بن گئی۔ اس کا مالک ایرک پرنس، جو مسلسل گھاٹے کی وجہ سے ذہنی مریض بنتا جا رہا تھا، نائن الیون نے اس میں جان ڈال دی۔ فاکس نیوز چینل کے میزبان بل اوریلی سے ایک پروگرام کے دوران گفتگو کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''بڑی پریشانی کے دن تھے۔ پارٹی کے انتظار میں دنوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے خاموش بیٹھا خلاؤں میں گھورتا رہتا۔ اب دفتر کا فون ہے کہ کسی لمحے چین نہیں لینے دیتا۔ صبح سے شام تک اس کی گھنٹی مسلسل بجتی رہتی ہے۔''

تاہم نائن الیون کے سانحہ کو بیک واٹر کی کہانی کا نقطۂ آغاز قرار دینا درست نہ ہوگا۔ نائن الیون سے پہلے بھی بلیک واٹر موجود تھی لیکن اسے شہرت نائن الیون کے واقعے کے بعد ہی ملی۔ اور اس میں بش انتظامیہ کے کئی سرکردہ مرکزی عہدے

داروں کا رول بڑا اہم ہے۔ ان لوگوں نے اس کے لئے نئی ذمہ داریوں کا تعین کیا اور اپنی منصوبہ بندی سے اسے ایسا نیا روپ دے دیا کہ عصر حاضر میں جنگیں لڑنے کے انداز اور طریقے ہی بدل کر رہ گئے۔

1991ء میں جب خلیج کی جنگ شروع ہوئی تو ڈک چینی امریکہ کا ڈیفنس سیکرٹری تھا اور ریمز فیلڈ اُس کا یارِ غار۔ دونوں جیرالڈ فورڈ انتظامیہ میں اکٹھے کام کرتے رہے تھے اور پرانے سیاسی حلیف اور اتحادی تھے۔ خلیج کی اس جنگ میں جتنی فوج اتاری گئی تھی، اس میں ہر دسواں سپاہی لڑنے کے لئے کسی نہ کسی نجی کمپنی سے کرائے پر حاصل کیا گیا تھا۔ ڈک چینی نے باقاعدہ افواج میں کرائے کے فوجیوں کی یہ شرح اپنے اقتدار کے آخر تک قائم رکھی۔ وزارتِ دفاع کے اعتراضات اور مزاحمت کے باوجود وہ اسے گھٹانے پر رضامند نہ ہوا۔ 1993ء میں جب اُس نے سیکرٹری ڈیفنس کا عہدہ چھوڑا تو علیحدگی سے پہلے ہالی برٹن HALLI BURTON نامی ایک کمپنی کو یہ ٹاسک دے دیا کہ بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں موجودہ امریکی فوجی سسٹم کا جائزہ لے کر مستقبل میں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکی افواج کا نہ صرف کردار متعین کیا جائے بلکہ بیرونِ ملک لڑنے کے لئے بھجوائے جانے والے امریکی فوجیوں کے جانی ضیاع کو کم سے کم کرنے کے لئے سفارشات بھی مرتب کی جائیں۔ یہ پینٹاگون اور امریکی فوج میں اصلاحات اور پرائیویٹائزیشن کے عمل کی طرف پہلا قدم تھا۔ ان سفارشات کی روشنی میں پرائیویٹ کمپنیوں سے کرائے پر حاصل کئے گئے تربیت یافتہ جنگجو سپاہیوں اور گوریلوں کی مدد سے امریکہ کی جنگ لڑنے کا آغاز ہوا۔ جنگوں کی تیاری اور لڑائی کا سارا میکنزم تبدیل کر کے اسے باقاعدہ کمرشلائز کر دیا گیا اور وزارتِ دفاع نے اپنی بہت سی ذمہ داریاں نجی فوجی کمپنیوں کو شفٹ کر دیں۔

نجی فوجی کمپنیوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ امریکہ سے باہر کئے جانے والے امریکی آپریشنوں کے لئے کرائے پر تربیت یافتہ لڑاکا سپاہی فراہم کریں اور پیسہ کمائیں۔ ایک طرف ان کمپنیوں کو ڈیفنس کنٹریکٹرز کے نام کی آڑ میں کیموفلاج کیا گیا اور

PdfStuff.blogspot.com

دوسری طرف دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ ان پیشہ ور افراد کی خدمات علاقے میں سکیورٹی اور امن و امان کے ضمن میں حاصل کی جا رہی ہیں۔ لیکن فوجی آپریشنوں کے دوران ان لوگوں کے عمل اور کردار سے جلد ہی دنیا کے سامنے اُن کا اصل روپ آ گیا۔

بل کلنٹن کے عہد میں بھی پرائیویٹائزیشن کو قبول کرنے اور آگے بڑھانے میں سرگرمی کا مظاہرہ کیا گیا۔ 1990ء میں بلقان کی شورش برپا ہوئی تو کلنٹن انتظامیہ نے ڈیفنس کنٹریکٹرز کی مدد سے کرائے کے جنگجوؤں کی خدمات حاصل کیں۔ 1999ء میں کوسووا کی لڑائی میں بھی یہی عمل دہرایا گیا۔ اس طرح وسط 1990ء میں بل کلنٹن انتظامیہ نے ورجینیا میں قائم سابق پیشہ ور فوجیوں کی ایک نجی فرم کو ادائیگی کر کے اسے یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ کروشیا کی فوج کو اپنے ملک میں خانہ جنگی کے دوران سربوں کے خلاف لڑنے کی تربیت دے۔

بش ٹیم اقتدار میں آئی تو پینٹا گون میں پال وولز، ڈگلس فلتھ، زلمے خلیل زاد، سٹیفن کیمبون جیسے نظریہ ساز افراد اور تجارتی اداروں کے سابق ایگزیکٹوز کی کثرت تھی اور ان میں سے بیشتر کا تعلق یا رابطہ ملک کی بڑی اور معروف اسلحہ ساز کمپنیوں سے قائم تھا۔ جیسے ڈیفنس انڈر سیکرٹری پیٹ ایلڈرج کا ایرو سپیس کارپوریشن سے، آرمی سیکرٹری تھامس وائٹ کا ان رون سے، نیوی سیکرٹری گورڈن انگلینڈ کا جنرل ڈائنامیکس سے اور ایئر فورس سیکرٹری جیمز روچ کا نارتھ اپ گرومن سے۔

پینٹا گون میں اقتدار سنبھالنے والی نئی سویلین انتظامیہ اپنے ساتھ دو بڑے واضح مقاصد لے کر آئی تھی۔ ایک ایٹمی قوت کے حامل ملکوں میں امریکہ مخالف حکومتوں کی تبدیلی اور دوسرے اپنے پرائیویٹائزیشن کے ایجنڈے پر عملدرآمد کو تیز کرنا۔ تاکہ مستقبل قریب میں جب امریکہ کی طرف سے دوسرے ملکوں میں فوجی آپریشن کئے جائیں تو کسی مرحلے پر لڑنے والے سپاہیوں کی کمی آڑے نہ آئے اور حکومت عوامی تنقید سے بھی بچی رہے۔ نائن الیون کے واقعے کے بعد یہ سوچ ساری تبدیل ہو گئی۔ عراق پر حملے سے پہلے ہی پینٹا گون نے جنگ میں امریکی افواج

PdfStuff.blogspot.com

کے شانہ بشانہ پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی شمولیت کو پوری طرح یقینی بنا لیا تھا۔

دنیا کو دھوکا دینے کی خاطر بظاہر سفارت کاری کی گئی اور مذاکرات بھی ہوئے۔ لیکن بند دروازوں کے پیچھے ہالی برٹن کو تاریخ کے سب سے بڑے جنگی آپریشن کے لئے تیار کیا جاتا رہا۔ اور جب مارچ 2003ء میں امریکہ کے ٹینک بغداد میں داخل ہوئے تو ان کے پیچھے پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی بہت بڑی فوج تھی۔ اس سے پہلے شاید ہی کسی جنگ میں کرائے کے اتنے فوجیوں نے حصہ لیا ہو۔

ریمز فیلڈ کی رخصتی تک عراق کی سرزمین پر باقاعدہ لڑاکا امریکی افواج کے ساتھ اوسطاً ایک کی شرح سے کم و بیش ایک لاکھ کرائے کے گوریلے یا پرائیویٹ کنٹریکٹرز موجود تھے۔ ریمز فیلڈ سیکرٹری ڈیفنس کا عہدہ چھوڑنے سے پہلے اصلاحات کے نام پر چند ایسے غیر معمولی اقدامات کر گیا، جن کی بدولت پرائیویٹ کنٹریکٹرز امریکہ کی جنگی مشینری کا ایک لازمی حصہ قرار پائے۔

دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی عالمی جنگ اور عراق پر قبضے نے درجنوں نئی کمپنیوں کو جنم دیا۔ لیکن اس میدان میں جو تجربہ، شہرت اور مالی فوائد اور مراعات بلیک واٹر نے حاصل کیں، وہ کسی اور کمپنی یا ڈیفنس کنٹریکٹرز کا مقدر نہ بن سکیں۔ اس وقت یہ امریکی وزارتِ دفاع سے وابستہ تین بڑی نجی فوجی کمپنیوں میں سب سے بڑی نجی فوجی کمپنی ہے۔ آج 9 مختلف ملکوں میں بلیک واٹر کے ہزاروں پرائیویٹ فوجی پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے پاس سپیشل فورسز کے 21 ہزار افسروں، فوجیوں اور قانون نافذ کرنے والے حساس اداروں کے ارکان کے مکمل کوائف موجود ہیں۔ اس کے پاس اپنے بیس فوجی طیارے، ہیلی کاپٹر اور گن شپ ہیں اور شمالی کیرولینا میں مویوک کے مقام پر سات ہزار ایکڑ رقبے پر پھیلا اس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ یہ دنیا میں سب سے بڑی پرائیویٹ فوجی تربیت گاہ ہے، جہاں جنگی تربیت کے لئے تمام تر ممکنہ سہولیات موجود ہیں۔ یہاں سے ہر سال امریکہ کی وفاقی اور مقامی سطح کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ہزاروں ارکان تربیت حاصل کرتے اور دوست ملکوں کے فوجی یہاں کی سہولیات سے استفادہ کرتے ہیں

عراق پر قبضے کے بعد پہلے سال امریکہ کو عراق کے لئے بش کے خصوصی نمائندے پال بریمر اور دوسرے اعلیٰ امریکی عہدے داروں کی ذاتی سکیورٹی کا مسئلہ درپیش تھا۔ عراق اور بغداد کے مخصوص حالات میں یہ ذمہ داری نبھانا ایک عام اور کم تنخواہ پانے والے گارڈ کے بس کی بات نہ تھی۔ چنانچہ وائٹ ہاؤس کی طرف سے اس مقصد کے لئے بلیک واٹر کے تربیت یافتہ پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی خدمات حاصل کی گئیں۔ بعد میں عراق آنے والے ہر امریکی سفیر نے سکیورٹی کے انہی انتظامات سے استفادہ کیا۔ عراق میں سکیورٹی گارڈ کو تین سو ڈالر روزانہ کے حساب سے معاوضہ ملتا۔ بلیک واٹر نے پال بریمر اور دوسرے امریکی عہدے داروں کی ذاتی سکیورٹی کے لئے گارڈز کی بھرتی شروع کی تو معاوضے کی یہ شرح دگنی ہو کر چھ سو ڈالر روزانہ تک پہنچ گئی۔ بش انتظامیہ نے بعد میں تخریب کاری اور دہشت گردی کے خوف سے کئی ایسی سرکاری تقریبات کی سکیورٹی بھی نجی کمپنیوں کے سپرد کر دی، جو اب تک فوج کے جوان انجام دیتے چلے آ رہے تھے۔ سکیورٹی کی مد میں ہونے والے اخراجات خفیہ فنڈ سے ادا کئے جاتے، جن کا نہ کوئی حساب ہوتا، نہ آڈٹ۔ عراق میں سکیورٹی کے معاملات نے اس حد تک فروغ پایا کہ کھلم کھلا الاسکا کے گولڈ رش سے اس کا موازنہ ہونے لگا۔ زمینی حقیقت بھی یہی تھی کہ عراق میں قبضے کے بعد تیل کی صنعت سے کہیں زیادہ منافع بخش صنعت سکیورٹی تھی!

پال بریمر نے نے بغداد سے کھسکتے وقت 28 جون 2004ء کو ایک حکم نامہ جاری کیا، جس کی رُو سے عراق میں پرائیویٹ کنٹریکٹرز کو ہر طرح کی جوابدہی اور احتساب سے قانونی تحفظ دے دیا گیا۔ اس دوران امریکی فوجیوں پر عراق میں بے گناہ شہریوں کو قتل کرنے، لوٹ مار اور ایذا رسانی کے جرائم میں ملوث ہونے پر باقاعدہ مقدمات قائم ہوئے اور سزائیں ملیں۔ لیکن اسی طرح کے جرائم میں ملوث پرائیویٹ کنٹریکٹرز ہر طرح کی جواب دہی اور احتساب سے محفوظ اور بالاتر رہے۔ بلیک واٹر کے مالک ایرک پرنس نے اپنے کنٹریکٹرز کو پینٹاگان کے یونیفارم کوڈ کے تحت کسی بھی طرح کی سزائیں دلوانے کی ملٹری جسٹس کی بھرپور مخالفت کی۔

پرائیویٹ کنٹریکٹرز کو اب تک کسی قانون اور ضابطے کا پابند نہیں بنایا جا سکا۔ اس کی بنیادی وجہ ایک طرف اگر اعلیٰ حکومتی حلقوں میں وار انڈسٹری کا بڑھتا ہوا اثر و رسوخ اور عمل دخل ہے تو دوسری طرف امریکی فوج کے نت نئے امریکی آپریشن اور پنگے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت صورتِ حال اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ خود حکومت کے متعلقہ ذمہ دار حلقوں کو عراق، افغانستان یا کسی دوسرے مقام پر موجود پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی اصل اور صحیح تعداد بھی معلوم نہیں۔ پھر پینٹاگون کے لئے اپنی باقاعدہ افواج کی فلاح و بہبود کے لئے منصوبہ بندی اور پالیسی سازی کا دردِ سر کچھ کم نہیں۔ اس لئے اغلباً وہ ایک لاکھ سے زائد پرائیویٹ کنٹریکٹرز کے معاملات کو چھیڑ کر اپنی ذمہ داریوں کا دائرہ بڑھانے کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں۔

ڈونلڈ ریمز فیلڈ نے سیکرٹری ڈیفنس کا عہدہ چھوڑا تو دنیا کے کئی مقامات پر جمہوریت کی بحالی، امن و امان کے قیام اور دہشت گردی کے مقابلے کے نام پر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑی جا چکی تھی اور امریکی فوجیں اس میں سرگرمی سے حصہ لے رہی تھیں۔ اس جنگ کی وجہ سے امریکی افواج بے حد دباؤ میں تھیں اور بقول سابق ڈیفنس سیکرٹری جنرل کولن پاول کسی وقت بھی شکست و ریخت کا شکار ہو سکتی تھیں۔ ایسے میں مناسب ہوتا اگر امریکی حکومت اپنی فتوحات اور میدان مارنے کی جارحانہ پالیسیوں پر نظر ثانی کر کے کوئی نئی مناسب حکمت عملی تیار کرتی۔ بش انتظامیہ اور پینٹاگان نے اس کا حل یہ سوچا کہ افواج کا سائز بڑھا دیا جائے اور نئی بھرتیاں کر لی جائیں۔

بلیک واٹر کے ایرک پرنس کو اس صورتِ حال کا بہت پہلے سے اندازہ تھا کہ نت نئے فوجی آپریشنوں اور کارروائیوں میں اُلجھنے کے بعد امریکہ کو جلد یا بدیر لڑاکا فوجیوں کی کمی کا سامنا ہوگا اور اس نے اس ضمن میں کچھ ہی عرصہ پہلے حکومت کو پیش کش کی تھی کہ امریکی فوج میں نئی بھرتیاں کرنے کے بجائے بلیک واٹر کی خدمات سے استفادہ کیا جائے۔ اس منصوبے کو کنٹریکٹر بریگیڈ کا نام دیا گیا تھا۔ اس کے تحت بلیک واٹر کی طرف سے 30 ہزار انتہائی تربیت یافتہ سپاہی فراہم کئے جاتے۔

PdfStuff.blogspot.com

ایرک پرنس کے مطابق ایک نیا رنگروٹ حکومت کو تقریباً ایک لاکھ 35 ہزار ڈالر میں پڑتا تھا جبکہ کمپنی کی طرف سے اسے کہیں کم خرچ میں مکمل تربیت یافتہ لڑاکا فوجی فراہم کئے جا سکتے تھے۔ یہ ایک نجی فوجی کمپنی کی طرف سے حکومت کو ٹھیکے پر تربیت یافتہ پرائیویٹ فوجی فراہم کرنے کی ایک غیر معمولی پُرکشش پیش کش تھی۔

ایرک پرنس کے خیال میں بلیک واٹر امریکی فوج کی ایک محبِّ وطن توسیع ہے۔ ستمبر 2005ء میں ایک حلف نامے کا متن جاری کیا گیا اور کہا گیا کہ قومی سلامتی سے متعلق پینٹاگان، اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور انٹیلی جنس ایجنسیوں جیسے اداروں کی طرح بلیک واٹر کے ارکان اور کنٹریکٹرز بھی تنظیم میں شمولیت اختیار کرتے وقت لازماً ملکی اور غیر ملکی دشمنوں کے خلاف امریکی آئین کے تحفظ اور پاسداری کی قسم اٹھائیں۔

مئی 2004ء میں بلیک واٹر میں گرے اسٹون کے نام سے ایک نئے شعبے کا اضافہ ہوا۔ اس کی رجسٹریشن امریکہ سے باہر بحر اوقیانوس کے ملک بارباڈوس میں کرائی گئی، جو خاصی حیران کن بات تھی کہ اس سے قبل تنظیم کے تمام شعبے شمالی کیرولینا، ورجینیا یا ڈیلے ور میں رجسٹرڈ ہیں۔ گرے اسٹون کے تعارفی کتابچے کے مطابق، اس شعبے کے ذریعے سمندر پار کے ملکوں میں حسب ضرورت وخواہش مختلف النوع خدمات فراہم کی جاتی ہیں۔ یرغمالیوں کی رہائی کا مسئلہ ہو، ایٹمی اثاثوں کی حفاظت ہو، مغوی افراد کی بازیابی ہو یا احتجاجی تحریک کو کچلنا اور امن وامان کی بحالی، گرے اسٹون اپنے کلائنٹ کے لئے ہر طرح کی پیشہ ورانہ سہولیات کی فراہمی کو یقینی بنا سکتی ہے۔ اس کے پاس ہر طرح کے جدید اسلحہ کے استعمال میں کمال دسترس رکھنے والے گوریلے، دھماکہ خیز مواد کے ماہرین اور جاسوس، ہر طرح کے تربیت یافتہ پیشہ ور ماہرین موجود ہیں، جن کا تعلق فلپائن، چلی، نیپال، کولمبیا، ایکواڈور، ایلسلواڈور، ہینڈرس، پانامہ اور پیرو کے مختلف ملکوں سے ہے۔

کرائے کے فوجیوں نے موجودہ دور میں جنگ چھیڑنا اور لڑنا بڑا آسان بنا دیا ہے۔ آپ کے پاس پیسہ ہونا چاہئے کہ اس طرح کی جنگوں میں حصہ لینے والوں کا

مطالبہ صرف پیسہ ہوتا ہے۔ قانون، قاعدہ، آئینی حقوق، انسانیت، رحم وغیرہ ان کے لئے بے معنی الفاظ ہیں۔ انہیں پیسہ ملنے کے بعد صرف اپنے مشن کی کامیابی سے غرض ہوتی ہے۔ کرائے کے سپاہی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ امریکہ کی مجبوری بن چکے ہیں۔ محاذ اتنے کھول لئے گئے ہیں کہ باقاعدہ افواج کم پڑنے لگی ہیں اور سیاسی مجبوریاں اور مصلحتیں ملک میں جبری فوجی بھرتی کے آڑے آتی ہیں۔

بلیک واٹر جیسی تنظیموں کی موجودگی نے امریکہ کو اپنے اتحادیوں کے ناز نخرے اُٹھانے سے بھی ایک حد تک بے نیاز کر دیا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف چھیڑی گئی جنگ میں اب اگر کوئی اتحادی ملک اپنی فوج نہ بھی بھیجے تو بلیک واٹر کے پرائیویٹ کنٹریکٹرز قیمت لے کر اس کا خلا پُر کر سکتے ہیں۔

بلیک واٹر اس وقت پینٹاگان سے وابستہ تین چار نجی فوجی کمپنیوں اور کنٹریکٹرز میں سب سے بڑی اور اہم کنٹریکٹر ہے، جو اپنے مالک کی خداداد صلاحیتوں، پیش بینی اور بروقت اقدامات کی وجہ سے دولت کمانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔ بلیک واٹر کو نہ صرف پینٹاگان سے اپنا حصہ وصول کرنے کا ڈھنگ آتا ہے بلکہ اس نے کمال ہوشیاری سے کچھ ایسا بندوبست بھی کیا ہوا ہے کہ اسے اس کا حصہ آنے والے برسوں میں بھی ایک عرصہ تک مستقلاً ملتا رہے گا۔

2005ء میں قطرینہ کے سمندری طوفان نے نیو آرلینز میں تباہی پھیلائی تو بلیک واٹر نے امدادی کارروائیوں کی آڑ میں اپنے سینکڑوں مسلح پرائیویٹ کنٹریکٹرز وہاں بھجوا دیئے۔ ان میں سے کئی عراق میں خدمات انجام دینے کے بعد ابھی حال ہی میں لوٹے تھے۔ تباہ حال علاقے میں انہیں کام شروع کئے ابھی مشکل سے ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ بے گھر افراد کی بحالی کے کام کو تیز کرنے کے لئے افرادی قوت کی ضرورت پڑ گئی۔ چنانچہ ہوم لینڈ سکیورٹی نے باقاعدہ سرکاری طور پر ان کی خدمات مستعار لے لیں اور حکومت نے انہیں طوفان زدہ علاقوں میں خدمات انجام دینے کے عوض ایک سال سے بھی کم مدت میں 70 ملین ڈالر کی ادائیگی کی۔ یوں قطرینہ کے طوفان اور تباہی نے بلیک واٹر کے لئے کمائی کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔

PdfStuff.blogspot.com

بلیک واٹر میں ایک نیا شعبہ کھل گیا اور اس کی انتظامیہ نے تمام پچاس ریاستوں کی مقامی حکومتوں سے باقاعدہ درخواست کر دی کہ ناگہانی آفات اور حادثات کی صورت میں تعمیر اور بحالی کے کام انجام دینے کے لئے بلیک واٹر کو ٹھیکے دیئے جائیں۔

مقامی طور پر بلیک واٹر کے بڑھتے ہوئے اثرات اور نفوذ سے آئینی اور بنیادی انسانی حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں اور ادارے تشویش میں مبتلا ہیں اور انہیں خدشہ ہے کہ بلیک واٹر کو کھلی چھوٹ دینے اور ان کی سرگرمیوں کو ملکی قانون اور عدالتوں سے بالاتر قرار دینے سے امریکی جمہوریت اور ان کی آزادی اور حقوق کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

جنگ میں بلیک واٹر کے کردار کے حوالے سے صورتِ حال اس وقت سے خاصی ڈراؤنی اور مہیب چلی آ رہی ہے، جب سے صدر بش نے اس کی جنگی کارروائیوں پر کروسیڈ کا ٹھپہ لگایا، جس سے اس تاثر کو تقویت ملی کہ کمپنی کا مالک اور انتظامیہ، عیسائیت کی بالادستی کے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہی ہیں۔ ایرک پرنس اور اس کا خاندان شروع دن سے سیکولرازم کے مقابلے میں مذہبی قوتوں کی سرپرستی کے لئے مشہور چلا آ رہا ہے اور واضح طور پر دنیا میں عیسائیت کے پھیلاؤ اور فروغ کا حامی ہے۔

پرنس کی عیسائیت کے کٹڑ پرچارک اور واٹر گیٹ کے ایک سازشی چک کولسن سے گہری دوستی ہے۔ یہ شخص بعد میں صدر بش کا مشیر بھی رہا۔ گیری بارا، کا شمار بھی ایرک پرنس کے دوستوں میں ہوتا ہے، جس نے ''امریکہ کی نئی صدی'' کے منصوبے میں ایک گلوکار کی حیثیت سے حصہ لیا۔

بلیک واٹر کی انتظامیہ کے کچھ ارکان مالٹا کی پراسرار تنظیم ساورن ملٹری آرڈر کے باقاعدہ رکن ہیں اور اپنے اس تعلق کا بڑے فخریہ انداز میں تذکرہ کرتے ہیں۔ مالٹا کی یہ تنظیم گیارہویں صدی عیسوی میں عیسائی نوجوانوں نے قائم کی تھی اور اپنا بنیادی مقصد یہ قرار دیا تھا کہ وہ ان علاقوں کا دفاع اور حفاظت کریں گے، جہاں کبھی

مسلمانوں کی حکومت تھی لیکن کروسیڈ نے ان کو فتح کر کے ان پر قبضہ کر لیا۔ یہ عیسائی تنظیم آج بھی کسی نہ کسی صورت میں سرگرم بتائی جاتی ہے۔ دنیا کے 94 ملکوں میں اس کے رابطے موجود ہیں۔ مسلم ممالک کے خلاف امریکہ کی بڑھتی ہوئی مہم جوئی کے سلسلے اور باقاعدہ امریکی افواج کی روز افزوں گھٹتی ہوئی تعداد کے پیش نظر عرب اور دوسرے امریکہ مخالف ملکوں کی طرف سے اس تشویش کا اظہار خطرے کی گھنٹی سے کم نہیں کہ ساورن ملٹری آرڈر جیسی طالع آزما مہم جُو عیسائی ملیشیا تنظیمیں کل کلاں ادھر کا رخ نہ کر لیں۔

دنیا میں بہت سے لوگوں پر پرائیویٹ فوجی کمپنیوں کے وجود کا انکشاف 31 مارچ 2009ء کو ہوا، جب بلیک واٹر کے لئے کام کرنے والے چار سپاہی فلوجا میں مشتعل عراقیوں کے ہاتھوں عبرت ناک موت سے دوچار ہوئے۔ امریکی قبضے کے خلاف یہ عراقیوں کی نفرت اور غم و غصے کا پہلا واضح احتجاج تھا، جس نے آنے والے دنوں میں تحریک آزادی کو ممیّز لگائی۔ ذرائع ابلاغ نے عراق میں امریکہ کی جنگ لڑنے والے پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی نشاندہی کی، جو تباہ حال عراق کی بحالی اور تعمیر نو کے نام پر انجینئروں، ڈاکٹروں، تعمیراتی ماہرین اور رفاہی کارکنوں کی شکل اور بھیس میں سرگرم عمل تھے۔ ان کے لئے کرائے کے سپاہی کی اصطلاح کبھی استعمال نہیں کی گئی۔ اسے محض اتفاق یا فروگزاشت قرار دینا درست نہیں۔ بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی اور بڑی چالاکی اور پرکاری سے ترتیب دی گئی شناخت اور ''برانڈ نام'' ہے، جو واشنگٹن اور دوسرے مغربی دارالحکومتوں میں براجمان اعلیٰ پالیسی سازوں کی طرف سے ان بے نام چہروں کو ملا۔ فلوجا میں ہلاک ہونے والے چار فوجی عراق کی جنگ میں واشنگٹن کے ساتھ صف آرا بلیک واٹر کے ارکان تھے اور ان کی تعداد عراق میں برطانوی فوجیوں سے زیادہ تھی۔ اس کے باوجود ایک دنیا ان کے وجود سے بے خبر تھی۔ فلوجا میں بلیک واٹر کے ہلاک شدگان کو ملنے والی تشہیر کمپنی کے لئے سودمند ثابت ہوئی اور وہ یوں کہ اس واقعے کے تین ماہ بعد اسے عراق میں امریکی سفارت کاروں اور اڈوں کی حفاظت کا ٹھیکہ مل گیا اور بلیک واٹر کے لئے نت نئی کامیابیوں

PdfStuff.blogspot.com

کے دروازے کھلتے چلے گئے۔

بلیک واٹر کے عروج کی کہانی ملٹری انڈسٹریل کمپلیکس کی تاریخ میں کسی رزمیہ داستان سے کم نہیں۔ یہ جنگ کے مستقبل کی ایک ایسی کہانی ہے، جو دہشت گردی سے نمٹنے اور اس کے سدباب کے نام پر بلیک واٹر کی مدد سے لکھی جارہی ہے۔ اس کام کا آغاز 1996ء میں ہوا، جب سکیورٹی کے نام پر حکومتی اداروں کا ہاتھ بٹانے کی خاطر آج کے جنگی میدانوں میں کہیں دُور ہالینڈ کے ایک دُور افتادہ قصبے میچی گن میں ایک پرائیویٹ فوجی تربیت گاہ کی بنیاد رکھی گئی اور دنیا کی انتہائی طاقت ور کرائے کی فوج نے جنم لیا۔

ننھا پرنس

''بلیک واٹر۔ یو ایس اے'' کے نوجوان ایرک پرنس کا تعلق ہالینڈ کے قصبے میچی گن سے تھا۔ اس کے باپ ایڈگر پرنس کو قصبے میں ایک ممتاز کرشماتی سماجی حیثیت حاصل تھی۔ قصبے کے لوگ آج بھی اُسے اُس کی غیر معمولی سخاوت، دریا دلی اور رفاہِ عامہ کے کاموں کی وجہ سے کسی دیوتا کی مانند پوجتے ہیں۔ اور اس کا قد آدم کانسی کا مجسمہ قصبے کے مرکزی چوراہے میں نصب ہے۔ یہ مجسمہ ایک اونچے چبوترے پر ایستادہ ہے۔ سات سیڑھیاں چڑھ کر مجسمے تک پہنچا جا سکتا ہے، جس کے قدموں میں نصب کانسی کی تختی پر یہ تحریر کندہ ہے۔

''ہمیں زندگی بھر تیرے قدموں کی چاپ سنائی دیتی رہے گی۔''

یہ اُس کے غیر معمولی ویژن اور سخاوت کے لئے مقامی لوگوں کا ہدیۂ تبریک ہے۔

ایرک پرنس محاورتاً نہیں، سچ مچ منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا تھا اور 1995ء میں جب اُس نے ایڈگر پرنس کی موت کے بعد اُس کی جگہ سنبھالی تو پرنس خاندان میں دولت کی ریل پیل تھی اور کامیابیوں اور کامرانیوں کی کوئی حد اور کوئی شمار نہ تھا، جو اُس کا باپ ترکے میں اس کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ ایڈگر پرنس نے اپنا عالی شان محل دن میں اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کی مسلسل محنت شاقہ سے کھڑا کیا تھا۔ وہ بنیادی طور پر سترھویں صدی کے ایک عیسائی پادری جان کیلون کی تعلیمات کا پیروکار تھا، جس کا کہنا تھا کہ خداوند نے اپنی دنیا دو قسم کے انسانوں سے ترتیب دے رکھی ہے۔ ایک وہ لوگ ہیں، جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی کے نتیجے میں بخشش کی بشارت دی گئی ہے اور دوسرے وہ راندہ درگاہ لوگ ہیں، جن کے لئے عذاب اور آزمائش مقرر کر دی گئی ہے۔ کیلون کا عقیدہ ہے کہ یہ تقسیم اٹل ہے۔ انسان کو

PdfStuff.blogspot.com

خدائی فیصلوں میں دخل دینے اور انہیں بدلنے کا کوئی حق نہیں۔ تاہم مکمل اطاعت کے ساتھ ساتھ انسان کو بھرپور محنت ضرور کرنی چاہئے۔ اس لئے اپنے کام سے لگن اور محنت کیلون کے پیروکاروں کا ایک خصوصی وصف سمجھا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دن رات کی ان تھک محنت کے نتیجے میں ایڈگر پرنس کو دل کا شدید دورہ پڑا اور اسے ہسپتال داخل کرانا پڑا۔ ہسپتال میں علاج کے دوران فرصت کی گھڑیوں میں سوچ بچار نے یسوع مسیح اور عیسائیت پر اس کے اعتقاد کو ایک نیا رخ اور جہت عطا کی۔ صحت یابی کے بعد اس نے نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ عیسائیت کی اشاعت کرنے والے اداروں اور سکولوں، کالجوں کی دل کھول کر مالی مدد کی اور ان کے لئے فنڈز اور ترویج میں لگ گیا۔ اس نے مخصوص گرجا گھر عیسائیت کی تبلیغ واشاعت کے لئے مہیا کئے۔

2 مارچ 1995ء کو ایک بجے ایڈگر پرنس کی موت واقع ہوئی۔ مرنے سے دو منٹ پہلے اپنی کمپنی کے ہیڈ کوارٹر میں کارپوریشن کے ایک اعلیٰ عہدیدار سے گفتگو کے بعد نیچے جانے کے لئے لفٹ میں سوار ہوا تھا کہ اچانک دل کا شدید دورہ پڑا۔ اور جب لفٹ نیچے آئی تو وہ اس کے فرش پر مُردہ پڑا تھا۔ ہالینڈ میں سرکاری سطح پر اس کی موت کا سوگ منایا گیا اور قومی پرچم سرنگوں رہا۔ اخبارات نے خصوصی نمبر نکالے اور مرنے والے کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ ایک اخبار نے سرخی جمائی۔ ''کرسچین مین چل بسا!'' دوسرے نے لکھا۔ ''ایڈگر پرنس کی نظر ہمیشہ عیسائیت کی ترویج واشاعت پر رہی اور اس نے زندگی میں کبھی یسوع مسیح کی شان میں کمی نہیں آنے دی۔''

ایڈگر پرنس کی وفات کے وقت ایرک پرنس امریکی بحریہ کے خصوصی یونٹ نیوی سیل کا حصہ تھا، جس کے ارکان بوسنیا، ہیٹی اور مشرق وسطیٰ میں مختلف محاذوں پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ ایرک پرنس نے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی کمپنی اور کاروبار کو مزید ترقی دی۔ اپنے باپ سے سیکھا ہوا یہ سبق اسے پوری طرح ازبر تھا کہ بیٹا! زندگی میں محنت سے جی چرانے کے لئے کبھی یہ بہانہ نہ بنانا

کہ یہ کام مجھے نہیں آتا۔ ایرک خوش اطوار، خوش گفتار اور تیز طرار نوجوان تھا، جو باسکٹ بال، فٹ بال اور دوسرے مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا۔ باپ کی نسبت کہیں زیادہ مذہب کی طرف راغب تھا اور اسے سکول کے دنوں سے بائبل کے بے شمار محاورے اور ضرب الامثال ازبر تھیں۔

ایرک پرنس نے جوانی میں دائیں بازو کی سیاست میں سرگرم حصہ لیا۔ جارج ڈبلیو بش کے عہد میں چھ ماہ وائٹ ہاؤس میں بھی خدمات انجام دیں اور یہی وہ عرصہ ہے، جب اس نے 19 سال کی عمر میں پہلی بار کسی سیاسی جماعت کو چندہ دیا۔ یہ نیشنل ری پبلکن کی کانگریس کمیٹی کے نام سے پندرہ ہزار ڈالر کا چیک تھا۔ اس کے بعد سے اس نے اور اس کی بیوی نے سیاسی سرگرمیوں کے نام پر مختلف اوقات میں ری پبلکن پارٹی کو تقریباً دو لاکھ 44 ہزار 8 سو ڈالر سے زیادہ کے عطیات دیئے۔ دلچسپ بات ہے کہ ڈیموکریٹ کو اس نے کبھی ایک کوڑی نہیں دی۔

ری پبلکن کو چندہ دینے کے باوجود صدر بش کبھی اس کا آئیڈیل نہیں رہا۔ اس کے مطابق وائٹ ہاؤس انتظامیہ کے ساتھ اس نے چھ ماہ تک جو خدمات انجام دیں، اس دوران وہاں ہم جنس پرست گروپوں کی آئے روز دعوتیں، بجٹ، صاف ہوا کا قانون اور بل، روایتی اقدار کے بارے وائٹ ہاؤس انتظامیہ کی بے حسی اور قدامت پسندوں کی اکثریت کے جذبات واحساسات سے بے نیازی سمیت کئی باتیں ایسی ہیں، جن کی وجہ سے صدر بش کی شخصیت اسے مطلق اپیل نہیں کرتی۔

جب تک ایڈگر پرنس زندہ رہا، اس خاندان نے عملی سیاست میں حصہ نہیں لیا تھا۔ ہر جگہ ان کا پیسہ ہی ان کے لئے بولا۔ ایرک پرنس نے باپ کی وفات کے بعد ری پبلکن کی سیاست میں کچھ عرصہ ضرور دلچسپی اور عملی حصہ لیا۔ لیکن پھر جلد ہی اُس کا دل سیاست سے اُچاٹ ہو گیا اور اُس نے ایک بار پھر اپنی عسکری ٹیم سیل، آٹھ میں شمولیت اختیار کر لی۔ اگلے چار برسوں میں اس کا واسطہ زیادہ تر انہی لوگوں سے رہا، جنہوں نے آگے چل کر اس کے ساتھ ''بلیک واٹر۔ یو ایس اے'' کی بنیاد رکھی

PdfStuff.blogspot.com

اور اس کے دست و بازو بنے۔

بلیک واٹر کی بنیاد رکھتے وقت ایرک پرنس کو اس کی کامیابی کا پورا یقین تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ خداوند نے اس کی دعاؤں اور مناجات کے جواب میں ہمیشہ بڑے صحیح وقت پر اس کے لئے فتح و کامرانی کے دروازے وا کئے ہیں اور اس نے جو بھی فیصلہ کیا، اس کے بڑے دُور رس اثرات برآمد ہوئے اور اس نے توقع سے کہیں بڑھ کر اس کے ثمرات سمیٹے۔ ایرک پرنس نے باپ کی پیروی میں پس پردہ رہ کر اپنی خواہش کے مطابق دائیں بازو کی مذہبی تنظیموں کے مفادات کو پروان چڑھایا۔ ایک عرصے تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ وہ ایڈگر پرنس کے ہی مذہبی خیالات اور رجحان کا حامل ہے۔ لیکن بعد میں اُس کے قریبی دوستوں نے انکشاف کیا کہ وہ اپنے باپ کا راستہ چھوڑ کر رومن کیتھوک بن چکا ہے اور اس کی تنظیم بلیک واٹر کے بہت سے عہدے دار بھی رومن کیتھولک ہیں۔

ایرک پرنس نے اپنے باپ کے برعکس دائیں بازو کے انجیلی فرقے کے پروٹسٹنٹ کو عطیات دینے کے بجائے کیتھولک فرقے کے انتہا پسند ذیلی فرقے کو سب سے زیادہ عطیہ دیا۔ 1999ء میں اس نے سان ڈیاگو میں قائم کیتھولک انجیلی فرقے کی تنظیم کو 25 ہزار ڈالر چندہ دیا۔ اس فرقے کی بنیاد ایک کٹڑ بنیاد پرست کارل کیٹنگ نے رکھی تھی، جس نے عہد کیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر عیسائیت کی مدد اور دفاع کرے گا اور اس کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کے خلاف بھرپور مزاحمت کرے گا۔ ایرک پرنس نے اس فرقے کے مختلف گرجوں اور مذہبی اداروں کو گراں قدر عطیات دیئے اور ان کی سرپرستی کی۔

امریکی جیلوں میں امریکی قیدیوں کے قبولِ اسلام کے بڑھتے ہوئے واقعات کو روکنے کے لئے ایرک پرنس اور اس کے ساتھیوں نے جیل کے ساتھی کے نام سے ایک تنظیم قائم کر کے رضا کاروں کی ایک جماعت تیار کی۔ اس تنظیم کا محرک اور خیال پیش کرنے والا صدر نکسن کے واٹر گیٹ سکینڈل کا مرکزی کردار چارلیس کولسن تھا، جسے واٹر گیٹ کے کیس میں اعتراف جرم پر سب سے پہلے جیل کی ہوا کھانا پڑی

تھی۔ اس تنظیم کے رضا کار مختلف جیلوں کا دورہ کرتے اور قیدیوں کو بائبل کی تعلیم دے کر انہیں اسلام سے برگشتہ کر کے مسلمان ہونے سے روکتے۔

جارج ڈبلیو بش کی ٹیکساس کی گورنری کے دوران اس تنظیم نے ٹیکساس کی جیلوں میں بڑا کام کیا۔ اس تنظیم کے قیام کا بنیادی فلسفہ ایرک پرنس اور اس کے ساتھیوں کا یہ نظریہ یا خیال ہے کہ اسلام عیسائیت کا اصل اور بڑا حریف ہے۔ متحد ہو کر سنجیدگی سے اس کا توڑ کرنا ہوگا۔ جیل کے ساتھی ہی اس کا بہترین تریاق ہے۔ کل کلاں اگر امریکہ پر کسی مذہب کے ماننے والے جنونیوں نے حملہ کیا تو جیلوں میں رہ کر اسلام قبول کرنے والے یہ قیدی اس کا ہراوّل دستہ ہوں گے۔

ایرک پرنس نے والدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بنیاد پرست کیتھولک تنظیموں اور اداروں کی مالی اعانت کا سلسلہ جاری رکھا۔ نئی نسل کو عیسائیت کی تعلیمات سے آگاہی اور انہیں یسوع مسیح کا جانباز سپاہی بنانے کی خاطر بے شمار پروٹسٹنٹ مشنریوں، سکولوں اور کالجوں کو بھی بڑی بڑی رقموں کے چیک بھجوائے گئے۔ اٹلانٹا جارجیا کے ہگائی انسٹی ٹیوٹ کو بالخصوص زیادہ فراخ دلی سے نوازا گیا۔ یاد رہے، ہگائی دنیا میں سب سے بڑی کرسچین تنظیم ہے، جو دنیا میں عیسائیت کے پرچار اور فروغ کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اس کے ارکان کو یقین ہے کہ نئی صدی عیسائیت کے پھیلاؤ اور غلبے کی صدی ہے۔ صومالیہ سے سوڈان اور افغانستان سے عراق تک، دنیا بھر میں اس کے 60 ہزار سے زیادہ تربیت یافتہ انجیلی فرقے کے لیڈر پھیلے ہوئے ہیں، جہاں نچلی ذاتوں کے غربت کے مارے لوگ اور پسماندہ ترقی پذیر ملک ان کی خصوصی دلچسپی اور توجہ کا مرکز ہیں۔

مذہبی تنظیموں اور اداروں کے ساتھ ساتھ بلیک واٹر یو ایس اے بھی ایرک پرنس کی ترجیحات میں شامل رہی کہ یہ عیسائیت کی اشاعت و تبلیغ کا عسکری بازو تھا۔ 9/11 کے بعد اس نے جس تیزی سے ترقی کی، وہ حیرت انگیز ہے۔ ایرک پرنس نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی ایک انتہائی طاقت ور پرائیویٹ فوج کا مالک بن جائے گا۔ یہ ایڈگر پرنس کا خواب تھا، جسے پورا کرنے کا

PdfStuff.blogspot.com

موقع قسمت نے اس کے بیٹے ایرک پرنس کو دیا تھا۔ ایرک پرنس نے ''بلیک واٹر۔ یو ایس اے'' کی صورت میں ایک ایسی پرائیویٹ آرمی تیار کی، جس نے مستقبل کے عالمی وار تھیٹرز میں بالعموم اور مسلمان ملکوں میں بالخصوص امریکہ کے لئے امریکی صدر جارج بش کے بقول صلیبی جنگیں لڑنا تھیں۔

بلیک واٹر کا آغاز

آرمی، نیوی، ایئر فورس، میرین اور بلیک واٹر۔ ایرک پرنس کی اس ''ایمپائر'' کا آغاز مختصر پیمانے پر ہوا تھا، لیکن آج اسے امریکی فوج کی پانچویں شاخ اور شعبے کا درجہ حاصل ہے۔ بلیک واٹر کے قیام کی تجویز، ڈھانچے، لوکیشن، اس میں شامل ہونے والے افراد کی ٹریننگ کے اصول وضوابط اور سرگرمیوں سے متعلق تمام تر جزئیات ترتیب دینے کا سہرا ال کلارک کے سر ہے، جو نیوی میں ملازمت کے دوران ایرک پرنس کا انسٹرکٹر ہوتا تھا۔ ال کلارک ایک ماہر نشانچی اور گولہ بارود کے استعمال میں طاق اعلیٰ پائے کا انسٹرکٹر تھا۔ کلارک کا کہنا ہے کہ میرے ذہن میں بلیک واٹر کا خاکہ اور آئیڈیا شروع دن سے موجود تھا۔ میں نے اس بارے میں خاصی سوچ بچار کی تھی لیکن اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے زمین پر سہولیات دستیاب نہ تھیں۔ نیوی کے پاس شوٹنگ کی تربیت کے لئے کوئی رینج موجود نہ تھی۔ اسے اپنے ارکان کی ٹریننگ کے لئے فوج یا میرین کی سہولیات سے استفادہ کرنا پڑتا۔

کلارک کا منصوبہ اُس کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس نے کوئی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ کوئی خامی یا اس میں کمی تھی تو وہ یہ کہ سرمائے والا خانہ خالی تھا۔ اتنے بڑے پیمانے پر شروع کئے جانے والے پراجیکٹ کے لئے آخر سرمایہ کہاں سے آئے گا؟ اس کا جواب کلارک کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تب حالات میں ایک ڈرامائی تبدیلی آئی، جس کا کلارک نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ 1996ء میں اس کا تبادلہ کر کے اسے انسٹرکٹر مقرر کر دیا گیا۔ اس دوران امریکی بحریہ کے جو گروپ اس کے پاس ٹریننگ حاصل کرنے آئے، ان میں پلاٹون اے کا لیفٹیننٹ ایرک بھی شامل تھا۔ امیر کبیر خاندان کا فرد۔ اس سے پہلے امریکی فوج کی پوری تاریخ

PdfStuff.blogspot.com

میں اتنا صاحبِ ثروت فرد کبھی نہیں آیا تھا۔ اس نے اپنی پلاٹون کے ساتھ کلارک کی نگرانی میں تربیت حاصل کی اور سات ماہ بعد پوسٹ آؤٹ ہو کر امریکہ سے باہر چلا گیا۔

تربیت کے دنوں میں استاد اور شاگرد کی دلچسپی اور گفتگو کے موضوعات عام طور پر تربیتی اور پیشہ ورانہ امور ہی رہے۔ کبھی مستقبل کے کسی خاکے اور پروگرام میں رنگ بھرنے کی بات اور تذکرہ نہ ہوا۔ تاہم کلارک کو اتنا علم اور اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ اس کا سابق شاگرد نہ صرف ڈالروں سے لدا پھندا ہے بلکہ اس کی طرح پرائیویٹ آرمی کی تنظیم اور اس کی پرائیویٹ ٹریننگ کا بھی زبردست حامی ہے۔ ایرک کی امریکہ واپسی پر دونوں میں پہلی ملاقات میں مشترکہ دلچسپی کا موضوع تفصیل سے زیر بحث آیا اور آئندہ چل کر ''بلیک واٹر۔ یو ایس اے'' کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔

باپ کی موت کے بعد ایرک پرنس نے خاندانی کاروبار سنبھالا تو پہلے ہی سال اُسے 1.35 بلین منافع ہوا اور وہ اپنی الگ بزنس ایمپائر کھڑی کرنے میں سنجیدہ ہو گیا۔ ایک ایسی بزنس ایمپائر، جس کے سائے تلے ایک طرف مذہبی، سیاسی اعتقادات کے مطابق رفاہی، فلاحی سرگرمیاں جاری رہیں تو دوسری طرف فوج کے ساتھ اُس کی دلچسپی اور جذباتی وابستگی کا سلسلہ بھی قائم رہے۔ اس طرح عالمی معیار کا ایک ایسا ٹریننگ سنٹر تیار ہوا، جہاں صرف امریکہ ہی نہیں، دوست ممالک کی افواج، گوریلا دستوں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں سے متعلق افراد کی ٹریننگ کے لئے جدید ترین سہولیات دستیاب تھیں۔

1996ء میں ال کلارک نے ایرک پرنس کے سامنے اپنی سکیم رکھی تو اس کے پرانے شاگرد نے کہا۔ چلئے، اسے کر گزرتے ہیں۔ یوں ال کلارک کے آئیڈیا اور ایرک پرنس کے سرمائے نے مل کر بلیک واٹر کی بنیاد رکھی۔ لیکن دونوں زیادہ عرصہ ساتھ مل کر نہ چل سکے۔ تنظیمی معاملات پر اختلافات نے دونوں کی راہیں الگ کر دیں۔ اب ایرک پرنس بلا شرکت غیرے بلیک واٹر کا مالک اور نگران تھا

ڈک چینی 1989ء سے 1993ء تک جارج ایچ ڈبلیو بش کے دور میں ڈیفنس سیکرٹری تھا۔ اس نے امریکی افواج کے بجٹ میں کٹوتی کے نام پر کئی شعبے ختم کر کے ایک طرح سے آرمی کی ''نجکاری'' کی بنیاد رکھ دی تھی۔ جس سے ہالی برٹن، جس کا بعد میں ڈک چینی خود سربراہ بنا اور بلیک واٹر جیسی پرائیویٹ آرمی تنظیموں نے خوب ہاتھ رنگے اور رفتہ رفتہ امریکی افواج کی ایک ناگزیر ضرورت بن گئے۔ ریگن، بش کے عہد میں اخراجات میں کمی کا جو عمل شروع ہوا اور بل کلنٹن کے عہد میں جس میں تیزی آئی، اس کا ایک منطقی نتیجہ نکلا کہ فوج کے پاس اعلیٰ معیار کی تربیت گاہیں کم پڑ گئیں اور سپیشل سروسز گروپ کے ارکان کے لئے تربیتی سہولیات کی فراہمی مسئلہ بن گئی، جس سے پرائیویٹ آرمی کمپنیوں کو اپنی اہمیت اور افادیت ثابت کرنے کا موقع مل گیا۔

ایرک پرنس نے ملک کے سیاسی، سماجی اور مذہبی حلقوں میں اپنے خاندانی تعلقات اور ذاتی اثر و رسوخ کا فائدہ اٹھایا اور امریکہ کے اندر پرائیویٹ اسلحہ اور گولہ بارود ڈپو قائم کرنے کا اجازت نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے 26 دسمبر 1996ء میں نیوی کی ملازمت چھوڑنے کے صرف تین ماہ بعد بلیک واٹر لاج اور ٹریننگ سنٹر کی بنیاد رکھ دی۔ اس نے نارتھ کیرولینا کی ہتک کاؤنٹی میں سات لاکھ 56 ہزار ڈالر کے عوض چار ہزار ایکڑ سے زیادہ رقبہ خریدا اور ساتھ ہی اس سے ملحق کمیڈن کاؤنٹی میں چھ لاکھ 16 ہزار ڈالر میں مزید ایک ہزار ایکڑ زمین کا سودا کر لیا۔ جون 1997ء میں تعمیراتی کام کا آغاز ہوا اور مئی 1998ء میں کمپنی نے کاروبار کا باقاعدہ آغاز کر دیا۔

کمپنی کا نام ''بلیک واٹر'' خاصا ڈراؤنا سا ہے۔ اس علاقے میں وسیع رقبے پر ایک وحشت ناک نباتی دلدل واقع ہے، جس کا پانی کالے رنگ کا ہے۔ یہ دلدل جنوب مشرقی ورجینیا سے شمال مغرب میں کیرولینا تک ایک لاکھ گیارہ ہزار مربع میل کے رقبے پر پھیلی ہوئی ہے اور بلیک واٹر کے نواح میں واقع ہے۔ کمپنی کا نام اسی نباتی دلدل کے کالے پانی کی یاد دلاتا ہے۔

PdfStuff.blogspot.com

ایرک پرنس کی بحریہ میں ملازمت اور تعلقات کا فائدہ یہ ہوا کہ سیل۔ 8 گروپ ابتدائی دنوں میں ہی بلیک واٹر کے ٹریننگ سنٹر میں پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے یہاں کے شوٹنگ رینج میں نشانہ بازی کی مشق کی اور تربیت حاصل کی۔ بلیک واٹر کا محل وقوع ایسا تھا کہ آسانی سے یہاں پہنچا جا سکتا تھا۔ پھر شوٹنگ رینج میں دستیاب سہولیات بہت معیاری اور منفرد تھیں۔ ان کی شہرت پھیلی اور چرچا ہوا تو قانون نافذ کرنے والے ادارے اور ایف بی آئی والے بھی ادھر متوجہ ہوئے اور ان کے ارکان بھی تربیت کے لئے یہاں آنے لگے۔ پھر کئی مقامی، ریاستی اور وفاقی ایجنسیوں نے بھی ادھر کا رخ کر لیا کہ یہاں وہ ذرائع ابلاغ اور عوام کی نظروں سے اوجھل رہ کر اطمینان اور سکون کے ساتھ پیشہ ورانہ تربیت حاصل کر سکتے تھے۔ 1998ء کے اختتام تک بلیک واٹر کا کاروبار خوب چل نکلا۔ پستول سے لے کر جدید ترین رائفل، مشین گن اور مختلف النوع آٹومیٹک اسلحہ ٹریننگ کے لئے دستیاب تھا۔ نیوی کے سیل اور کینیڈا، جنوبی کیرولینا اور ورجینیا کے پولیس افسر باقاعدگی سے یہاں ٹریننگ حاصل کرنے کے لئے آنا شروع ہو گئے۔ ہسپانیہ نے اپنے افراد کی سکیورٹی ٹریننگ میں دلچسپی ظاہر کی جبکہ برازیل نے دہشت گردی کے خلاف اپنی فورس کی تربیت کے لئے کہا۔

دنیا میں جب بھی کہیں دہشت گردی کا کوئی واقعہ پیش آیا، وہ بلیک واٹر کی آمدنی میں مزید اضافے کا سبب بنا۔ 12 اکتوبر 2000ء کو یمن میں عدن کی بندرگاہ پر امریکی بحریہ کا میزائل بردار تباہ کن جہاز یو ایس کولی، معمول کے مطابق ایندھن کے لئے لنگر انداز تھا۔ گیارہ بجے کے قریب ایک چھوٹی کشتی اس کے قریب پہنچی تھی کہ ایک زوردار دھماکا ہوا اور دیو قامت کولی میں چالیس فٹ قطر کا چوڑا سوراخ کر گیا۔ یہ ایک خودکش حملہ تھا، جس کی ذمہ داری بعد میں اسامہ بن لادن نے قبول کر لی۔ اس حملے میں امریکی بحریہ کے 17 ملاح ہلاک اور 39 دوسرے زخمی ہوئے۔ اس کا فائدہ بلیک واٹر کو یوں پہنچا کہ بحریہ نے اس کے ساتھ معاہدہ کر لیا اور 35.7 ملین ڈالر کے عوض اپنے مُشپ وین کی تربیت کا ٹھیکہ بلیک واٹر کو دے دیا کہ انہیں جنگ

میں لڑنے اور اپنے بچاؤ کی ٹریننگ دی جائے۔

بلیک واٹر کو آج واشنگٹن کے اعلیٰ اور مقتدر حلقوں تک رسائی حاصل ہے اور پالیسی ساز ادارے اور ان کے کرتا دھرتا اس کی پہنچ اور دائرہ اثر سے باہر نہیں۔ لیکن ابتدائی دنوں میں اس پر ایک وقت ایسا بھی گزرا کہ اس کی انتظامیہ 20 ہزار آبادی کی کیری تک نام کی چھوٹی کاؤنٹی سرکار کو اس امر کے لئے قائل کرنے میں ناکام رہی کہ اسے کاؤنٹی کی حدود میں اپنے کاروبار کا آغاز کرنے کی اجازت دی جائے۔

ایرک پرنس نے پلاننگ کمیشن سے ایک فائرنگ رینج کے قیام کی اجازت مانگی تھی، جس پر اُس نے 2 ملین ڈالر سرمایہ کاری کرنا تھی اور اس سے نہ صرف مقامی افراد کے لئے روزگار کے نئے مواقع پیدا ہونے تھے بلکہ کاؤنٹی کے امن و امان کے ذمہ داران کی تربیت کا اہتمام بھی ہونا تھا۔ مقامی آبادی نے اس پر شدید احتجاج کیا کہ اس فائرنگ رینج کے قیام سے تربیت کے دوران چلائی جانے والی گولیوں سے ان گنت اندھی اموات ہونے کا خطرہ تھا۔ پلاننگ کمیشن نے ایرک پرنس کی درخواست رد کر دی۔ اس وقت تک عالمی دہشت گردی اور اس کے خلاف جنگ کی اصطلاح ابھی زیادہ عام نہیں ہوئی تھی اور کسی کو اس حوالے سے کوئی پریشانی نہ تھی۔ کیری تک کاؤنٹی سے مایوس ہو کر پرنس نے کمیڈن کاؤنٹی سے رابطہ کیا، جس نے اُس کا پراجیکٹ فوراً منظور کر لیا۔ جون 1997ء میں بلیک واٹر کمپاؤنڈ کا کام شروع ہوا اور مئی 1998ء میں کمپنی سرکاری طور پر بزنس کے لئے کھول دی گئی۔

11 ستمبر 2001ء کی صبح مسافر بردار طیارے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے شمالی اور جنوبی ٹاور اور پینٹاگان سے ٹکرائے اور امریکہ کی ان مشہور عمارتوں سے آگ اور دھوئیں کے بادل فضا میں بلند ہوئے تو ساتھ ہی ایسی قوتیں بھی سرگرم ہو گئیں، جو ایک عرصہ سے اس طرح کے موقع کی تاک میں تھیں۔ چند ماہ قبل ہی وائٹ ہاؤس میں ڈیرہ جمانے والوں نے ایک بار پھر پوری قوت سے ''نج کاری'' کی وکالت شروع کر دی۔

PdfStuff.blogspot.com

تھامس وائٹ صدر بش کا آرمی سیکرٹری تھا اور اس عہدے پر فائز ہونے سے پہلے ان رون کمپنی کا ایگزیکٹو رہا تھا۔ اس نے 9/11 کے اس سانحے کو ڈک چینی کے ایک عشرہ قبل کے مجوزہ نج کاری ایجنڈے پر عمل درآمد کے لئے سنہری موقع جانا۔

اس سانحے کے نتیجے میں دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے نظریے نے زور پکڑا اور جلد ہی ملٹری انڈسٹری کے لئے ایک سو بلین ڈالر کا منصوبہ سامنے آیا۔ امریکی انتظامیہ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف عالمی سطح پر شروع کی گئی اس جنگ کا سب سے زیادہ مالی فائدہ بلیک واٹر کو پہنچا۔ جنگ کے لئے مختص فنڈز کا بڑا حصہ بلیک واٹر کی جیب میں گیا۔ اسامہ بن لادن کے صدقے یہ تنظیم آج جس مقام پر کھڑی ہے، وہاں اس کا کوئی مقابل نہیں۔

9/11 کا سانحہ ایرک پرنس اور اس کے ساتھیوں کے لئے ایسی خوشحالی اور سنہرے مستقبل کی نوید لایا، جس کا وہ صرف تصور ہی کر سکتے تھے۔ ریمز فیلڈ نے ڈیفنس سیکرٹری بننے کے بعد امریکہ کے جنگی معاملات میں بلیک واٹر جیسی پرائیویٹ کمپنیوں کے عمل دخل کو حیرت انگیز حد تک بڑھا دیا اور ان کے راستے میں حائل بہت سی رکاوٹیں دور کر دیں۔

بلیک واٹر کی آمدنی اور منافع اپنی جگہ ایک ٹھوس حقیقت ہے لیکن اسے حقیقی شہرت اس وقت ملی، جب اس نے 2002ء میں سکیورٹی اور دفاع کے نام پر گوریلے کرائے پر دستیاب ہیں کی مہم کا آغاز کیا۔ اس ''خدمت'' سے سب سے پہلے فائدہ اٹھانے والی تنظیم سی آئی اے تھی۔ چند ماہ کے اندر افغانستان پر امریکی قبضہ ہو گیا اور عراق پر چڑھائی کی منصوبہ بندی ہونے لگی تو بلیک واٹر کی پانچوں گھی میں ہو گئیں۔ تاہم سر ابھی کڑاہی سے باہر ہی رہا۔

سی آئی اے کی طرف سے بلیک واٹر کو سب سے پہلا جو سکیورٹی کنٹریکٹ ملا اس کی رُو سے بلیک واٹر کو کابل میں سی آئی اے اسٹیشن کے لئے 20 سکیورٹی گارڈز فراہم کرنے تھے۔ اس خدمت کے لئے سی آئی اے نے بلیک واٹر کو 5.4 ملین ڈالر ادا کئے۔ اس پہلے کنٹریکٹ کی تعمیل میں بلیک واٹر کے جو بیس آدمی کابل پہنچے، ان

میں پرنس اور اس کا ایک قریبی ساتھی جس اسمتھ بھی شامل تھا۔ کابل میں سی آئی اے اسٹیشن اور ایئرپورٹ تنصیبات کی حفاظت کے علاوہ بلیک واٹر نے افغانستان میں پاکستانی سرحد سے چار میل کے فاصلے پر واقع SHKIN کے خطرناک مقام پر سی آئی اے کا تفتیشی مرکز قائم کرنے کی خدمت بھی انجام دی۔ سکیورٹی کا یہ حصار قائم کرنے میں پرنس اور اُس کے ساتھیوں کو دو ماہ لگے۔ اس کے بعد انہوں نے کابل میں سی آئی اے اسٹیشن کو محفوظ بنانے میں چار ماہ لگائے۔

ایرک پرنس اگرچہ سی آئی اے کا باقاعدہ رکن تو نہ تھا، تاہم اسے سی آئی اے کے بیشتر مراکز اور ہیڈ کوارٹرز تک براہِ راست رسائی حاصل تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ ایک بار کسی حکومتی شعبے کے ساتھ آپ منسلک ہو جائیں، جس کی اپنے ملک سے باہر بھی شاخیں ہوں تو لازمی بات ہے کہ جہاں کوئی مسئلہ پیدا ہو گا، وہاں آپ کو قسمت آزمائی کا موقع ملے گا۔ اس طرح بلیک واٹر کو قسمت آزمائی کا ایک اور سنہری موقع اس وقت ہاتھ آیا جب مارچ 2003ء میں امریکی فوجیں عراقی دارالحکومت بغداد میں داخل ہوئیں۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے علاوہ اعلیٰ سیاسی اور فوجی حلقوں میں ایرک پرنس کے اثر و رسوخ اور تعلقات کی وجہ سے بلیک واٹر کو عراق میں نہ صرف امریکی نمائندے کی حفاظت کے لئے سکیورٹی گارڈ فراہم کرنے کا ٹھیکہ مل گیا بلکہ ایک بڑی رقم کے عوض اسے عراق میں لڑنے کے لئے ایک معقول تعداد میں کرائے کے سپاہی بھی سپلائی کرنے کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ بلیک واٹر دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اب بش انتظامیہ کی باقاعدہ اتحادی تھی۔

وفاقی حکومت کے ساتھ معاملات میں بڑی رازداری برتی جاتی، جہاں کسی ایجنسی کو دوسری ایجنسی کے ساتھ طے پانے والے کسی کنٹریکٹ کی کانوں کان خبر نہ ہونے دی جاتی۔

31 مارچ 2004ء کو فلوجا کے شہر میں دن دہاڑے عراقی حریت پسندوں کے ہاتھوں چار امریکی فوجی مارے گئے تو دنیا پر پہلی بار عراق میں کرائے کے فوجیوں کی موجودگی کا راز آشکار ہوا اور بلیک واٹر کو غیر معمولی شہرت ملی۔ فلوجا کے شہر میں پیش

PdfStuff.blogspot.com

آنے والا یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ نہ تھا۔ یہ شہر غیر ملکی حملہ آوروں اور قابض افواج کے خلاف شدید مزاحمت اور احتجاج کی خصوصی شہرت رکھتا ہے۔ عراق پر امریکی حملے سے تقریباً ایک سو سال پہلے 1920ء میں برطانوی قابض فوجیوں کو بھی فلوجا کے شہریوں کے ہاتھوں اس طرح کے غم و غصے کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ایک ہزار برطانوی فوجی ہلاک کر دیئے گئے تھے۔

12 مئی 2003ء کو پال بریمر عراق کے لئے صدر بش کا خصوصی نمائندہ بن کر بغداد پہنچا اور دریائے دجلہ کے کنارے واقع صدر صدام حسین کے محل ری پبلکن پیلس میں رہائش اختیار کی اور تقریباً ایک سال تک اس امریکہ مخالف شورش زدہ ملک میں گزارا۔ ملک میں کرپشن کی موجودگی کے ساتھ پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی پیوند کاری نے اس ساری مدت کو اس کے لئے بڑا نفع بخش بنا دیا۔ جب وہ عراق سے نکلا تو سپیشل آڈٹ والوں نے 9 بلین ڈالر کے ایسے غیر واضح کھاتوں کا سراغ لگایا، جو مبینہ طور پر عراق کی تعمیر نو کے منصوبوں پر خرچ کئے گئے تھے لیکن ان کا کوئی ریکارڈ اور حساب کی تفصیل موجود نہ تھی۔

عراق میں بریمر کی تعیناتی شروع دن سے متنازعہ رہی اور اس کے قریبی ساتھیوں تک نے اس کی مخالفت کی۔ اسے حد سے بڑھا ہوا انتہائی موقع پرست شخص کہا گیا۔ عراق کے بارے میں اس کا علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ایک رکن نے اس صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ بش انتظامیہ کو عراق میں تقرری کے لئے کسی سپیشلسٹ کی نہیں بلکہ ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی، جو عراق کے قدرتی وسائل اور ذخائر کو بھرپور انداز سے آخری قطرے تک نچوڑ سکے اور اس معاملے میں وہ واقعی ایک لاجواب انتخاب تھا۔ اسے دہشت گردی کے خلاف جنگ کا ماہر گردانا جاتا اور وہ مال بنانا بھی جانتا تھا اور ساتھ میں اسے امریکہ کی ملٹی نیشنل کمپنیوں کے لئے امریکہ مخالف ملکوں میں رسائی کے لئے سہولتیں اور آسانیاں فراہم کرنے کا گُر بھی آتا تھا۔ اس کے سابق باس ہنری کسنجر نے اس کی تقرری پر کہا۔

''عراق کو نچوڑنے کے لئے اس سے زیادہ اور اچھا اور کوئی آدمی ہو ہی نہیں سکتا۔''

پال بریمر نے جنرل جے کارنر کی جگہ لی، جو عراق میں افغانستان کی طرز کی پٹھو حکومت کے قیام اور امریکہ کی مستقل موجودگی کا حامی اور پیشہ ور سپاہی تھا۔ واشنگٹن پوسٹ نے پال بریمر کے بارے میں لکھا کہ اس کے پینٹاگان میں ہاک گروپ کے ساتھ گہرے قریبی رابطے ہیں۔ ڈک چینی نے اپنے خصوصی معاون میک کارمیک کو بریمر کا نائب بنا کر بغداد بھجوایا تو اس کی تصدیق بھی ہو گئی۔ بغداد میں پال بریمر کا انداز خاصا شاہانہ تھا۔ عراقی، جو امریکیوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر خوش ہو رہے تھے، جلد ہی اس تلخ حقیقت سے آشنا ہو گئے کہ امریکیوں کا نمائندہ پال بریمر کسی طرح ان کے دکھ درد بانٹنے نہیں آیا اور اسے صدر صدام کا نقش ثانی کہنے لگے۔

پال بریمر عراق میں تعیناتی سے پہلے مختلف اوقات میں کئی کلیدی عہدوں پر فرائض انجام دے چکا تھا۔ ریگن کے عہد میں ہنری کسنجر کا نائب رہا۔ اس وقت دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے جس نظریے کا بڑے زور و شور سے پرچار کیا جاتا ہے، اسے پروان چڑھانے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے۔ 9/11 کا واقعہ پیش آیا تو پال بریمر ایک بڑی انشورنس کمپنی مارش اینڈ میکلین کا سینئر ایڈوائزر تھا۔ یہ کمپنی پالیٹکس اور اس سے متعلق بڑھتے خطرات کے معاملات میں ڈیل کرتی تھی۔ کمپنی کا ہیڈ کوارٹر ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں تھا جہاں اس کے 17 سو کارکن کام کرتے تھے، جن میں سے 295 اس حادثے کا شکار ہوئے۔

9/11 کے اڑتالیس گھنٹے بعد وال اسٹریٹ جرنل میں پال بریمر کا ایک مضمون چھپا جس میں اس نے لکھا کہ:

''وقت آ گیا ہے کہ ماضی کے برعکس دہشت گردوں کے خلاف آہنی ہاتھ سے نمٹیں اور جس سے ان کو یہ واضح سگنل ملے کہ اب ہم اس جنگ میں بہت سنجیدہ ہیں اور محض خالی خولی اعلانات اور دھمکیوں پر اکتفا نہیں کریں گے۔''

PdfStuff.blogspot.com

پال بریمر نے مزید لکھا کہ۔ ''اپنے مقصد کے حصول کی خاطر عالمی رائے عامہ کو زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ امریکہ پر لگے زخموں کو مندمل کرنے کے لئے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھایا جا سکتا ہے اور دہشت گردی کی جنگ میں دہشت گردوں سے ہمدردی رکھنے یا پناہ دینے والے کسی بھی ملک کو اس کی قیمت چکانی ہوگی۔''

9/11 کے ایک ماہ بعد بریمر نے اپنی انشورنس کمپنی میں بحرانی حالات میں خطرات کے سدباب کا ایک نیا شعبہ قائم کیا، جس نے دہشت گردی کے واقعات اور اس کے نتیجے میں ہونے والے نقصانات کی وجہ سے کمپنی کو بزنس اور پال بریمر کو سکیورٹی سپیشلسٹ کا نام ملا۔ وسط اپریل 2003ء میں ڈک چینی کے نمائندوں نے پال بریمر سے رابطہ کر کے اسے مقبوضہ عراق کا نظم ونسق چلانے کی پیش کش کی۔ پال بریمر کے عراق پہنچنے کے بعد وسط اگست میں صرف تین ماہ بعد بغداد میں امریکی فوجیوں اور ان کا ساتھ دینے والے عراقیوں پر حملے اور مزاحمت شروع ہوگئی اور رفتہ رفتہ روز کا معمول بن گئی۔

12 اگست کو پال بریمر نے ان واقعات کو دہشت گردی کی خوف ناک وارداتیں قرار دے کر انہیں سختی سے کچلنے کے لئے اقدامات کرنے کا فیصلہ کیا۔ پھر بعد میں جو انتشار اور بدنظمی پھیلی، اس نے بلیک واٹر کے لئے مالی کامیابیوں کے دروازے کھول دیئے۔ 27.7 ملین ڈالر کی خطیر رقم سے پال بریمر کے لئے ذاتی سکیورٹی گارڈ کی خدمات حاصل کی گئیں اور دو ہیلی کاپٹر حاصل کئے گئے۔ عراق کی تعمیر نو کے لئے پال بریمر کے لئے باہر نکلنا اور مختلف علاقوں میں نقل وحرکت ضروری تھی۔ لیکن اس میں جان کا خطرہ تھا۔ سیکرٹ سروس والوں نے ملک کی صورتِ حال اور عوامی مزاج کو دیکھتے ہوئے بریمر کی حفاظت سے معذوری ظاہر کر دی تو بلیک واٹر سے رابطہ ہوا اور ان کی خدمات حاصل کرنا پڑیں۔

قدرے نمایاں عوام کی کثریت کا مطالبہ تھا کہ ملک میں عام انتخابات کرائے جائیں۔ پال بریمر نے اُن کی خواہشات کو نظرانداز کرتے ہوئے ملکی انتظام چلانے کے لئے 35 رکنی ایڈوائزری کونسل بنا دی، جس پر اسے مکمل کنٹرول حاصل تھا اور وہ

اس کے کسی بھی فیصلے کو ویٹو کر سکتا تھا۔

عراق میں سنی اور شیعہ گروپوں کا اپنا اپنا وسیع قابل ذکر حلقہ اثر موجود تھا لیکن پال بریمر کی ایڈوائزری کونسل میں ان کی شمولیت ممنوع قرار پائی۔ ان قوتوں کو مشاورت کے عمل سے الگ اور لاتعلق کرنے کا نتیجہ تھا کہ قابضین کی نیت بارے شکوک وشبہات پھیلنے لگے اور پال بریمر کی آمد کے ایک ماہ کے اندر ہی قومی تحریک کی باتیں شروع ہوگئیں۔ مشاورتی کونسل کے قیام کی راہ ہموار کرنے کے لئے امریکیوں نے اجلاس بلایا تو ایک قبائلی سردار ریاض ال اسدی نے میٹنگ کے بعد بتایا کہ عراق کی صورتِ حال ٹائم بم کی سی ہے۔ امریکیوں نے اس ملک پر سے اپنا قبضہ جلد ختم نہ کیا تو یہ بم خوف ناک دھماکے سے ان کے منہ پر پھٹے گا۔ قبائلی سردار کا کہنا تھا کہ امریکیوں سے لڑائی ابھی صرف صدام حسین کے لوگ لڑ رہے ہیں۔ عام عراقی ابھی اس جنگ میں شریک نہیں۔ ان کے جنگ میں شامل ہو جانے سے امریکی بڑی مشکل میں پھنس جائیں گے۔

پال بریمر نے عراقیوں کے کسی مطالبے اور آواز پر کان نہیں دھرا اور دھمکی دی کہ ہم شرپسندوں سے جنگ لڑیں گے اور ان پر اپنی حکمرانی قائم کریں گے اور امن وامان کے قیام کو یقینی بنانے کے لئے ضروری ہوا تو انہیں قتل بھی کریں گے۔

جولائی 2003ء تک پال بریمر نے اپنے آپ کو عراق کا وکیل اور ترجمان ثابت کرنے کے لئے جمع متکلم کا صیغہ استعمال کرنا شروع کر دیا۔ ہم بہت جلد ایک امیر ملک بن جائیں گے۔ ہمارے پاس تیل کی دولت ہے۔ ہمارے پاس پانی ہے۔ زرخیز زمین ہے اور باہمت لوگ ہیں۔

امریکی رسالے ٹائم کی رپورٹ کے مطابق جولائی ہی میں اس نے عراق کے قومی عجائب گھر کا دورہ کیا۔ یہ عجائب گھر جنگ سے قبل اپنے قدیم تاریخی نوادرات اور تہذیب وثقافت کے نایاب وکمیاب نمونوں کی وجہ سے خصوصی اہمیت اور شہرت کا حامل تھا۔ جنگ میں امریکی فوجیوں نے ان نوادرات اور قیمتی اشیاء پر خوب ہاتھ صاف کئے اور کچھ کوریج کے لئے ان کے ساتھ آنے والے غیر ملکی صحافی لے

PdfStuff.blogspot.com

اُڑے۔ لیکن اس لوٹ مار کے باوجود یہاں بہت کچھ باقی تھا۔ پال بریمر، عجائب گھر کے مختلف حصوں سے ہوتا ہوا زمانہ قدیم کی جیولری والے حصے میں پہنچا تو خوب صورت جیولری دیکھ کر بے ساختہ پوچھا۔

''ان میں سے اپنی بیوی کے لئے میں کون سی جیولری لے جا سکتا ہوں؟''

منتظمین ابھی جواب سوچ رہے تھے کہ سکیورٹی سٹاف کے ایک رکن نے آگے بڑھ کر اس کے کان میں سرگوشی کی اور اسے محل والے ہیڈ کوارٹر کے پاس چار دستی بم پھٹنے کی اطلاع دی اور وہ اپنی بکتر بند گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چل دیا۔ بعد میں اسی دن شام کو ایک امریکی فوجی کو گولی مار دی گئی، جو عجائب گھر کے باہر کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

پال بریمر نے بغداد میں اپنی آمد کے بعد عراق کی تعمیر و ترقی کے نام پر جتنے بھی منصوبے بنائے یا اقدامات کئے، ان کا بنیادی نقطہ یہی تھا کہ عراق میں تیل کی صنعت کی نج کاری کے عمل کو تیز سے تیز تر کر دیا جائے۔ آرڈر نمبر 37 جاری کر کے کارپوریٹ ٹیکس کی شرح چالیس فیصد سے کم کر کے پندرہ فیصد کر دی گئی۔ آرڈر 38 کی رُو سے غیر ملکی کمپنیوں کو عراقی اثاثوں کی سو فیصد ملکیت حاصل کرنے کی اجازت مل گئی اور ان پر عراق میں کمایا ہوا اپنا منافع باہر منتقل کرنے کی پابندی ختم کر دی گئی۔ آرڈر نمبر 39 نے غیر ملکی کمپنیوں کے لئے چالیس سال تک کے لئے لیز معاہدے کرنے کی راہ کھول دی۔ آرڈر 40 میں غیر ملکی بنکوں کو عراق میں شاخیں کھولنے کے لئے اسی طرح کی پُرکشش ترغیبات دی گئیں۔ ان تمام احکامات پر فوری عمل درآمد کا آغاز ہوا اور عراق، جو دنیا میں ایک تنہا ملک تھا، کاغذی کارروائی کے نتیجے میں راتوں رات دنیا کی سب سے بڑی کھلی منڈی بن گیا۔ لیکن عراق کے مقامی بینکنگ سسٹم کا بھٹہ بیٹھ گیا اور اس کی معیشت اور معاشی نظام میں شکست و ریخت ہونے لگی۔

عجیب بات ہے کہ عراق میں سب سے اعلیٰ امریکی عہدیدار اور عراق پر امریکی قبضے اور اقتدار کی علامت قرار دیئے جانے والے حاکم اعلیٰ پال بریمر کی سکیورٹی کے

لئے نہ امریکی حکومت تیار تھی، نہ عراقی یہ خدمت انجام دینا چاہتے تھے اور اس کی حفاظت اور سکیورٹی کے تمام تر انتظامات ایک پرائیویٹ کمپنی کے کرائے کے سپاہیوں کو سنبھالنے پڑے۔ یہ امریکی فوج کی تاریخ اور مروّجہ طریق کار میں بہت بڑی تبدیلی تھی۔ اب تک حساس نوعیت کے کسی مشن میں کسی پرائیویٹ کنٹریکٹرز کو شریک کرنا ایک ناپسندیدہ فعل خیال کیا جاتا تھا، جس میں اس کے ارکان کھلے عام آتشیں اسلحے کی نمائش کرتے پھریں۔ لیکن عراق میں یہ روایت توڑ دی گئی۔

پال بریمر کے ساتھ بلیک واٹر کا حفاظتی عملہ سرتاپاؤں آتشیں اسلحہ سے لیس ہوتا۔ بلیک واٹر کے علامتی نشان ریچھ کے پنجے والی کالی ٹی شرٹ اور کالی عینک پہنے نقاب پوش باڈی بلڈر محافظ کمر میں پستول، خنجر، بم اڑسے اور ہاتھ میں ہلکی مشین گن لئے ہوتے۔ قافلہ چلتا تو فضا میں ہیلی کاپٹر ساتھ چلتے جن میں ماہر نشانچی ہوتے اور سڑکوں پر چلتی گاڑیاں اِدھر اُدھر ہو کر قافلے کو گزرنے کا راستہ دے دیتیں۔ راستہ روکنے یا رکاوٹ پیدا کرنے والے پر بے دریغ فائر کھول دیا جاتا۔ یہ سب کچھ بلیک واٹر کی ضرورت تھی۔ پال بریمر کو ساتھ زندہ رکھ کر چلنا ان کا مشن تھا اور اس مشن میں کامیابی ہی کمپنی کے لئے دنیا بھر میں مارکیٹنگ کے نئے دروازے کھول سکتی تھی کہ بلیک واٹر اگر عراق میں پال بریمر جیسے انتہائی ناپسندیدہ، غیر مقبول شخص، جس کی جان کے درپے پورا عراق تھا، وہ اس کی سکیورٹی جیسا خطرناک مشن کامیابی سے انجام دے سکتی ہے تو اس کے لئے دنیا میں سکیورٹی کا کوئی مشن بھی ناممکن نہیں۔ یاد رہے، اسامہ بن لادن نے بھی انہی دنوں اپنے ایک ویڈیو پیغام میں اعلان کیا تھا کہ جو شخص عراق پر قابضین پال بریمر یا امریکہ کے چیف کمانڈر یا عراق میں اس کے ڈپٹی کو قتل کرے گا، اسے دس ہزار گرام سونا دیا جائے گا۔ اسی طرح عراق میں مزاحمتی گروپ کی طرف سے بار بار بلیک واٹر گارڈز کو ہلاک کرنے والے کے لئے پچاس ہزار ڈالر انعام کی پیش کش ہوئی۔

امریکہ کی خفیہ ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق پال بریمر کی جان کو دنیا کے کسی بھی حصے میں سخت خطرہ لاحق تھا اور کسی بھی وقت اس پر قاتلانہ حملہ ہو سکتا تھا۔ ایک

PdfStuff.blogspot.com

بارمحل کے عراقی حجام کے ہاتھوں اس پر قاتلانہ حملے کا منصوبہ بنایا گیا کہ وہ بال بنوانے آئے تو حملہ کر دیا جائے۔ اس واقعے کے بعد بریمر نے محل کے اندر نچلی منزل پر حویلی میں رہائش اختیار کر لی، جہاں کبھی قصیٰ حسین کی ساس رہا کرتی تھی۔ دسمبر 2003ء میں اس پر ایک زبردست حملہ ہوا۔ چھ دسمبر کی رات ڈیفنس سیکرٹری، ریمز فیلڈ کو بغداد ایئرپورٹ پر الوداع کہہ کر واپس آ رہا تھا کہ راستے میں اس کے قافلے پر حملہ ہو گیا۔ حملہ بھرپور تھا۔ بکتر بند گاڑی کو نقصان پہنچا۔ تاہم بلیک واٹر گارڈز اسے بحفاظت نکال کر لے گئے۔

پال بریمر کی پالیسیوں اور بلیک واٹر گارڈز کی کارستانیوں اور جواب دہی سے استثنیٰ نے عراقیوں کے دلوں میں اس کے خلاف کوٹ کوٹ کر نفرت بھر دی تھی۔ دوسری طرف خود اس نے اپنے بارے میں دوسرا صدام حسین ہونے کے تاثر کو ہوا دینے میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔

دسمبر 2003ء میں محل کے صحن میں ایستادہ صدام حسین کے چار دیو قامت بالائی دھڑوں کو ہٹوانے پر 27 ہزار ڈالر خرچ کر ڈالے۔ پہلا دھڑ ہٹایا گیا تو اس نے کہا میں ان کو دیکھ دیکھ کر اُکتا گیا ہوں۔ اب انہیں یہاں سے ہٹانے کا وقت آ گیا ہے۔ ایسے وقت میں جبکہ عراق کی پوری معیشت ملبے کا ڈھیر بنی ہوئی تھی، اس حرکت پر کوئی بھی تنقید ہوتی، بجا تھی۔

عراق میں پورے قیام کے دوران پال بریمر بلیک واٹر کے حفاظتی حصار میں ہی رہا لیکن اس ساری مدت کے دوران ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں میں بلیک واٹر کا ذکر شاذ و نادر ہی کہیں پڑھنے اور سننے میں آیا ہو، انہیں ہمیشہ پال بریمر کے سکیورٹی گارڈز یا باڈی گارڈز ہی کہا گیا یا کبھی کبھار کسی نے انہیں سیکرٹ ایجنٹ کہہ دیا۔ بلیک واٹر کو پال بریمر کی سکیورٹی کا ٹھیکہ ملنے کی دیر تھی کہ کرائے پر اپنی خدمات پیش کرنے والی کنٹرول رسک گروپ، ڈائن کارپ، ایرنی، ریجنسی، آرموگروپ ہارٹ، کرول اور سٹیل فاؤنڈیشن جیسی بہت سی کمپنیوں نے عراق پر یلغار کر دی۔ کئی کمپنیوں کی شاخیں پہلے ہی یہاں موجود تھیں۔ انہوں نے نہ صرف دھڑا دھڑ مقامی باشندوں کو

بھرتی کرنا شروع کر دیا بلکہ دنیا بھر میں اپنے دفاتر کھول لئے۔ تاہم مسابقت کی اس دوڑ میں بلیک واٹر کا ہی پلّہ بھاری رہا کہ اس کے امریکی سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، مقامی انتظامیہ اور برطانوی حکومت کے ساتھ روابط دوسری کمپنیوں کے مقابلے میں زیادہ گہرے تھے۔ جنگ اور مزاحمت کی وجہ سے سارا عراق سکیورٹی رسک بنا ہوا تھا۔ دوسری کمپنیوں کو بھی آسانی سے اس میں سے حصہ مل گیا۔ انہیں تیل کی تنصیبات غیر ملکی سفارت خانوں یا سرکاری عمارتوں کی حفاظت و نگرانی سونپی گئی جبکہ بہت سی کمپنیوں نے ہالی برٹن، کے بی آر، جنرل الیکٹرک اور بیچل جیسے بڑے وار کنٹریکٹرز کے ساتھ اشتراک کر لیا۔

کرائے کے ان سپاہیوں میں سب سے زیادہ قیمت بحریہ کی سابق سپیشل فورس نیوی سیل، ڈیلٹا فورس، گرین بیرٹس، رینجرز اور میرین، برطانوی ایس اے ایس، آئرش رینجرز اور آسٹریلوی ایس اے ایس کی لگتی ہے۔ نیپالی گورکھے، سربیا کے جنگجو اور فجی کے فوجی ان کے مقابلے میں نسبتاً کم معاوضہ پاتے ہیں۔ یہ لوگ اکثر شاکی رہتے ہیں کہ کام تو ہم بھی وہی کرتے ہیں، جو یہ کرتے ہیں، پھر ان کے مقابلے میں ہمارا معاوضہ کیوں کم ہے؟ ان پیشہ ور افراد کے ساتھ بہت سے ایسے جرائم پیشہ لوگ بھی آن ملے ہیں، جو معاوضہ تو بہت کم پاتے ہیں لیکن کام حیرت انگیز سفاکی سے انجام دیتے ہیں اور دہشت و خوف کی علامت ہیں۔ ان میں جنوبی افریقہ کے بہت سے بدنامِ زمانہ علیحدگی پسند قبائل کے تارکینِ وطن بھی شامل ہیں۔

جون 2004ء میں پال بریمر نے جب عراق چھوڑا تو ملک میں بیس ہزار سے زیادہ پرائیویٹ سولجرز موجود تھے اور عراق ایک ایسا وائلڈ ویسٹ تھا، جہاں کسی شیرف کا وجود نہ تھا جو قتل و غارت کرنے والوں کا ہاتھ روکتا۔ سرکاری طور پر سکیورٹی کنٹریکٹرز کی مد میں دو ارب ڈالر سے زائد رقم خرچ کی گئی، جو عراق کی تعمیرِ نو کے لئے مختص بجٹ کا 30 فیصد سے زیادہ تھی عراق پر قبضے سے ''دی اکنامسٹ'' کی ایک رپورٹ کے مطابق برطانیہ کی فوجی کمپنیوں کی آمدن جو جنگ سے پہلے 320 ملین تھی، 2004ء کے اوائل تک 1.6 بلین سے متجاوز ہو گئی۔ ایک خبر کے مطابق

PdfStuff.blogspot.com

سپیشل فورس کے سابق ارکان عراق میں کرائے کے سپاہیوں کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں، حاضر سروس میں موجود ارکان کی تعداد ان سے کہیں کم ہے۔ برطانوی کمپنی ایرینس نے ایک سال کے اندر عراق میں 14 ہزار افراد پر مشتمل اپنی پرائیویٹ فوج کھڑی کر دی۔ ان میں احمد جلابی کی تنظیم فری عراق فورس کے ارکان بھی شامل تھے۔

کرائے کے ان لوگوں نے عراق میں کیا کیا اودھم مچایا، کتنے لوگ قتل کئے اور خود کتنے مارے گئے یا زخمی ہوئے، ان تمام سوالوں اور اس جیسے اور بہت سے دوسرے سوالوں کے جواب ہنوز تشنہ ہیں کہ ملک میں ان کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والا کوئی موجود نہیں۔ اب تک بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے ضمن میں کسی امریکی پرائیویٹ کنٹریکٹرز پر مقدمہ بھی نہیں چلا جبکہ ان کے سیاہ کارناموں اور قتل و غارت کی ایک دنیا گواہ ہے۔ عراق میں پھیلی انراتفری اور انتشار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بلیک واٹر نے پال بریمر کی اشیر باد سے بغداد، عمان اور کویت میں کئی نئے دفاتر کھول لئے۔ عراق آگ میں جل رہا ہے لیکن کرائے کے سپاہیوں اور بلیک واٹر کا مستقبل بہرحال روشن اور تابناک ہے۔

بلیک واٹر کو اگرچہ فلوجا میں چار امریکی فوجیوں کی موت کے واقعے سے شناخت ملی اور دنیا عراق میں اس کے کردار اور وجود سے آگاہ ہوئی لیکن صرف عراق ہی دہشت گردی کے خلاف جنگ کا واحد محاذ نہیں تھا، جہاں بلیک واٹر سرگرمی تھی بلکہ جولائی 2004ء میں ان کی خدمات تیل اور گیس کے ذخائر سے مالا مال بحیرہ کیسپین کے علاقے میں بھی حاصل کی گئیں اور مشن دیا گیا کہ ایرانی سرحد کے شمال میں امریکی اڈہ قائم کر کے رازداری اور خاموشی سے امریکی بحریہ کے کمانڈوز نیوی سیل کی طرز پر ایک لڑاکا فورس تیار کریں۔ دفاعی مبصرین نے اس امریکی منصوبے کو علاقے میں گریٹ گیم کا نام دیا۔

فلوجا کے واقعے کے بعد بلیک واٹر کو عراق میں اگرچہ کئی نئے کنٹریکٹ مل گئے لیکن ان کے ساتھ ساتھ اس نے داؤ پر لگے کئی ایسے اہم منصوبوں کی حفاظت اور

نگرانی میں بھی مدد جاری رکھی، جن کے ساتھ قومی سلامتی کے ادارے سے وابستہ کئی سرکردہ اور بااثر شخصیات کے نام اور مفادات وابستہ تھے۔ ان میں ہنری کسنجر، جیمز بیکر سوئم اور ڈک چینی کے نام قابل ذکر ہیں۔

امریکہ شروع دن سے دنیا میں پٹرول کے ذخائر پر قبضے کی خواہش میں مبتلا ہے۔ یہ 1991ء کی خلیجی جنگ یا 2003ء میں عراق پر چڑھائی کا نتیجہ نہیں۔ جن دنوں عراق اور دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کی خبریں دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ کی شہ سرخیوں کا موضوع بنی ہوئی تھیں امریکی حکومت اور اس کے تجارتی ادارے جنگ کے متوازی خاموشی سے ایک اور نعمت غیر مترقبہ کے حصول کے لئے منصوبہ بندی میں لگے تھے کہ کسی طرح اس کے ثمرات بھی سمیٹ لئے جائیں۔ یہ نعمت خداوندی بحیرہ کیسپین کے علاقے میں تیل کی صورت میں تھی، جہاں کبھی سوویت روس کی بلاشرکت غیرے عملداری تھی اور خیال کیا جاتا تھا کہ یہاں ایک سو بلین بیرل سے زیادہ تیل موجود ہے۔

1991ء میں سوویت یونین کے زوال کے بعد واشنگٹن اور اس کے اتحادیوں نے اسے سنہری موقع جانا کہ دنیا میں قدرتی وسائل کے ایک بڑے ذخیرے کو ماسکو کی گرفت سے چھین لیا جائے۔ بڑی بڑی ملٹی نیشنل آئل کمپنیاں اس علاقے پر گدھوں کی طرح ٹوٹ پڑیں جبکہ امریکہ اور اس کے حواریوں نے خطے میں واقع پریشان حال اور شکستہ سابق روسی ریاستوں پر ڈورے ڈالنے اور مستقبل میں ترقی و خوشحالی کے سبز باغ دکھانے شروع کر دیئے۔

آئل کمپنی ''یونوکال'' نے 1990ء میں تاجکستان سے افغانستان کے راستے پائپ لائن بچھانے کی سرتوڑ کوشش کی تھی۔ یہ ایک ایسا منصوبہ تھا، جس پر بلیک واٹر کے ایرک پرنس اور اس کے دوست پال بریمر کی بھی نظر تھی۔ قازقستان اور آذر بائیجان کی بھی اس میں دلچسپی تھی اور جارجیا کے لئے بھی یہ خصوصی اہمیت اور دلچسپی کا حامل تھا۔ تاجکستان کا روٹ بڑا مشکل اور جغرافیائی نقطہ نظر سے پیچیدہ تھا۔ تیل کمپنیوں، وائٹ ہاؤس اور سابق امریکی انتظامیہ کے انتہائی بااثر سیاسی کھلاڑیوں کو

PdfStuff.blogspot.com

متبادل راستے کی تلاش اور فکر ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی یہ اڑچن آن پڑی کہ سمندر کے ساتھ علاقے کی دو بڑی طاقتوں روس اور ایران کی سرحدیں بھی ملتی تھیں اور ان دونوں کے نزدیک اس علاقے میں امریکہ کی موجودگی کسی خطرے سے خالی نہ تھی۔ 1997ء تک ایک طاقت ور امریکی کنسورشیم نے بحیرہ کیسپئن کے قدرتی وسائل تک پہنچنے کے لئے زبردست جدوجہد کی۔ ایموکو، انوکال، ایکسون، پینزول جیسی معروف امریکی تیل کمپنیوں نے آذربائیجان میں نہ صرف اربوں ڈالر کی سرمایہ کاری کی بلکہ اربوں ڈالر مزید کی سرمایہ کاری کا پروگرام بھی بنایا۔ اس سے انہیں آذربائیجان میں قدم جمانے کا موقع ملا۔ انہی دنوں نیویارک ٹائمز میں ان امریکی شہریوں کی ایک لمبی چوڑی فہرست شائع ہوئی جو آذربائیجان کے تیل سے رقم بنانا چاہتے اور وہاں سرمایہ کاری کرنے میں دلچسپی رکھنے والوں میں پیش پیش تھے۔ ان میں ہنری کسنجر اور ڈک چینی سمیت امریکی انتظامیہ اور وائٹ ہاؤس کے دوسرے کئی اعلیٰ حکومتی عہدیدار شامل تھے۔

کلنٹن انتظامیہ نے کیسپئن کے تیل کے ذخائر اور وسائل کے حصول کی خاطر آذربائیجان کے صدر سے اگست 1997ء میں وائٹ ہاؤس میں دو گھنٹے کی طویل نشست کی اور اسے رام کرنے کی کوشش کی۔ ان کوششوں کا نتیجہ بش حکومت میں آ کر نکلا اور پائپ لائن کے ایک دیرینہ امریکی خواب کو تعبیر ملی۔ مئی 2001ء میں ڈک چینی کی انرجی ٹاسک فورس نے تخمینہ لگایا کہ کیسپئن کے صرف آذربائیجان اور قازقستان سیکٹر میں موجود تیل کی مقدار بیس بلین بیرل کے لگ بھگ ہے، جو شمالی سمندر میں واقع تیل کے ذخائر سے تھوڑی زیادہ اور امریکہ سے قدرے کم ہے۔

چینی گروپ نے اندازہ لگایا کہ اگر امریکہ کو روس کے کنٹرول سے آزاد بحیرہ کیسپئن سے مغرب کی طرف ایک بڑی پائپ لائن مل جائے تو کیسپئن سے روز تیل کی عالمی منڈیوں میں سپلائی 2005ء تک 2.6 ملین بیرل تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ جبکہ امریکہ، پرائیویٹ کمپنیوں اور خطے کے ممالک سے مل کر ایسے متبادل ''ایکسپورٹ روٹ'' کی تلاش میں تھا، جو نہ صرف محفوظ ہو بلکہ معاشی نقطۂ نظر سے

بھی قابلِ عمل قرار پائے۔ 2005ء میں تیل ایکسپورٹ کرنے والے دوسرے ملکوں میں ایران کی ایکسپورٹ 2.6 ملین بیرل روز کی تھی جبکہ وینزویلا کی 2.2 ملین بیرل اور کویت کی 2.3 ملین بیرل، نائیجیریا کی 2.3 ملین بیرل اور عراق کی 1.3 ملین بیرل روزانہ تھی۔

سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد کیسپئن کے خطے میں تیل تک رسائی واشنگٹن کے لئے خاصی دشوار ثابت ہوئی۔ کلنٹن کے عہد صدارت میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے آذربائیجان کی امداد کی آڑ میں آذربائیجان کے دارالحکومت باکو کے شمالی علاقے میں مغربی کیسپئن میں تیل کی تلاش کا منصوبہ تراشا تھا۔ خیال تھا کہ باکو سے ایک بڑی پائپ لائن کے ذریعے تیل تلیسی، جارجیا سے ترکی کے راستے بحیرہ روم کی بندرگاہ CE YHAN تک پہنچایا جائے گا، جہاں سے مغرب کی منڈیوں میں اس کی ترسیل زیادہ مشکل نہ ہوگی۔ اس منصوبے کا سیدھا سادا مطلب کیسپئن کے تیل کی برآمد پر روس کی رہی سہی اجارہ داری کا خاتمہ اور امریکہ کو سابق روسی حدود تک اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کھلی چھوٹ دینے سے کم نہ تھی۔ 1994ء میں منصوبے کا آغاز ہوا تو علاقے میں موجود تیل کے ذخائر کی مقدار کا اندازہ 230 بلین بیرل تھا۔ یہ مقدار امریکہ کے منظور شدہ ذخائر سے آٹھ گنا زیادہ تھی۔ کلنٹن کے عہد صدارت کے آخری دنوں میں منصوبے پر اٹھنے والے بھاری بھرکم اخراجات اور ناکامی کے خدشات کے پیش نظر پراجیکٹ ختم کرا دیا گیا۔ ان دنوں کیسپئن کے کنارے واقع ملکوں میں نہ صرف غیر مستحکم حکومتیں قائم تھیں بلکہ ان میں کرپشن بھی انتہا کی تھی۔ پھر یہ حکومتیں اپنی نام نہاد آزادی کے باوجود ابھی تک ماسکو کے زوال پذیر دائرہ اثر میں تھیں۔ چنانچہ یہ انتہائی مہنگا منصوبہ کسی وقت بھی تخریب کاری کا نشانہ بن سکتا تھا۔ تاہم امریکہ کے دل میں کیسپئن کے وسائل کو اپنے زیر اثر لانے کی خواہش کم نہ ہوئی اور اس کے لئے کسی نہ کسی شکل میں منصوبہ بندی جاری رہی۔ جب بش نے اقتدار سنبھالا تو تیل کمپنیوں کے مالکان وائٹ ہاؤس میں انتظامیہ کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھے۔ 22 ستمبر 2002ء تک گیارہ سو میل لمبی کیسپئن پائپ لائن کی

PdfStuff.blogspot.com

تعمیر شروع ہوگئی۔ بی بی سی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ایسا منصوبہ ہوگا، جس کی تکمیل سے پائپ لائن کے علاقائی نیٹ ورک پر ایک طرف روس کی مضبوط گرفت ختم ہو جائے گی بلکہ دوسری طرف ایران بھی اس میدان میں تنہا رہ جائے گا۔

کیسپئن پراجیکٹ سے امریکہ کو بڑی توقعات وابستہ تھیں۔ یہ اس کے ترتیب دیئے ہوئے نقشے کے مطابق مکمل ہو جاتا تو اس کے سارے دلدر دُور اور خسارے ختم ہو جاتے اور اتنے بڑے پٹرول گیس کے حقوق ملکیت مل جاتے کہ آئندہ ایک سو برس تک پوری دنیا کی پٹرول کی ضرورتیں پوری کر سکتا تھا۔ وسط ایشیا اور کیسپئن کے علاقے میں پٹرول اور وہاں کے قدرتی وسائل ایک زندہ حقیقت تھے۔ اب تک ان علاقوں پر روس کی عملداری تھی اور امریکہ کی کوئی تدبیر اور چال اس کے آگے کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ روس کی شکست و ریخت کے بعد وسط ایشیائی ریاستیں روسی تسلط سے آزاد ہوگئیں۔ لیکن امریکہ کے لئے اب بھی اس کے منصوبے کی تکمیل میں ایک امکانی رکاوٹ موجود تھی اور وہ تھی مجوزہ پائپ لائن کی گزرگاہ اور پڑوس میں چیچنیا اور یران کی صورت میں امریکہ مخالف اور دشمن ملکوں کی موجودگی۔

بش انتظامیہ نے خطے میں تبدیلی لانے کے لئے متعدد ایسی کوششیں کیں کہ ان کے نتیجے میں کسی ایک ملک میں اس کی دوست حکومت برسرِ اقتدار آ جائے اور واشنگٹن بلیک واٹر اور دوسری امریکی جنگی مشینری کی مدد سے اس سابق روسی علاقے میں اپنے پاؤں جما لے۔

2003ء میں بش انتظامیہ نے جارجیا کے ایڈورڈ شیورڈ ناٹیزے کی حکومت کا تختہ اُلٹنے میں مدد کی، جو ایک عرصے سے امریکہ کا اتحادی چلا آ رہا تھا اور علاقے میں امریکہ کا سب سے بڑا اسٹریٹیجک پارٹنر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ماسکو سے اپنے بڑھتے ہوئے رابطوں کی وجہ سے امریکہ کا معتوب ٹھہرا۔ شیورڈ ناٹیزے نے امریکہ کے ساتھ یہ زیادتی کی تھی کہ علاقے میں ڈرلنگ اور پائپ لائن بچھانے کے حقوق روسی فرموں کو دے دیئے اور اس طرح واشنگٹن کے عظیم کیسپئن منصوبے کی تکمیل میں

رکاوٹ بن گیا تھا۔ اس زیادتی کی اسے یہ سزا ملی کہ نومبر 2003ء میں انقلاب گلاب کے نتیجے میں شیورڈ ناٹیزے کو اقتدار چھوڑنا پڑا۔ نئی حکومت امریکہ کی زبردست حامی اور وفادار تھی۔ اقتدار سنبھالنے کے بعد نئے صدر نینو برڈز ہانڈزے نے سب سے پہلے جو ٹیلی فون کال کی، وہ تیل کی دنیا کے ایک بہت بڑے تاجر کے نام تھی، جس میں اسے پائپ لائن کے معاملات بحسن وخوبی طے پا جانے کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ جارجیا میں امریکی آشیر باد سے اقتدار سنبھالنے سے تھوڑا عرصہ پہلے وہاں کے لیڈر میخائل ساکشوینی نے اعلان کیا تھا کہ جارجیا میں طے پانے والے تمام حساس معاہدے بالخصوص کیسپئن پائپ لائن سے متعلق معاہدے جارجیا کی زندگی موت کا مسئلہ ہیں۔ حکومت کی اس تبدیلی کے نتیجے میں جارجیا میں موجود روسی اڈے بند ہو گئے لیکن ساتھ ہی جارجیا کو امریکہ کی طرف سے ملنے والی فوجی امداد میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

2004ء کے اوائل میں ڈیفنس سیکرٹری ریمز فیلڈ نے واشنگٹن میں کیوبک فرم سے جارجیا کے لئے پرائیویٹ ملٹری کنٹریکٹرز کے لئے پندرہ ملین ڈالر کا تین سالہ معاہدہ کر لیا جس کے تحت ان کو شکست و ریخت سے دوچار روسی فوجی سسٹم کی جگہ لینی تھی۔ تعمیر نو کے لئے کیوبک کی بلیک واٹر ٹیم نے پائپ لائن کی حفاظت کو بہتر بنانا تھا، جس کے ذریعے کیسپئن کا تیل باکو سے جارجیا کے راستے ترکی پہنچایا جانا تھا، کے انتظامات کو بہتر بنانا تھا اور جارجیا امریکی امداد کے احسان کے بدلے میں پہلے ہی اپنے پانچ سو فوجی عراق میں لڑنے کے لئے بھجوانے پر رضامندی ظاہر کر چکا تھا۔

بش انتظامیہ کو بہ خوبی احساس تھا کہ تیل کی متنازعہ پائپ لائن جس جس ملک سے گزرے گی، وہاں اس کی حفاظت اور نگرانی کا مسئلہ درپیش ہوگا۔ واشنگٹن نے جارجیا کے لئے فوجی امداد میں اضافے کا اعلان کیا تو اپنا ہی ایک پرانا ملکی قانون راستے کی رکاوٹ بن گیا۔ یہ قانون ایک عشرہ قبل امریکی کانگریس نے منظور کیا تھا اور اس کی رُو سے آذر بائیجان کی فوجی امداد پر پابندی عائد کی گئی تھی، جہاں سے تیل نکالا جانا تھا۔ 1992ء میں کانگریس نے نگورنو کاراباخ کے مسئلے پر آذر بائیجان اور

PdfStuff.blogspot.com

آرمینیا کے درمیان خونیں نسلی فسادات کے نتیجے میں کسی بھی ملک کو اس طرح کی امداد پر پابندی عائد کی تھی۔ صدر بش نے 25 جنوری 2002ء کو کانگریس کے منظور کردہ قانون کی اس شق کو ختم کر کے امریکی فوجی امداد کا سلسلہ بحال کر دیا کیونکہ وائٹ ہاؤس کے مطابق عالمی دہشت گردی کے سد باب اور اس کے لئے لڑی جانے والی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جنگ کو کامیاب بنانے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا۔ سادہ الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ اس کے بغیر خطے میں امریکہ کے تیل سے وابستہ مفادات اور تحفظات کو یقینی بنانا ممکن نہ تھا۔

2003ء کے موسم خزاں میں سرکاری طور پر کیسپئن گارڈ کے نام سے ایک نئے منصوبے کا آغاز ہوا، جس کا مقصد قازقستان اور آذر بائیجان کی فوجی اور دفاعی صلاحیتیں بڑھانے کے لئے امداد فراہم کرنا تھا تا کہ جارجیا میں 135 ملین ڈالر کے امریکی منصوبے کی طرح یہاں بھی گوریلا اور سپیشل آپریشن فورسز کا ایک ایسا مربوط نیٹ ورک قائم کیا جائے، جو علاقے میں تیل اور پٹرول کے منافع بخش کاروبار سے منسلک کثیر المملکتی کاروباری اداروں کا تحفظ یقینی بنائے اور کیسپئن کے ہائیڈرو کاربن وسائل کسی قسم کی رکاوٹ کے بغیر مغربی منڈیوں تک پہنچتے رہیں۔

یہ ساری جدوجہد صرف تیل اور گیس کے گرد ہی نہیں گھومتی، تیل اور گیس اس طویل اور پُر پیچ کہانی کا صرف ایک حصہ اور جزو ہیں۔ قدرت نے بڑی فیاضی سے کیسپئن کو قدرتی وسائل سے نوازا ہے۔ ان کا حصول کسی کا بھی خواب اور خواہش ہو سکتی ہے۔ یہ کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا۔ واشنگٹن کو اس حقیقت کا بخوبی احساس تھا۔ ساری منصوبہ بندی اور تگ و دو اس نعمت اور انعام خداوندی کو اپنے حال اور مستقبل کے لئے محفوظ بنانے کی سلسلے کی کڑی تھی۔ صرف یہی نہیں، ایک وسیع تر تناظر میں آذر بائیجان کی جغرافیائی قربت مستقبل میں امریکہ کے لئے مشرق وسطیٰ میں داخلے اور ایران کے خلاف آپریشن میں، جس کی آئے دن دھمکیاں دی جاتی ہیں اور پروگرام بنائے جاتے ہیں، ایک گزرگاہ کا کام بھی دے سکتی ہے۔ آذر بائیجان اور تہران کے ساتھ سرحدیں رکھنے والے کئی ملکوں کو علاقے میں امریکی

فوجوں کی کھلی موجودگی پسند نہیں۔ ایران کا یہ واضح اعلان ہے کہ اس کے خلاف جارحیت میں امریکہ کے ساتھ تعاون کرنے والے ملک کے ساتھ اُس کی کھلی جنگ ہوگی۔

2004ء میں کیسپئن گارڈ کا پروگرام شروع ہوا تو آذر بائیجان کی پارلیمنٹ نے ایک قرارداد کے ذریعے اپنی سرزمین پر کسی غیر ملکی طاقت کو فوجی اڈے دینے کی مخالفت کر دی۔ یہ گویا ایران اور روس کے لئے خیر سگالی کا اشارہ تھا، جو آذر بائیجان اور امریکہ کے بڑھتے ہوئے فوجی تعلقات کے خلاف تھے اور اسے شک کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان تمام مفاہمتی اقدامات اور کوششوں کے باوجود زمینی حقیقت یہ تھی کہ آذر بائیجان کو امریکہ کی طرف سے جلد ہی وسیع پیمانے پر فوجی امداد ملنا شروع ہو گئی۔

2004ء کے اوائل میں امریکہ نے برائی کی قوتوں اور اتحاد کے رکن ایران کے خلاف اپنی مبالغہ آمیز مہم کا ڈول ڈالا تو پینٹاگون نے کیسپئن گارڈ کی چھتری تلے بلیک واٹر یو ایس اے کی خدمات حاصل کر لیں۔ ان کو آذر بائیجان میں تعینات کیا جانا تھا اور انہوں نے امریکی بحریہ کے گوریلوں کی طرز پر آذر بائیجان کی فورس تیار کرنا تھی، جس نے آگے چل کر امریکہ دشمن خطے میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو تحفظ مہیا کرنے کی اہم ذمہ داری سنبھالنی تھی۔ 2.5 ملین ڈالر کے عوض ایک سال کے لئے سخت جان اور جفاکش پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی بھرتی ایک کھلی پیش کی تھی۔ لیکن حیرت انگیز طور پر بلیک واٹر اس بولی میں حصہ لینے والی واحد پارٹی تھی اور اس کو یہ ''ٹھیکہ'' مل گیا تھا۔ پینٹاگون کی دستاویزات میں آذر بائیجان میں بلیک واٹر کا کام اور کردار مبہم اور غیر واضح رکھتے ہوئے صرف اتنا درج ہوا کہ یہ ٹریننگ میں معاونت کریں گے اور جنگ میں ہتھیار بندی کی تربیت دیں گے۔ اس قدر احتیاط اور تمام تر رازداری کے باوجود ایک بات بالکل واضح تھی کہ بلیک واٹر کو بش انتظامیہ کے ایک اور منصوبے اور محاذ پر مرکزی کردار مل گیا تھا۔ آذر بائیجان کے لئے گوریلا فورس تیار کرنے کے علاوہ اس نے کیسپئن میں امریکہ کے تیل سے متعلق

PdfStuff.blogspot.com

مفادات کی نگرانی کا فرض انجام دینا اور پس پردہ ہونے والی مخالفانہ سرگرمیوں کو مانیٹر کرنا تھا۔ یہ بڑا حساس اور مکمل طور پر ایک سیاسی مسئلہ تھا، جس میں بلیک واٹر بش انتظامیہ سے متعلق بچھل، ہالی برٹن، چیورون ٹیکو، انوکال اور ایکسون موبیل جیسے بڑے بڑے تجارتی اور کاروباری اداروں کے ساتھ برابر کی شریک تھی۔ بعض مبصرین کیسپین گارڈ اور بلیک واٹر کنٹریکٹ کو اس خطے کے لئے امریکہ کی جنگی صف بندی کا چور دروازہ قرار دیتے ہیں۔ پینٹا گان نے امریکی افواج کی ایک بٹالین آذر بائیجان بھجوانے کے بجائے بلیک واٹر کے سویلین کنٹریکٹرز اور دوسرے اداروں کو بھجوایا کہ علاقے میں پہنچ کر ایسا سسٹم ترتیب دیں کہ ایک طرف اس سے تیل اور گیس کی تلاش کی کوششیں ایک ایسے خطے میں کامیابی سے ہمکنار ہوں جو تاریخی طور پر ایران اور روس کے زیر اثر چلا آ رہا ہے اور دوسرے ایک ایسے فوجی اڈے کے قیام کی راہ ہموار ہو، جسے مستقبل میں ایران پر حملے کی صورت میں پہلے مورچے کے طور پر استعمال کیا جا سکے۔ آذر بائیجان ایران اور روس کے درمیان پھنسا ملک ہے۔ وہاں حاضر سروس امریکی فوج کا دستہ بھجوانا بھی ایران اور روس کو بلاوجہ اشتعال دلانے والی بات تھی جبکہ پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی آمد راڈار کی آنکھ کو دھوکا دینے کی ایک کامیاب کوشش تھی۔

1995ء میں یو ایس آذر بائیجان چیمبر آف کامرس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ مقصد آذر بائیجان میں غیر ملکی سرمایہ کاری اور تجارت کی حوصلہ افزائی کرنا اور سہولیات فراہم کرنا تھا۔ اس چیمبر نے آذر بائیجان کے تاجروں اور حکومتی نمائندوں اور غیر ملکی کمپنیوں کے درمیان رابطے اور پل کا کام انجام دینا تھا۔

چیمبر سے وابستہ ناموں کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو اس سے آذر بائیجان کی سٹرٹیجک اہمیت کا ایک اور پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔ ایڈوائزری کونسل میں ریگن، بش کے عہد کے جیمز بیکر سوئم، ہنری کسنجر، جان سن یونیو اور بریینٹ سکوکرانٹ جیسے نامی گرامی عقاب شامل ہیں تو بورڈ آف ڈائریکٹرز ایکسون موبیل، چیورون، کونو کوفلپس اور کوکا کولا کے اعلیٰ عہدیداروں پر مشتمل ہے۔ صرف یہی نہیں، ٹرسٹیوں

میں ایک طرف اگر آذر بائیجان کے آمر مطلق الاہام الیوف اور دوسرے اعلیٰ حکومتی عہدیدار شامل ہیں تو دوسری طرف ڈک چینی اور رچرڈ آرمیٹج کے نام بھی فہرست میں موجود ہیں۔ یہ سب لوگ آذر بائیجان میں طاقت اور اقتدار کا مرکز و محور ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی ہلکی سی ناراضگی اور مخالفت آذر بائیجان میں بلیک واٹر کے داخلے اور صف بندی کی راہ میں کتنی مشکلات اور رکاوٹیں پیدا کر سکتی تھی، ان کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔

مارچ 2004ء میں آذر بائیجان کی مسلح افواج میں نیول سپیشل آپریشنز یونٹ قائم کرنے کے لئے بلیک واٹر کی بھرتی شروع ہوئی۔ اعلان کردہ تنخواہ ایک لاکھ تیس ہزار ڈالر سے لے کر ڈیڑھ لاکھ ڈالر تک سالانہ تھی۔ کیسپین گارڈ بھی دفاعی حکمت عملی کا حصہ تھے۔ ڈیفنس سیکرٹری ریمز فیلڈ نے جب 2004ء کے اوائل میں اس خطے کا دورہ کیا تو اس نے بڑے واضح الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ وہ اور دوسرے کئی سینئر امریکی عہدیدار اس خطے میں آپریٹنگ سنٹرز کا تعین کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ آپریٹنگ سنٹرز کو اس نے ضروری سہولیات کی فراہمی سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ یہ مستقل اڈے نہیں ہوں گے بلکہ ایسے مراکز ہوں گے، جہاں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو وقفے وقفے سے آمد کے وقت ضروری امداد اور تعاون دستیاب ہوگا۔ اہم بات یہ تھی کہ ایسے مراکز ان مخصوص علاقوں میں قائم کئے جائیں گے، جو امریکہ کے دوست، حامی اور مہمان نواز ہوں گے تاکہ دستیاب سہولتوں سے آزادانہ استفادہ کیا جا سکے۔ جارجیا میں بھی جہاں پینٹا گان نے پرائیویٹ ملٹری کنٹریکٹرز بھجوائے تھے۔ امریکہ کا خلیج کی طرز پر ایک ایسے اگلے آپریشنل علاقے کے قیام کا منصوبہ تھا، جہاں ایندھن اور راشن ذخیرہ کیا جا سکے اس طرح امریکہ کو سفارتی سطح پر کسی قسم کی پریشانی اور تردّد کے بغیر دو فوائد حاصل ہوتے۔ ایک ایندھن اور راشن سٹور کرنے کے لئے محفوظ اڈا مل جاتا اور دوسرے وفادار جارجین فوج۔ آذر بائیجان میں بلیک واٹر کچھ ایسی ہی حکمت عملی پر عمل پیرا تھی۔

کیسپین گارڈ کے منصوبے اور پروگرام کے مطابق ایرانی سرحد کے شمال میں

PdfStuff.blogspot.com

آسٹرا کے مقام پر دیکھ بھال اور نگرانی کا جدید ترین نظام تعمیر کیا گیا۔ اس طرح کی جدید ترین سہولیات آسٹرا کے علاوہ صرف ایک اور مقام پر دستیاب تھیں، جو روس کے جنوب میں کوہ قاف کے علاقے میں ایک پہاڑی کی چوٹی پر تھا اور چیچنیا کی سرحد یہاں سے زیادہ دور نہ تھی۔ واشنگٹن نے قریب واقع چوٹی کے پرانے اور متروک ایئرپورٹ کی مرمت کر کے اسے بھی قابل استعمال بنا لیا۔ یہاں سے امریکہ اور نیٹو کے فوجی طیارے با آسانی پرواز کر سکتے اور لینڈ کر سکتے تھے۔

اس دوران واشنگٹن کے ساتھ خوش گوار تعلقات کا نتیجہ یہ نکلا کہ آذر بائیجان نے 2005ء میں بالکل ڈرامائی انداز میں اپنے دفاعی بجٹ میں ستر فیصد اضافہ کر کے اسے تین سو ملین ڈالر کر دیا، جو 2006ء کے آخر تک بڑھ کر سات سو ملین ڈالر تک پہنچ گیا اور ساتھ ہی ملک کے صدر نے یہ نوید سنائی کہ جلد ہی یہ ہندسہ ایک بلین ڈالر تک پہنچ جائے گا۔ قیاس کیا جاتا ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو ایران کے خلاف امریکہ کی جنگ میں آذر بائیجان مرکزی کردار ادا کرے گا۔ کیسپئن کے علاقے میں امریکہ کی نقل و حرکت اور پراسرار سرگرمیاں تہران کے لئے باعث تشویش ہیں اور اس نے بلیک واٹر کی خطے میں موجودگی اور اس سے وابستہ خطرات کا بروقت ادراک کرتے ہوئے اپنی سپیشل نیول پولیس فورس قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ یہ فورس کیسپئن میں گشت کرے گی اور خطے میں پیدا ہونے والی سرگرمیوں پر نظر رکھے گی۔

کیسپئن کے خطے میں امریکہ کی دلچسپی خالی از علت نہیں تھی۔ اس کا اندازہ یوں بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آذر بائیجان جیسے ایک چھوٹے ملک کا، جس کی آبادی بہ مشکل 8.5 ملین ہو گی، ریمز فیلڈ نے اپریل 2005 تک کم از کم تین بار دورہ کیا۔ ان دوروں کو ہمیشہ خفیہ رکھنے کی کوشش کی گئی۔ آذر بائیجان اور امریکی ذمہ داران نے کبھی اس سوال کا کھل کر جواب نہ دیا کہ آخر ریمز فیلڈ ہر دوسرے تیسرے ہفتے اس چھوٹے سے ملک میں کیا لینے آ جاتا ہے۔ دونوں طرف سے ایک ہی جواب ہوتا۔ دو طرفہ دلچسپی کے خیر سگالی دورے ہیں۔ تاہم ریمز فیلڈ کے تیسرے دورے کے

بعد ایک معروف مقامی جریدے 'ایکو' نے اس راز سے پردہ اٹھا دیا۔ اس نے شہ سرخی جمائی۔

''ریمز فیلڈ کی نظریں کیسپئن کے تیل، گیس کے ذخائر پر ہیں۔''

آذر بائیجان میں امریکہ کی عسکری سرگرمیاں اور بلیک واٹر کی سابق روسی علاقے میں صف آرائی سفارتی سطح پر خاصی متنازعہ رہی۔ گیارہ سو میل لمبی پائپ لائن کے ذریعے کیسپئن کا تیل پہلی بار ایسے راستے سے باہر منتقل کیا جا رہا تھا، جو ایران اور روس کے زیر اثر علاقوں میں سے ہو کر نکلتا تھا۔ روس اور ایران دونوں کے نزدیک ان کے علاقے میں امریکی دراندازی کسی حملے سے کم نہ تھی۔

3.6 بلین کی پائپ لائن کے اس پراجیکٹ کے لئے ورلڈ بنک اور امریکہ کے معروف مالیاتی اداروں کے ساتھ ساتھ تیل کمپنیوں کے ایک کنسورشیم نے سرمایہ کاری کی اور منصوبے کو بی ٹی سی پائپ لائن کا نام ملا۔ روس کے ایک تجزیہ کار نے اس علاقے میں گریٹ گیم کے نئے راؤنڈ سے تعبیر کرتے ہوئے ماسکو کو تنہا کرنے کی ایک کوشش قرار دیا اور لکھا۔ ''پائپ لائن کا یہ منصوبہ علاقے میں سابق سوویت روس کے اثرات کم کرنے اور یہاں کے جیو پولیٹکل نقشے پر تبدیلی کی لکیر کھینچنے کے مترادف ہے۔ امریکہ اس کی آڑ میں آذر بائیجان، قازقستان، ترکمانستان اور ازبکستان، جو ماضی میں یورپ کو اپنے تیل کی سپلائی کے لئے روسی پائپ لائنوں کے محتاج تھے، اس علاقے کے منافع بخش قدرتی وسائل پر اپنا کنٹرول چاہتا ہے۔''

ایوانِ بالا کے ایک رکن مائیکل مارجیوف نے اسے روسی سرحدوں کے ساتھ ایک مستقل خطرہ قرار دیا اور کہا کہ روس کیسپئن کے خطے میں کسی بھی غیر ملکی افواج کی موجودگی کی مخالفت کرے گا کہ یہ اس کی قومی سلامتی کا سوال ہے۔

بی ٹی سی پائپ لائن کے آغاز سے پہلے امریکہ نے روسی کنٹرول کے پائپ لائن کنسورشیم میں 2.6 بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کی۔ اس نے خام تیل کی سپلائی کے لئے 935 میل لمبی پائپ لائن بچھائی۔ یہ قازقستان کے آئل فیلڈ تنگیز سے لے کر روسی بحرِ اسود کی بندرگاہ نووروسیاک تک جاتی تھی۔ یہ روس میں امریکہ کی سب سے

PdfStuff.blogspot.com

بڑی واحد سرمایہ کاری تھی۔ نومبر 2001ء میں جب منصوبے کے تحت کیسپین کے تیل کا پہلا ٹینکر لوڈ کرنے کی تقریب ہوئی تو اس میں امریکہ کے کامرس سیکرٹری ڈون ایونز نے شرکت کی اور اپنے خطاب میں کہا کہ یہ منصوبہ خطے کی خوش حالی اور استحکام کے لئے امریکہ، روس اور وسطی ایشیائی ریاستوں کی مشترکہ کوششوں کا مظہر ہے۔

سکاٹی.... میدانِ جنگ میں پُرکشش تنخواہ اور ایڈونچر ساتھ ساتھ

سال 2004ء تک بلیک واٹر اپنے قدم عراق میں مضبوطی سے جما چکی تھی اور اس کے اعلیٰ عہدے دار ایرک پرنس اور وگری جیکسن وغیرہ بے تابانہ اپنے تیزی سے بڑھتے ہوئے کاروبار کے لئے نئی منڈیوں کی تلاش اور کاروباری معاہدوں کے لئے سرگرداں تھے۔ اس کے آدمی خطے میں امریکی مفادات اور قبضے کو مستحکم کرنے میں سرِفہرست تھے اور عراق کے اردگرد کئی سی پی اے دفاتر کاروباری معاہدے کرنے کے لئے بلیک واٹر کو مرکزی حیثیت دے رہے تھے۔ عراق میں اس کی بڑھتی ہوئی طاقت وہاں نجی حفاظتی کاروبار کے لئے قابلِ رشک تھی۔ یہ ملک میں ہمیشہ سے زیادہ بگڑی ہوئی خراب سکیورٹی صورتِ حال کی وجہ سے ممکن ہوا۔

جنوری 2004ء میں فنانشل ٹائمز میں چھپنے والی ایک رپورٹ کے مطابق کاروباری کنٹریکٹرز کا کہنا ہے کہ صرف پچھلے دو ماہ میں یہاں شہریوں اور فوجی دستوں پر پانچ سو سے زائد حملے ہوئے۔ اس میں بلیک واٹر کے ایک اعلیٰ عہدے دار پیٹرک ٹوہے نے عراق میں کاروبار میں دلچسپی رکھنے والوں کو مشورہ دیا کہ انہیں اپنی سکیورٹی میں پچیس فیصد تک کا اضافہ کر لینا چاہئے۔ کچھ لوگوں نے عراق میں سکیورٹی کی منڈی کا الاسکا کے گولڈ رش اور او۔کے کورل سے موازنہ کرنا شروع کر دیا جیسا کہ ٹائمز آف لندن کے مطابق عراق میں جنگ کے بعد کاروبار کا عروج تیل نہیں بلکہ سکیورٹی اور حفاظتی اقدامات ہیں۔ ایسا لگتا تھا، جیسے پلک جھپکتے میں ایک فراموش کردہ مُردہ صنعت گم نامی کے کونوں کھدروں سے نکل کر

PdfStuff.blogspot.com

جی اُٹھی ہو اور تیزی سے ترقی کرنے لگی ہو۔ اور بلیک واٹر اس عمل میں آگے آگے تھی۔ اپنے کاروبار کو پھیلانے اور منافع کمانے کی دوڑ میں کمپنی نے فوری طور پر عراق سپیشل فورسز کے تربیت یافتہ، اعلیٰ تعلیم یافتہ سابقہ فوجیوں کی تلاش شروع کر دی۔ کمپنی نے تعلیم یافتہ امیدواروں کو، جنہوں نے فوج یا کوئی بھی دوسری نوکری اپنی معمولی تنخواہ کی وجہ سے چھوڑ دی تھی، بہتر تنخواہ کی پیش کش کی۔ بلیک واٹر سے معاہدہ کرنے والا کوئی بھی فرد 600 سے 800 ڈالر یومیہ اور کئی صورتوں میں اس سے بھی زیادہ کما سکتا تھا۔ اضافی کشش یہ تھی کہ کمپنی کا مختصر سے مختصر مدت کا معاہدہ بھی دو ماہ سے کم کا نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا کسی بھی قسمت آزمائی کرنے والے جنگجو کے لئے گنتی کے یہ چند دن کمائی کرنے اور اپنی قسمت سنوارنے کا ایک شاندار موقع تھے۔ کچھ صورتوں میں کنٹریکٹرز کی خواہش پر ان کی پُرکشش شرائط میں مزید اضافہ بھی کیا گیا اور سکیورٹی/ حفاظتی اہلکاروں کو ٹیکس کی مد میں بھی کئی رعایتیں دی گئیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی ریٹائرڈ اور اپنی روزمرہ کی مصروفیات سے بور اور تنگ آئے ہوئے پُرجوش افراد نے ماضی میں جنگ کے میدانوں میں گزارے اپنے پُرجوش اور سنسنی خیز دنوں کی یادیں تازہ کرنے کے لئے دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی چھیڑی عالمی جنگ میں شامل ہونے کا فیصلہ کرلیا۔

بحریہ کے سٹیو ناش کا کہنا تھا کہ زندگی کے بیس سال تیز رفتار کشتیوں پر سمندروں کا سینہ چیرتے اور پیراشوٹوں کے ذریعے طیاروں سے چھلانگیں لگاتے گزارنے کے بعد اچانک انشورنس اور لاٹری کی ٹکٹیں بیچنا بڑا مشکل اور بور کام تھا۔ مشی گن پولیس کا پچاس سالہ سارجنٹ ڈان بولکن جو خود کو اسلحے کا ماہر بتاتا ہے، بلیک واٹر میں شامل ہو کر عراق چلا گیا۔ اپنے عراق جانے کی وجہ بتاتے ہوئے اس کا کہنا تھا کہ اس سے مجھے ایک بار پھر زندگی میں کچھ پُرجوش کام کرنے کا موقع مل رہا تھا اور یہ آخری موقع تھا۔

بلیک واٹر کے ابتدائی ارکان میں سے ایک رکن ڈیل میکلیلن کے مطابق، جب

کسی شخص کو تیس دنوں میں اتنا پیسہ بنانے کا موقع ملتا ہے، جو وہ اپنی فوجی یا شہری نوکری میں سال بھر میں نہیں کماتا تو وہ یقیناً اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اس کا کہنا تھا کہ ہم میں سے اکثر نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بہت متحرک گزارا ہے۔ یہ لوگ جنگی تربیت، مار دھاڑ، نشانہ بازی اور دست بدست لڑائی کے دوران جس جذباتی کیفیت اور ہیجان انگیزی سے گزرتے ہیں، وہ شہری زندگی کے معمولات کی ادائیگی کے دوران حاصل نہیں ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو جب بلیک واٹر میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت ملتی ہے اور دورانِ ملازمت درپیش ایڈونچر کا پتہ چلتا ہے تو وہ اپنے ماضی کی یادیں تازہ کرنے کے لئے اس کی طرف لپکتے ہیں۔ اور جب ساتھ میں پیسہ بھی عام حساب سے زیادہ مل رہا ہو تو اس کی کشش اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

امریکی بحریہ کے ایک سابق رکن کرٹس ولیم کا کہنا تھا کہ دنیا میں بے شمار کام ایسے ہیں، جن کو انجام دینے کی آپ کو ضروری تربیت اور علم حاصل نہیں ہوتا۔ جنگجو لوگوں کے جسم میں انہیں متحرک اور چست و توانا رکھنے والا ہارمون ADRENALINE بکثرت پیدا ہوتا ہے، جو انہیں ہمہ وقت کچھ نہ کچھ کرنے پر اُکساتا اور مجبور کرتا ہے۔ 1990ء میں امن کے دور میں اپنی خدمات انجام دینے والے سپیشل فورسز کے اکثر سپاہی اپنی موجودہ ملازمتوں سے بد دل اور اُکتائے ہوئے تھے، چنانچہ انہوں نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شمولیت کو ایک شاندار موقع خیال کیا۔

ولیم کا کہنا تھا کہ ہمیں بڑی ٹھیک ٹھاک شاہانہ انداز میں اپنے ملک کی خدمت کرنے کی تربیت دی گئی ہے۔ ہم اس دور میں واپس جانا چاہتے ہیں جہاں ہم اپنے ملک کے خلاف کام کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار سکیں۔ اور یہی ہماری اصل طاقت اور جذبہ ہے۔ افغانستان میں خدمات انجام دینے والے بلیک واٹر کے ایک کنٹریکٹر نے تسلیم کیا کہ اس جذبے کے پیچھے پیسہ ایک بہت اہم محرک ضرور ہے، لیکن یہ سب کچھ نہیں۔ 9/11 کے سانحے کے بعد میں اپنے ملک کو کچھ لوٹانا چاہتا تھا

PdfStuff.blogspot.com

اور اس واقعے کے ذمہ داران سے اپنے لوگوں کے مصائب کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور اس کا موقع بلیک واٹر میں شامل ہو کر ملا۔

بلیک واٹر کی پُرکشش تنخواہوں اور مراعات سے جن لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہوئیں، ان میں امریکی بحریہ کا 38 سالہ سابقہ سیلر سکاٹ ہل ونسٹن بھی شامل ہے۔ اس قوی و توانا اور پھرتیلے قد اور سکاٹ یا سکاٹی کو اپنی یونٹ میں ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ وہ پندرہ سال بحریہ سے وابستہ رہا۔ چار سال تک بطور انسٹرکٹر اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔ بحریہ کی معروف یونٹ سیل ٹیم آٹھ کے بنیادی پروگرام کے انڈر واٹر ڈیمولیشن سکول کے بارے میں بات کرتے ہوئے اس نے کہا کہ آزاد دنیا میں یہ اپنی نوعیت کی سب سے طویل، کٹھن اور دشوار ترین تربیت ہے۔ لیکن جب آپ اس پروگرام کی ٹریننگ کے تمام مراحل کامیابی سے عبور کر لیں تو پھر آپ زندگی میں ہر صورتِ حال کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ سپیشل فورسز کے کئی سابق اہلکاروں کی طرح اس نے بھی 1994ء کے بعد یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ اب باقی ماندہ زندگی کو کیسے گزارا جائے۔ اس کی جنگی صلاحیتیں درحقیقت حقیقی دنیا میں منتقل ہی نہیں ہوئی تھیں۔ اسے کرائے کا سکیورٹی گارڈ بن کر کسی کے گھر یا محلے کی رکھوالی اور پاسبانی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اصل مسئلہ اور خواہش اپنے آپ کو ذہنی اور جسمانی طور پر فِٹ رکھنا تھا۔ بنیادی طور پر اتھلیٹ اور باڈی بلڈنگ کا شوق تھا۔ اس کی خاطر اپنا جِم کھول لیا۔ اپنی ویڈیوز بنا کر ہالی وڈ والوں کو بھجوائیں۔ انہوں نے اسے ایکشن ہیرو ڈیمی مور کی بحریہ سے متعلق فلم کی عکس بندی کے لئے منتخب کرنے کے بعد اس کی گرومنگ کی اور مختلف فلموں میں اس سے خطرناک سٹنٹ کروائے۔ پھر اس نے ٹی وی کے Reality شوز میں پرفارم کیا لیکن اداکاری کے میدان میں کامیابی کے جھنڈے گاڑنے کے باوجود اسے خاطر خواہ مالی آسودگی حاصل نہ ہو سکی کہ معاوضے ہی بہت کم تھے اور وہ قرضے کے بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا۔ پہلی بیوی پیٹریشیا سے علیحدگی کے باوجود اس نے پیٹریشیا اور اپنے دو نوجوان بچوں کی کفالت کی ذمہ داری اٹھا رکھی تھی۔ پریشانی کے دنوں میں اِدھر اُدھر سے

خبریں ملیں اور بحریہ کے اپنے پرانے ساتھیوں سے پتہ چلا کہ سیل ٹیم۔ 8 کے سابق ارکان کو بلیک واٹر نامی ایک سکیورٹی ایجنسی ڈھونڈ ڈھونڈ کر بھاری بھرکم معاوضوں پر سکیورٹی گارڈ بھرتی کر رہی ہے جو عراق کے جنگ زدہ علاقوں میں ڈیوٹی دیں گے۔ سکاٹ نے بھی اس بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ اُسے ڈائن کارپ نامی سکیورٹی ایجنسی نے ملازمت کی پیش کش کی۔ اُس نے افغان صدر حامد کرزئی کے سکیورٹی دستے میں ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ کنٹریکٹ کی مدت ایک سال تھی۔ سکاٹی اپنے بچوں سے اتنی مدت تک دور رہنے کے لئے تیار نہ تھا، چنانچہ اس نے یہ پیش کش ٹھکرا دی۔

پھر جب 2003ء میں اسے معلوم ہوا کہ بلیک واٹر صرف دو ماہ کے معاہدے پر بھرتیاں کر رہی ہے تو یہ نوکری اسے دلچسپ لگی اور بقول اس کی والدہ کے، یہ پیش کش اسے اپنی زندگی میں تبدیلی لانے کا ایک اچھا موقع لگا اور اس نے کہا کہ میں وہاں جاؤں گا۔ کچھ ماحول تبدیل ہو گا اور میں کچھ رقم جمع کر کے واپس آ جاؤں گا اور کوئی دوسری نوکری شروع کر دوں گا۔ اس طرح مجھے صرف دو ماہ کے لئے اپنے بچوں سے دور رہنا پڑے گا۔ یہی سوچ کر اس نے بلیک واٹر میں شامل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس بارے میں جب بھی وہ اپنے خاندان یا دوستوں سے بات کرتا تو یہی کہتا کہ وہ عراق میں امریکی سفیر کا سکیورٹی گارڈ بننے کے لئے جا رہا ہے۔ اُس کے دوست مارک ڈیوائن کے مطابق سکاٹی جنگجو اور ذہن کا انسان تھا اور اس کا عراق میں کم از کم ساٹھ ہزار ڈالر کمانے کا ارادہ تھا۔ اور ساتھ میں یہ خواہش بھی تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں اپنی ان تمام صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ کرے، جن کی اسے بحریہ کی ملازمت کے دوران تربیت دی گئی تھی لیکن امن کے دنوں میں وہ ان کو استعمال نہیں کر سکتا تھا۔ مارک ڈیوائن کے مطابق جب آپ کسی کھیل کا حصہ نہیں ہوتے تو اپنے آپ کو پنجرے میں بند جانور کی طرح محسوس کرتے ہیں۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے آپ کو عمر بھر فٹ بال کھیلنے کی تربیت دی جائے لیکن کبھی آپ کو کھیل میں عملاً

PdfStuff.blogspot.com

تامل ہونے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔

سکاٹ ہل ونسٹن نے بحریہ کی ملازمت کے دوران کئی خفیہ آپریشنوں میں حصہ لیا، لیکن کوئی بھی ایسا خطرناک نہیں تھا، جو اس کی جارحانہ اور جنگجویانہ جبلت کی تسکین کرسکتا۔ وہ سوچتا تھا کہ اس نے کبھی اپنے ملک کی خدمت نہیں کی۔ کیونکہ کبھی کسی آزمائش ہی میں نہیں پڑا اور نہ کسی خطرے کا سامنا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عراق چلا گیا۔ عراق روانگی سے دو دن قبل ڈیوائن سے اس کی ملاقات ہوئی اور ڈیوائن کو محسوس ہوا کہ سکاٹی غیر معمولی طور پر خوش ہے، جیسے کوئی پہلوان اکھاڑے میں اترنے سے پہلے ہوتا ہے، جسے یہ یقین ہو کہ اکھاڑے میں اترنے کا یہ اس کا آخری موقع ہے۔

عراق جانے میں جو خطرات تھے، ان کے بارے میں سکاٹی ہل ونسٹن کا خیال تھا کہ اگر قسمت میں موت لکھی ہے تو وہاں کوئی گولی جس پر اس کا نام لکھا ہو گا، اس کی منتظر ہو گی۔ اس سے فرار ممکن نہیں۔ سکاٹی کی والدہ کی خواہش تھی کہ اسے افغانستان جانا چاہئے تھا۔ لیکن پھر ایک دن سکاٹی، صدام حسین کے القاعدہ کے ساتھ رابطوں اور تعلقات بارے معلومات لے کر آیا تو وہ بھی قائل ہوگئی کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، ٹھیک کر رہا ہے۔ اسے عراق ہی جانا چاہئے۔ عراق میں سکاٹ کو امریکی سفیر اور دیگر اعلیٰ عہدے داروں کی سکیورٹی کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا تھا۔

مارچ 2004ء کے اوائل میں وہ شمالی کیرولینا کے بیابان علاقے مایوک میں واقع بلیک واٹر کے تربیتی مرکز پہنچا، جہاں اسے عراق بھیجنے سے پہلے دو ہفتے کی تربیت دی جانی تھی۔ وہاں اس کے ساتھ تربیت حاصل کرنے والے زیادہ تر اس کے بحریہ کے پرانے ساتھی اور سپیشل فورسز کے جوان تھے۔ ان کے علاوہ وہاں چلّی کے کمانڈوز پر مشتمل سکیورٹی گارڈز کا ایک دستہ بھی زیر تربیت تھا۔ یہ پہلی بار تھا کہ بلیک واٹر میں امریکہ سے باہر دوسرے ملک چلّی کے گوریلے لئے گئے تھے اور سکاٹ اور اس کے ساتھیوں کی طرح یہ لوگ بھی عراق میں فورسز کی نج کاری کی وجہ سے

اپنی تعیناتی کے منتظر تھے۔ بلیک واٹر کے صدر گیری جیکسن کا بیان تھا کہ ہم زمین کے کونے کونے سے بہترین پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے لوگوں کو تلاش کر کے لائے ہیں۔ چلّی کے کئی کمانڈوز خالصتاً پیشہ ور لوگ ہیں اور یہ بلیک واٹر کے سسٹم میں پوری طرح فِٹ بیٹھتے ہیں۔

سکاٹ ہل ونسٹن کو شمالی کیرولینا میں پہنچے زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس نے تربیتی مرکز کے انچارج کی ذات پر تنقید اور کام پر تبصرے شروع کر دیئے۔ انچارج کا نام تو کچھ اور تھا لیکن تربیت حاصل کرنے والے لڑکوں کے حلقے میں وہ شیرک کے نام سے پکارا جاتا تھا اور اس کی وجہ اس کی وہ ٹی شرٹ تھی، جو وہ پہلے پہنے رکھتا تھا۔ اس پر ایک جن کی ڈراؤنی شکل بنی ہوئی تھی جو ایک کارٹون فلم کے ایک کردار شیرک سے مشابہ تھی۔ اس کی وجہ سے اس کا نام بھی شیرک ہی پڑ گیا۔

سکاٹ بلیک واٹر میں ایڈونچر کی تلاش میں ایک متحرک اور پُرجوش زندگی گزارنے کا خواہاں تھا۔ شیرک کا روّیہ اور کام کرنے کا انداز اس کی توقعات پر پورا نہیں اترتا تھا۔ اس نے انتظامیہ کو ای میلز کے ذریعے اپنی نت نئی تجاویز سے نوازنا اور شیرک پر تنقید کرنا شروع کر دیا۔ جس پر دونوں کے درمیان کھٹ پٹ رہنے لگی۔ تاہم انتظامیہ کی طرف سے کوئی ردعمل اور حوصلہ افزائی نہ ہوئی تو سکاٹ نے بھی اپنی تجاویز اور مشوروں کا سلسلہ ختم کر دیا۔ ستم ظریف انتظامیہ نے کیرولینا میں تربیتی سیشن کے اختتام پر شیرک اور سکاٹ دونوں کو اکٹھے کویت میں تعینات کر دیا۔ مارچ کے وسط میں وہ چلّی کمانڈوز کی ٹیم کے ساتھ کویت کی طرف پرواز کر گئے۔ شیرک سے اپنے اختلافات کے باوجود سکاٹ اپنی تعیناتی سے خوش تھا۔ کیونکہ اس کے ٹی وی شو کے دنوں کے دو ساتھی جان اور کیتھی، بلیک واٹر آپریشنوں میں اس کے معاون تھے۔ کیتھی کویت میں بلیک واٹر کے آپریشن چلا رہی تھی جبکہ اس کا میاں بغداد میں تعینات تھا۔ سکاٹ نے عراق جانے سے پہلے ایک ہفتہ کویت میں گزارا۔ کیتھی کے بقول سکاٹ اپنی نئی ملازمت سے بہت خوش تھا اور اس کا روّیہ بھی خاصا دوستانہ تھا۔ جبکہ بلیک واٹر کے دوسرے لوگ انتہائی کرخت، بدتہذیب، بدتمیز اور منہ

PdfStuff.blogspot.com

پھٹ تھے۔

کویت سے عراق جاتے ہوئے سکاٹ کا خیال تھا کہ وہ پال بریمر کے سکیورٹی گارڈز میں شامل ہوگا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اسے اس کی نسبت خاصے کم درجے کے کام کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ہوا یوں کہ بلیک واٹر نے اپنا کاروبار پھیلانے کی ہوس میں کویت کے ایک کاروباری ادارے ریجنسی ہوٹل اور ہاسپٹل کمپنی سے ذیلی معاہدے کر لئے تھے۔ اور وہ مل کر ہالی برٹن کی ایک سب کنٹریکٹر کمپنی یورسٹ سپورٹ سروسز سے ایک نیا ٹھیکہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور انہیں امریکی فوج کا سامانِ رسد لانے، لے جانے والی گاڑیوں کی حفاظتی ڈیوٹی انجام دینا تھی۔ بلیک واٹر اور ریجنسی نے اپنے حریف گروپ رِسک گروپ سے خاصی کوشش اور جوڑ توڑ کے بعد یہ کنٹریکٹ حاصل کیا تھا اور ابھی کمپنی اس سے عراق کے دیگر علاقوں میں جاری تعمیراتی کام کے لئے ایسے مزید ٹھیکے حاصل کرنے کی خواہاں تھی۔ ایورسٹ سپورٹ سروسز کمپنی دنیا میں سامانِ رسد فراہم کرنے والی سب سے بڑی کمپنی سمجھی جاتی ہے۔ بلیک واٹر نے یہ ٹھیکہ کتنی رقم کے عوض حاصل کیا، اس کا علم کسی کو نہیں۔ تاہم اپنے ملازمین کو اس نے ادائیگی چھ سو ڈالر فی آدمی یومیہ کے حساب سے کی۔ خیال ہے کہ خود بلیک واٹر نے اپنی ان سروسز کی مد میں وفاقی حکومت سے کہیں زیادہ رقم حاصل کی۔ حقیقت یہ ہے کہ بلیک واٹر کو صرف پیسے کی پروا تھی، لوگوں کی زندگی موت ان کے لئے کوئی معنی اور اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ 8 مارچ 2004ء کو ریجنسی اور ایورسٹ سپورٹ سروسز کمپنی کے مابین ہونے والے کنٹریکٹ کے دوران محسوس کیا گیا کہ احتجاجی مظاہروں اور خودکش دھماکوں کی وجہ سے عراقی آپریشن تھیٹر میں کام کرنے والی سکیورٹی ایجنسیوں کے لئے خطرات مسلسل بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس لئے فیصلہ کیا گیا کہ سکیورٹی گشت کرنے والی ہر گاڑی میں کم از کم تین آدمی ہوا کریں گے۔ اس سے بلیک واٹر کو ڈیڑھ ملین ڈالر کا فائدہ پہنچا۔

سکاٹ نے اگرچہ بد دل ہو کر بلیک واٹر انتظامیہ کے طریق کار اور اپنے

ساتھیوں کے طرزِ عمل پر ردِ عمل کا اظہار ای میلو کے ذریعے بند کر دیا تھا لیکن وہ زیادہ دنوں تک اپنی غصیلی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکا۔ ایک رات اس کا اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور فریقین نے ایک دوسرے پر اسلحہ تان لیا۔ تاہم وقتی طور پر معاملہ رفع دفع کر دیا گیا۔ سکاٹ نے حسبِ عادت اس کا سارا حال بلیک واٹر کے ہیڈ آفس کو ای میل کر دیا۔ جس کا نتیجہ خود اس کے خلاف نکلا۔ اسے ایکٹیو ڈیوٹی سے ہٹا کر اس کی نقل و حرکت کیمپ تک محدود کر دی گئی۔

PdfStuff.blogspot.com

گھات

فلوجا میں بلیک واٹر پر کیا گزری؟

مارچ 2004ء کے وسط میں جب سکاٹ بلیک واٹر کے ایک گروپ کے ساتھ مشرق وسطیٰ پہنچا تھا تو عراقی شہر فلوجا میں صورتِ حال بڑی خراب اور کشیدہ تھی۔ لگتا تھا، ہر طرف آگ بھڑک رہی ہے۔ اپریل 2003ء میں ہنیزل سٹریٹ پر واقع ایک سکول کے باہر عراقیوں کے وحشیانہ قتل عام کے بعد شہریوں میں امریکیوں کے خلاف نفرت زیادہ بڑھ گئی اور تصادم کا خطرہ محسوس ہونے لگا تو امریکی فوجیں شہر کی حدود سے باہر نکل گئیں اور انہوں نے اپنی نقل و حرکت محدود کر لی۔ اس دوران کریک ڈاؤن اور چھاپوں کا سلسلہ بھی موقوف رہا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بغداد کے مرکزی حصے میں مقتدیٰ الصدر کے شیعہ پیروکاروں کی طرح فلوجا والوں نے نہ صرف اپنے آپ کو پوری طرح منظّم کر لیا بلکہ اپنے شہر کی مقامی حکومت تشکیل دے کر اپنے کونسل کے میئر اور دوسرے ارکان کا انتخاب بھی کر لیا۔ مختلف اداروں اور لوگوں نے اپنی ذمہ داریاں بانٹ لیں۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کے مطابق مختلف قبائل نے شہر کے بنکوں، ہسپتالوں اور سرکاری دفاتر کی حفاظت اور نگرانی کی ذمہ داری اٹھائی اور قابض امریکی فوج کی طرف سے کسی متوقع حملے کے مقابلے کے لئے ہتھیار بند جتھے بھی تیار کر لئے گئے۔ مقامی علماء نے لوگوں کو قانون کی پابندی اور پاسداری کر کے شہر میں امن و امان قائم رکھنے کی تلقین کی تو آبادی میں مضبوط خاندانی نظام اور معاشرتی رابطوں کی وجہ سے سب نے ان کی بات مان لی۔

بغداد کے برعکس فلوجا میں بظاہر کسی قسم کی لوٹ مار، تباہی اور انتشار کے کوئی

آثار نہیں تھے تاہم پورا شہر امریکی فوج اور اس کے عراقی اتحادیوں کے ساتھ کسی بھی قیمت پر کسی بھی قسم کے تعاون کے سخت خلاف تھا اور یہ طرزِ عمل اور کیفیت امریکہ اور اس کے حواریوں کے لئے قابلِ قبول نہ تھی۔ وہ اپنا دبدبہ اور رِٹ قائم کرنا چاہتے تھے۔

جنوری 2004ء میں 82 ایئر بورن ڈویژن کے کمانڈر میجر جنرل چارلس سوانک نے دعویٰ کیا کہ علاقے میں ہماری کامیابی کا راستہ ہموار ہے۔ ہم نے آغاز کر دیا ہے اور اب ہم آسانی سے آگے بڑھتے جائیں گے۔ جنرل سوانک کی فوج نے فلوجا شہر کے مضافات میں بڑے پیمانے پر کئی آپریشن کئے لیکن فلوجا شہر کو نہ چھیڑا، جہاں مقامی ملیشیا گشت کرتی اور لوگ اپنے روزمرہ کے دھندے انجام دیتے، جس سے نیم خودمختاری کا تاثر اُبھرتا۔ جس پر پال بریمر اور دوسرے امریکی عہدے داروں کو گہری تشویش تھی۔ اس صورتِ حال پر فلوجا کے ایک دکان دار سعد ہالبوسی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ عراقیوں کے لئے یہ جنگ بندی کا وقت ہے، کچھ ہی عرصے میں وہ آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑیں گے۔ پہلے ہم پر ایک ظالم ڈکٹیٹر حکمران تھا، اب اس کی جگہ غیر ملکی حملہ آوروں کا قبضہ ہے۔

فروری میں فلوجا میں ایک عراقی پولیس سٹیشن پر مقامی ملیشیا نے دن کی روشنی میں ایک زبردست حملہ کر کے 23 اہلکار موت کے گھاٹ اتار دیئے اور حوالات میں بند درجنوں قیدی رہا کروا لئے اور امریکی فوجی منہ تکتے رہ گئے۔ اگلے ماہ فلوجا میں ایک بہت بڑا جلوس نکلا، جس کے شرکاء نے شہر کی سڑکوں اور گلیوں پر گشت کرتے ہوئے غیر ملکی قابضین کے خلاف زبردست نعرے بازی کی اور تقریریں کیں تو امریکہ نے بھی جواب دینا ضروری سمجھا۔ پال بریمر نے اعلان کیا کہ حالات میں اس وقت تک بہتری کا کوئی امکان نہیں، جب تک برائی کی جڑ فلوجا کو ختم نہ کیا جائے۔ اسے نشانِ عبرت بنانا ضروری ہے۔ سرکاری طور پر یوں عراق پر قبضے کے 90 دن بعد امریکیوں نے ثابت کر دیا کہ وہ کیا چاہتے ہیں..... مکمل قبضہ، مکمل اطاعت۔

PdfStuff.blogspot.com

24 مارچ کو امریکی میرین نے 82 ایئر بورن ڈویژن کی جگہ فلوجا شہر کی ذمہ داری سنبھال لی اور قابضین کے خلاف احتجاج کرنے والے باشندوں کو عبرت ناک سزاؤں کے بعد شہر میں قدرے امن قائم کیا۔ میرین کمانڈر میجر جنرل جیمز مائس نے فلوجا اور سنی اکثریت کے صوبے عنبر کے گرد و نواح میں امریکی قبضے کو مستحکم کر کے مقامی آبادی کی شورش پر قابو پایا۔ جنرل مائس کا کہنا تھا کہ ہم ان عراقیوں کے بہترین دوست ثابت ہوں گے، جو اپنا ملک واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جو لوگ غیر ملکیوں کے خلاف لڑنا چاہتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں۔ انہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا اور انہیں پچھتانا پڑے گا۔ ہم ان کے ساتھ بہت بری طرح پیش آئیں گے۔ اگر وہ جنگ چاہتے ہیں تو ہم جنگ کے لئے تیار ہیں۔

جنرل مائس اپنے ساتھیوں اور سپاہیوں کو اکثر اپنے افغانستان اور عراق کے تجربے کے بارے میں بتاتا کہ ان علاقوں کے لوگوں سے لڑنے کا اپنا الگ ہی مزہ ہے۔ کچھ لوگوں کو تو شوٹ کرنے میں زیادہ ہی لطف آتا ہے۔ جنرل مائس اور نئے امریکی میرینز کے باغیوں کو شکست دینے کے جارحانہ عزائم کے بارے کسی کو بھی شبہ نہیں تھا لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ مقامی آبادی امریکیوں کی طرف سے طاقت کے دکھاوے سے ہرگز پریشان اور خوف زدہ نہ تھی اور اسے یقین تھا کہ میرینز مزاحمت کی اس آگ کو بجھا نہیں سکیں گے۔ جنرل مائس نے نئے آنے والے دستوں کے نام اپنے ایک پیغام میں کہا کہ فلوجا کا مشن جنگ عظیم دوم اور ویت نام کی جنگ سے کم اہمیت کا حامل نہیں۔ ہم وحشیانہ جنگوں کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ یہ مشن ہمارا امتحان ہے۔ ہم ایک تاریخ رقم کرنے جا رہے ہیں۔

میرینز کے فلوجا پہنچنے کے دو دن بعد مقامی آبادی سے ان کی پہلی جھڑپ ہوئی جس میں عام لوگوں نے حصہ لیا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس جھڑپ میں ایک میرین ہلاک اور سات زخمی ہوئے جبکہ پندرہ عراقی، جن میں ABC نیوز کا کیمرہ مین اور ایک دو سالہ بچہ بھی شامل تھے، ہلاک ہوئے۔ اس کے بعد میرین نے شہر میں کریک ڈاؤن کیا جس کے بارے میں بہت سے رہائشیوں کا کہنا ہے کہ یہ اپنی

نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ امریکی جارحانہ اقدامات کے بعد وہاں کے باشندوں کے پاس اب دو ہی راستے بچے تھے کہ یا تو امریکی قبضے کو قبول کر لیں اور اپنے گھر بار چھوڑ کر شہر خالی کر دیں یا پھر آخری دم تک مزاحمت جاری رکھیں۔ محض چند ایک خاندان ہی ایسے تھے، جنہوں نے پہلی آپشن قبول کی اور اپنے گھر بار چھوڑنے پر راضی ہوئے۔ وگرنہ فلوجا کے زیادہ تر جرأت مند شہریوں نے بہادری سے موت کو گلے لگایا۔

اس دور میں ایک اور اہم واقعہ پیش آیا، جس نے مزاحمت کے شعلوں پر تیل کا کام کیا۔ یہ واقعہ عراق میں نہیں بلکہ فلسطین میں پیش آیا۔ اسرائیلی فوج نے غزہ میں حماس کے روحانی رہنما شیخ احمد یٰسین کو سرِ عام قتل کر دیا۔ جب 22 مارچ 2004ء کو نمازِ فجر کے بعد انہیں وہیل چیئر پر باہر لایا جا رہا تھا، اسرائیلیوں نے ہیل فائر میزائل داغ کر شیخ یٰسین اور تقریباً آدھ درجن لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس واقعے سے ساری دنیا کے مسلمانوں خصوصاً فلوجا کے سنی مسلمانوں میں غم و غصے کی ایک لہر دوڑ گئی۔ شیخ یٰسین کی شہادت کے بعد پندرہ سو کے قریب مسلمان ان کے سوگ میں شہر میں اکٹھے ہوئے اور سنی پیشواؤں نے اس قتل کو قابض فوجوں کے خلاف جہاد کی ایک اہم وجہ قرار دیا۔ فلوجا میں عام ہڑتال ہوئی۔ بازار، ٹرانسپورٹ اور سرکاری پرائیویٹ ادارے اور دفاتر بند رہے۔ بہت سے عراقیوں کے لئے ان کے ملک پر امریکی قبضہ خطے میں اسرائیلی ایجنڈے کا ایک حصہ تھا اور وہ فلسطین پر اسرائیلی قبضے اور عراق پر امریکی قبضے کو ایک ہی معاملے کی کڑیاں سمجھتے تھے۔

فلوجا کے ایک 64 سالہ رہائشی مصلح المدانی کے بقول وہیل چیئر پر بیٹھے ایک بوڑھے معذور آدمی کا قتل، جس کا واحد اپنے ملک کی آزادی کے لئے جدوجہد تھا، اسرائیلیوں اور امریکیوں کی سنگ دلی اور بزدلی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ امریکہ اور اس کے حواری اس خطے میں امن کے خواہاں نہیں ہیں۔

شیخ یٰسین کے قتل کے واقعے کے ایسے وقت میں پیش آنے پر جبکہ فلوجا میں امریکی میرینز قبضہ کرنے کے لئے جارحانہ کارروائیاں کر رہے تھے، لوگوں کا یہ یقین

PdfStuff.blogspot.com

اور بھی پختہ ہو گیا کہ اسرائیل اور امریکہ ایک دوسرے کے مفادات کے لئے مل کر کام کر رہے ہیں۔ جیسا کہ عراق میں اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ امریکی سی آئی اے یا موساد سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرینز کی ہر نئے دن کے ساتھ کارروائیوں اور چھاپوں میں اضافہ ہونے لگا۔ کسی گھر میں ایک سے زیادہ بالغ مرد ہوتے تو ان سب کو گرفتار کر لیا جاتا۔

27 مارچ کو میرینز کی طرف سے جاری ہونے والے ایک بیان میں کہا گیا کہ ہم سختی اور پکڑ دھکڑ کی کارروائیاں عام شہریوں کی سلامتی کو یقینی بنانے، امن و امان کے ماحول کو مستحکم بنانے کے لئے کر رہے ہیں۔ اس کے ذمہ دار خود عراقی ہیں کہ فلوجا والوں نے اپنی مرضی سے جنگ کا راستہ اختیار کر کے اور تخریبی کارروائیوں میں شریک ہو کر تباہی و بربادی کو اپنا مقدر بنا لیا ہے۔ امریکی فوج نے شہر کے تمام داخلی راستے ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں کی مدد سے بند کر دیئے اور سڑکوں پر خندقیں کھود کر مورچے قائم کر لئے۔ اس کے باوجود مضافاتی علاقوں میں مختلف عمارتوں پر بڑے بڑے اشتہارات اور بینر لہراتے نظر آتے۔ ان پر اکثر لکھا ہوتا، عراقی مزاحمت.....زندہ باد.....عراقی مزاحمت..... پائندہ باد.....اور سر اُٹھا کر چلو..... تم فلوجا میں ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔

بغداد المنتقریہ یونیورسٹی کے ایک نوجوان کا کہنا تھا کہ امریکی جو کچھ کر رہے ہیں، اس سے ہم سب دوچار ہیں۔ وہ کچھ بھی کر لیں، ہم سے ہمارے مزاحمت کے فخر کو نہیں چھین سکتے۔ ہمارے لئے امریکی اسرائیلیوں ہی کی طرح ہیں۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

موسم سرما شروع ہوا تو امریکی فوج فلوجا کو عراقی سکیورٹی فورسز کے حوالے کر کے خود وہاں سے نکل آئی تا کہ لوگوں میں مزید اشتعال پیدا نہ ہو۔ نیویارک ٹائمز کے نامہ نگار جان برنز نے فلوجا میں میرینز کے قیام کے حوالے سے اپنی رپورٹ میں لکھا۔

''82 ایئربورن ڈویژن سے فلوجا کے علاقے کی ذمہ داری لینے والے میرینز

میں گزشتہ ہفتے تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے۔ انہوں نے طاقت کے اندھے استعمال سے فلوجا میں باغیوں کو دبانے کی کوشش کی، جس کے ردعمل میں مزاحمت اور تصادم کے واقعات کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا، جس میں کئی میرینز مارے گئے جبکہ کئی شہری ہلاک ہوئے۔ میرینز کا شہر میں گشت کا مقصد اس کے مختلف گوشوں سے شناسائی حاصل کرنا تھا جبکہ باغی ان کے حملے کے بعد جوابی حملے کی تیاریاں کرتے رہتے اور لوگوں کو دکانیں بند کرنے اور سڑکوں پر رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لئے خبردار کرتے رہتے اور یا پھر کار پارکنگ میں گھات لگا کر بیٹھے رہتے۔''

30 مارچ 2004ء کو بریگیڈیئر جنرل لمٹ نے ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو بتایا کہ میرینز، فلوجا کی صورتِ حال سے بہت خوش اور مطمئن ہیں اور وہ عراق کے اس علاقے میں تعمیر نو، ترقی اور امن و سلامتی کے خواہاں ہیں۔ درحقیقت امریکہ فلوجا کے لئے ایک مشکل صورتِ حال پیدا کرنا چاہتا تھا، جس میں بلیک واٹر کے تین نئے سکیورٹی کنٹریکٹرز بھی اگلے چوبیس گھنٹوں میں اس کا حصہ بننے والے تھے۔

PdfStuff.blogspot.com

ذبح شدہ بھیڑ کی طرح

دہشت گردوں کے خلاف جنگ کے آغاز سے پہلے جیری زوکو کئی برسوں تک پرائیویٹ سکیورٹی کنٹریکٹرز کے طور پر کام کرتا رہا۔ 1991ء میں صرف 19 سال کی عمر میں اس نے امریکی فوج میں شمولیت اختیار کی اور سپیشل فورسز سے ہوتے ہوئے آخر کار آرمی رینجرز میں اپنی جگہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر اُسے اُس کی مرضی سے اُس کے والدین کے وطن یوگوسلاویہ میں سول وار میں حصہ لینے بھیج دیا گیا۔ وہ ایک اکھڑ، خودسر، ضدی اور پُرجوش نوجوان تھا۔ یوگوسلاویہ کے بعد اس نے معروف گوریلا دستے گرین بیرٹ میں شمولیت کے لئے سخت ترین تربیت حاصل کی۔ لیکن بدقسمتی سے اسے کبھی کسی ٹیم کے ساتھ کسی آپریشن میں حصہ لینے کا موقع نہ ملا۔ اس نے جلد ہی فوج کی ملازمت چھوڑ دی۔ اس کا کہنا تھا کہ آرمی رینجر میں رہنا آسان ہے کیونکہ یہاں صرف جسمانی کام ہوتا ہے لیکن سپیشل فورسز میں آپ کو ذہنی مشقت کرنی پڑتی ہے۔

فوج چھوڑنے کے بعد زوکو نے ڈائن کارپ نامی کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہ کمپنی عوام میں نسبتاً کم معروف تھی لیکن کام اس کا بھی سکیورٹی گارڈز بھرتی کرنے کا تھا۔ کمپنی نے زوکو کی تقرری قطر میں کر دی، جہاں اسے امریکی سفارت خانے کے سکیورٹی گارڈز میں شامل کر لیا گیا۔ زوکو نے یہاں رہ کر عربی زبان سیکھی، جس نے آگے چل کر اسے کرائے کے سپاہی کے طور پر مستقبل بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ متحدہ عرب امارات میں اپنی نوکری کے دوران اس نے بہت سفر کیا اور کئی نئے مقامات دیکھے۔ اپنی ماں سے اس کی جب بھی فون پر بات ہوتی، وہ اسے ہمیشہ یہی بتاتا کہ میں امریکی سفارت خانے کی سکیورٹی کے عملے میں شامل ہوں اور کچن میں کام کرتا ہوں۔ ماں سوچ میں پڑ جاتی۔ کیا فوجی ملازمت کے سات سال اس

نے محض کچن میں کام کرتے گزار دیئے۔ وہ شک و شبہے کا اظہار کرتی تو زوکو ہنسی میں ٹال دیتا۔ اب بعد میں اس کا کہنا ہے کہ اب مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ وہ درحقیقت کچن میں کام نہیں کرتا تھا۔ کام کچھ اور تھا، جسے وہ مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

جب عراق کا معاملہ شروع ہوا تو زوکو کو اگست 2003ء کے اختتام پر عراقی فوج کو تربیت دینے والی ورجینیا کی ایک کمپنی ملٹری پروفیشنل ریسورسز ان کارپوریٹڈ میں ملازمت مل گئی۔ اس کے کچھ ہی ماہ بعد وہ عراق چلا گیا تو والدہ نے پوچھا کہ کیا تم ایک کرائے کی بندوق کی طرح خود کو استعمال کروانا چاہتے ہو؟ دوسروں کی خاطر اپنی زندگی کو کیوں خطرے میں ڈالتے ہو؟ تو جواب ملا۔ ماں! میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ میں تو صرف عراقیوں کو تربیت دینے جا رہا ہوں۔

یہ ملازمت بہت مختصر مدت کی تھی۔ کیونکہ عراقی رمضان کی چھٹیاں ختم ہونے کے کئی ماہ بعد تک بھی تربیتی کیمپ میں واپس نہیں لوٹے تھے اور اسی دوران زوکو، بلیک واٹر کے ہتھے چڑھ گیا، جو اس وقت عراق میں اپنے کارکنوں کی تعیناتی کے لئے بڑے پیمانے پر بھرتیاں کر رہی تھی۔

زوکو نئی ملازمت ملنے پر بے حد خوش تھا کہ کمپنی میں اس کی آرمی رینجرز کی نوکری کے دنوں کا ایک قریبی ساتھی بٹالونا بھی موجود تھا۔ بٹالونا کا تعلق ہوائی کے آرمی رینجرز سے تھا اور 1989ء میں پاناما اور 1993ء میں صومالیہ میں خدمات انجام دیتا رہا تھا۔ دونوں عراقی فوج کو تربیت دینے کی ایک مختصر مدتی ملازمت سے فارغ ہو چکے تھے۔ فروری 2004ء میں اس ملازمت کے خاتمے پر زوکو نے بلیک واٹر میں ملازمت کر لی اور بٹالونا کو بھی عراق بلا لیا۔ زوکو کی والدہ ان دونوں کو یاد کرتے ہوئے ملنے والوں کو بتاتی ہے کہ اس دوران اس نے مجھے فون کیا۔ وہ بہت سنجیدہ تھا۔ اس نے کہا، میں کچھ لکھنے کی شدید ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا، کیا لکھنا چاہتے ہو؟ تو جواباً کہا کہ میں انشورنس پالیسی کا نمبر لکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے بتایا، اس کے لئے تمہیں گھر آنا پڑے گا اور فون بند کر دیا۔ اور اپنے دوسرے بیٹے کو بھی ہدایت کر دی کہ دوبارہ زوکو کا فون آئے تو وہ بھی اس کو گھر آنے

PdfStuff.blogspot.com

کے لئے کہے۔ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ ہم نے اس سے کسی بات پر بحث کی تھی اور اسے گھر آنے کو کہا تھا۔ اس نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ بلیک واٹر کے لئے کام کر رہا ہے۔

اگلی بار جب اس کا فون آیا تو اس نے باپ سے وعدہ کیا کہ وہ ایسٹر کے کھانے پر اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوگا اور ہم سب مل کر اکٹھے چرچ جائیں گے۔ اور اس کے بعد پھر وہ اپنا خاندانی کاروبار سنبھال لے گا۔ لیکن ایسٹر سے چند ہفتے پہلے 30 مارچ کی صبح زوکو اور بٹالونا کو اطلاع دی گئی کہ انہوں نے بلیک واٹر کے ایک دوسرے کنٹریکٹر مائیک ٹیگ کے ساتھ مل کر ایک خصوصی مشن مکمل کرنا ہے۔ ٹیگ 160 ویں سپیشل آپریشن ایوی ایشن رجمنٹ کا رکن رہ چکا تھا اور اپنے ساتھیوں کے حلقے میں آئس مین (ICE-MAN) کے نام سے مشہور تھا۔ ٹیگ نے ریزرو بننے سے پہلے 12 سال تک پانامہ اور گریناڈا میں فوج میں خدمات انجام دی تھیں اور 9/11 کے بعد افغانستان کی جنگ میں بہادری کے کارنامے سرانجام دینے پر اسے کانسی کا تمغہ مل چکا تھا۔

افغانستان کی ملازمت ختم کر کے وہ واپس امریکہ آ گیا تھا اور عراق میں بلیک واٹر کی پُرکشش نوکری سے پہلے امریکہ میں نہایت قلیل تنخواہ پر سکیورٹی گارڈ کی نوکری کر رہا تھا۔ خصوصی مشن کی اس ٹیم کا چوتھا رُکن تھا۔ بحریہ کا سابقہ اہلکار سکاٹ ہل انسٹن تھا، جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ زوکو یا بٹالونا دونوں میں سے کسی نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا۔

خصوصی مشن جو چار آدمیوں پر مشتمل اس ٹیم کے سپرد ہوا تھا، وہ فلوجا سے کچن کے سامان کے چند ٹرکوں کو ایک فوجی چوکی تک بحفاظت پہنچانا تھا۔ بلیک واٹر کا سپورٹ سروسز کے ساتھ حالیہ معاہدے کے بعد یہ پہلا مشن تھا۔ ٹیم میں دو افراد اور بھی شامل تھے۔ لیکن مشن پر روانگی سے پہلے ان کو بلیک واٹر کمپاؤنڈ میں کسی اور کام کی انجام دہی کے لئے روک لیا گیا۔ بٹالونا نے دبے لفظوں میں شکایت بھی کی کہ اس ٹیم نے پہلے کبھی اکٹھے کام نہیں کیا۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کی عادات و اطوار

سے واقف نہیں۔ کسی بھی مرحلے پر مشکل پیش آ سکتی ہے۔ لیکن ایمرجنسی تھی، اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ دوسرا مسئلہ گاڑیوں کا بن گیا۔ بلٹ پروف گاڑیوں کے بجائے انہیں عام گاڑیاں دی گئیں جن کی پچھلی طرف صرف سٹیل کی ایک چوڑی سی پلیٹ لگی ہوئی تھی۔

30 مارچ 2004ء سکاٹ کا عراق میں صحیح معنوں میں کام کا پہلا دن تھا۔ جلد ہی اس نے خود کو عراق کے لق و دق صحرا میں ایک گہرے سرخ رنگ کی مٹسوبشی میں تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے پایا۔ ساتھ والی سیٹ پر ٹیگ بیٹھا تھا۔ ان لوگوں کی ایک دن پہلے ہی آپس میں ملاقات کرائی گئی تھی۔ سرخ مٹسوبشی کے پیچھے سیاہ پجیرو میں زوکو اور گروپ کا سب سے عمر رسیدہ رکن 48 سالہ بٹالونا بیٹھے تھے۔ جس مشن پر وہ اس روز جا رہے تھے، اس کا پال بریمر یا سفارتی، وزارتی سکیورٹی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ محض کچھ چمچوں، کانٹوں، پلیٹوں اور دیگچیوں کے لئے اپنی زندگیاں داؤ پر لگا رہے تھے۔ انہیں اپنی اہمیت اور برتری جتانے کی ضرورت نہ تھی کہ آقا انہیں اس خدمت کا ایک خطیر معاوضہ ادا کر رہے تھے۔ انہیں آج کچن کے سامان اور آلات سے لدے ٹرکوں کو حکم کے مطابق بہ حفاظت فوجی چوکی تک پہنچانا تھا، جہاں میس میں اس سامان کی ضرورت تھی۔ کل کو یہ مشن امریکی سفیر کی حفاظتی گارڈ کا بھی ہو سکتا تھا۔

طے شدہ شرائط اور اصول و ضوابط کے مطابق کئی وجوہات ایسی تھیں کہ ان کو بنیاد بنا کر انہیں اس مشن پر نہیں جانا چاہئے تھا۔ پہلی وجہ تو یہی تھی کہ مشن ٹیم پوری نہیں تھی۔ دو آدمی کم تھے۔ سی آئی اے اور سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی واضح ہدایات تھیں کہ کسی بھی خطرے والے علاقے میں کم از کم چھ آدمیوں کی ٹیم ہونا ضروری ہے۔ دونوں گاڑیوں میں ایک آدمی کو 180 ڈگری کے زاویے پر مشین گن لے کر بیٹھنا تھا تاکہ کسی بھی متوقع حملے کی صورت میں اپنا دفاع اور بچاؤ کیا جا سکے۔ سکاٹ نے فلوجا کی طرف روانگی سے پہلے اپنی مطلقہ بیوی ٹریسیا کو ایک ای میل میں لکھا۔

”میں ایک ڈرائیور ہوں اور آگ کے میدان میں کودنے کے لئے اپنے

PdfStuff.blogspot.com

ساتھیوں پر انحصار کرتا ہوں۔"

گاڑی میں تیسرے آدمی کا ساتھ نہ ہونے کی صورت میں اب انہیں خود ہی صحرا میں راستہ تلاش کرنا تھا اور گھات میں بیٹھے کسی بھی دشمن کا مقابلہ بھی خود ہی کرنا تھا۔ ان کی گاڑیاں بھی کچھ زیادہ محفوظ نہیں تھیں۔ اُنہیں مشن پر روانگی سے قبل کچھ انٹیلی جنس اندازے بھی ہونے چاہئیں تھے کہ جس راستے پر انہوں نے سفر کرنا ہے، وہاں انہیں کیا کیا ممکنہ خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ مشن اچانک شروع ہوا تھا اور غیر معمولی تیزی کے ساتھ اس پر عمل درآمد ہو رہا تھا۔ حد یہ ہے کہ انہیں راستے کا نقشہ بھی فراہم نہیں کیا گیا تھا۔ اگر پیچھے مڑ کر دیکھنے یا کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ملتا تو یقیناً چاروں آدمی کہتے کہ ہم کسی صورت میں اس مشن پر نہیں جائیں گے۔ وہ کسی باقاعدہ فوج کا حصہ نہیں تھے۔ حکم نہ ماننے کی صورت میں انہیں کسی کورٹ مارشل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اس انکار کی صورت میں زیادہ سے زیادہ وہ اپنے ڈیپوٹیشن اور تنخواہ کے چیک سے محروم ہو جاتے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ زیادہ تر محدود وسائل کے ساتھ کام کرنے کے عادی تھے، اس لئے کسی نے افراد اور سہولیات کی کمی کو مسئلہ نہیں بنایا اور بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ مغربی عراق کے اُجاڑ بیابان صحرا میں داخل ہو گئے۔

ان دنوں کسی بھی غیر عراقی کے لئے فلوجا کے نزدیک سے گزرنا بھی انتہائی خطرناک تھا۔ پھر شہر کے اپنے حالات خاصے مخدوش تھے۔ امریکی میرین شہر کے شورش زدہ علاقے میں پھنسے ہوئے تھے اور ان کے ذہن میں فوج کا کوئی ایک بندہ بھی ایسا نہیں تھا، جو ان چار آدمیوں کی خطرے کی صورت میں حفاظت کر سکتا۔

سکاٹ اور اس کے ساتھیوں کی مشن پر روانگی کے اگلے ہی دن فلوجا میں صورتِ حال قابو سے باہر ہو گئی۔ امریکی سپاہی شہر میں گھات لگا کر شہریوں کا قتل عام کر رہے تھے۔ شہر میں اس کا چرچا ہوا تو لوگوں میں غم و غصہ بھر گیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے مساجد کا یہ خوب صورت شہر مزاحمت کا شہر بن گیا۔ میرین کا ایک دستہ شہر سے باہر بچھائی گئی بارودی سرنگ سے ٹکرایا۔ کئی افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ زندہ بچ

جانے والوں اور زخمیوں پر گھات میں بیٹھے عسکریت پسندوں نے فائر کھول دیا اور انہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اگلی صبح جب سکاٹ اور اس کے ساتھی فلوجا کی طرف اُڑے آ رہے تھے، میرینز نے بغداد شہر کی طرف جانے والی بڑی سڑک رکاوٹیں کھڑی کر کے بند کر دی تھی۔ شہر کے اردگرد گزشتہ گیارہ دنوں میں عراقیوں کے ہاتھوں نو میرینز ہلاک ہو چکے تھے۔ ایک نسبتاً پُرسکون مہینے کے بعد پھر سے کشت وخون شروع ہو چکا تھا۔ اسکاٹ اور اس کے ساتھی آگ کے اسی دریا میں اُترنے والے تھے۔

خوش قسمتی کہہ لیں یا کچھ اور..... علاقے اور راستے کا روڈ میپ نہ ہونے کی وجہ سے 30 مارچ کی رات سکاٹ اور اس کے تین ساتھی فلوجا جانے والے راستے سے بھٹک گئے اور رات انہیں فلوجا سے دور میرینز کی کسی اور چوکی میں گزارنا پڑی۔ یہ بات عراق میں موجود امریکی سپاہیوں کے لئے نئی نہیں تھی۔ ہر ایک بہ خوبی جانتا تھا کہ بہت سارے چست، چالاک اور چاق و چوبند سابق فوجی اور سپیشل فورسز کے ارکان بلیک واٹر میں سکیورٹی گارڈ یا کنٹریکٹر بھرتی ہو کر اپنے فرائض انجام دینے عراق آ رہے ہیں۔ ان میں سے بہت سے ایک دوسرے کے شناسا بھی تھے یا غائبانہ ایک دوسرے کو جانتے تھے۔ بلیک واٹر سے وابستہ افراد کی پیشہ ورانہ مہارت اور چابک دستی مسلمہ تھی۔ چنانچہ سکاٹ اور اس کے ساتھی میرینز کیمپ میں پہنچے تو ان کا استقبال خصوصی مہمانوں کی طرح پُرجوش انداز میں ہوا۔ انہوں نے اپنے مشن بارے کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ رات گزار کر اگلی صبح اپنی منزل کو روانہ ہو گئے۔ روانگی سے پہلے سکاٹ نے فلوریڈا میں جہاں اس وقت آدھی رات تھی، اپنی ماں کو فون کیا، جو اس کی عراق میں موجودگی کے خیال سے پریشان اور لرزاں تھی۔ فون پر بات نہ ہو سکی تو اس نے ماں کے نام مختصر سا پیغام چھوڑا۔

"اماں! سب ٹھیک ٹھاک ہے۔ پریشان نہ ہونا۔ میں بہت جلد لوٹ آؤں گا اور آپ کی دیکھ بھال کروں گا۔"

9:30 بجے سکاٹ اور اس کے ساتھی کالی عینکیں لگائے اپنی بلیک واٹر کی مخصوص

PdfStuff.blogspot.com

وردی میں ملبوس گاڑیوں میں سوار دنیا کے سب سے خطرناک اور بپھرے ہوئے شہر کی طرف بڑھے۔ فلوجا کی طرف جانے والا مرکزی راستہ ایک گنجان آباد مصروف پٹی پر مشتمل ہے، جہاں ایک طرف ریستوران، کیفے اور دوسری طرف دکانوں کی لمبی قطاریں ہیں۔ جہاں ہمہ وقت سینکڑوں لوگوں کا رش رہتا ہے۔ اس دن علاقے میں موجود ایک عینی شاہد کے مطابق سکاٹ اور اس کے آدمیوں کے فلوجا شہر میں پہنچنے سے پہلے صبح کے وقت کچھ نقاب پوش نوجوانوں نے مارکیٹ میں دھماکا خیز مواد چھپایا اور لوگوں کو تلقین کی کہ وہ دکانیں بند کر دیں۔ سڑکیں اور گلیاں خالی کر کے پیچھے ہٹ جائیں۔ اور جب یہ لوگ فلوجا شہر کی حدود میں داخل ہوئے تو بھاری اسلحہ سے لیس حریت پسند گھات میں بیٹھے ان کے استقبال کے لئے تیار تھے۔ عراقی مزاحمت کاروں کی طرف سے بعد میں جاری ہونے والی ایک ویڈیو میں انہوں نے کہا کہ شہر میں بلیک واٹر کے چار اہلکاروں کو انہوں نے ہی مارا ہے اور وہ اس لئے کہ انہیں پکا یقین ہے کہ وہ سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں۔ ایک وفادار اسلامی جہادی فوج کے ایک ساتھی جاسوس نے انہیں اطلاع دی کہ سی آئی اے کے ایجنٹوں کا ایک گروپ ہسپانیہ جانے کے لئے فلوجا سے گزرے گا۔ اطلاع تھی کہ آنے والے سکیورٹی گارڈز کی وردی میں ہیں تا کہ عراقی مجاہدین ان پر ہاتھ نہ ڈال سکیں۔ اب تک یہی ہوا تھا کہ فلوجا کے اردگرد پائے جانے والے کسی امریکی کو بھی زندہ بچ کر نہیں جانے دیا گیا تھا۔ ادھر جو آیا، جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ بلیک واٹر کی انتظامیہ نے وقوعہ کے بعد الزام لگایا کہ امریکہ کی تیار کردہ اور تربیت یافتہ عراقی فورس نے اس کے ارکان کی جانیں بچانے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی اور خاموشی سے ان کی موت کا تماشا دیکھنے والوں کی صفوں میں شامل رہی۔

زوکو اور بٹالونا، سکاٹ کی نسبت زیادہ عرصے سے عراق میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ چنانچہ فلوجا کی طرف بڑھتے ہوئے انہوں نے ساتھیوں کی رہبری کی۔ ان کی گاڑی آگے آگے تھی۔ سکاٹ اور اس کا ساتھی سرخ پجیرو میں ان کے پیچھے پیچھے تھے۔ شہر کی حدود میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے سپیڈ کم کر دی۔ ان کے

دائیں ہاتھ بازار تھا اور دکانوں کی ایک لمبی قطار سڑک کے ساتھ ساتھ دور تک چلی گئی تھی۔ بائیں سمت خالی میدان تھا۔ عینی شاہد بیان کرتے ہیں کہ ان کی گاڑیاں جیسے ہی بازار کے درمیان پہنچ کر قدرے آہستہ ہوئیں، ہجوم میں سے کسی نے سکاٹ کی گاڑی پر دستی بم دے مارا۔ اس سے پہلے کہ سکاٹ اور اس کے ساتھی ٹیگ کو حالات کی سنگینی کا حساس یا اندازہ ہوتا اور وہ اپنے بچاؤ کے لئے کچھ کرتے، فلوجا کی گلیوں سے مشین گنوں کی زبردست فائرنگ شروع ہو گئی اور مختلف اطراف سے گولیاں پجیرو پر اولوں کی طرح برسنے لگیں۔

فلوجا میں سپیشل فورسز یا بلیک واٹر کے جوانوں کے ساتھ پیش آنے والا یہ واقعہ اپنی نوعیت کا پہلا بدترین اور سنگین واقعہ تھا۔ زوکو، بٹالونا، ٹیگ اور سکاٹ برے پھنسے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ سکاٹ نے اپنی آخری اُکھڑتی ہوئی سانسوں کے درمیان کیا منظر دیکھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ منظر خواہ کچھ بھی رہا ہو، بہت دہشت ناک تھا۔ سکاٹ اور اس کے ساتھیوں کو یقیناً اپنی زندگی میں اس امر کا اندازہ ہوگا کہ وہ جس طرح کی زندگی جی رہے ہیں، اس میں وہ ایک بھیانک موت ہی مریں گے۔ لیکن وہ اس قدر دہشت ناک اور اندوہناک ہو گی، اس کا شاید انہوں نے کبھی بھولے سے بھی نہ سوچا ہوگا۔

سکاٹ جب بری طرح زخمی حالت میں لاش کی صورت گاڑی میں پڑا ہوا تھا اور اس کا خون بہہ رہا تھا، مشتعل افراد کا ایک گروہ پجیرو کے اندر گھسا اور اس کے جسم پر اندھا دھند گولیاں برساتا ہوا ونڈ سکرین توڑ کر باہر نکل گیا۔ سکاٹ کے پہلو میں ٹیگ کی لاش پڑی تھی، جس کی گردن سے خون بہہ رہا تھا۔ اللہ اکبر کے بلند آہنگ نعروں سے فضا بار بار تھرتھراتی اور گونجتی رہی۔ اصل حملہ آور اپنا کام کرنے کے بعد تیزی سے قریبی گلیوں میں گم ہو گئے اور بازار میں دکانوں کے باہر منڈلانے والے نوجوانوں کی درجنوں ٹولیاں خون خرابے کے اس منظر نامے کا حصہ بن گئیں۔ ایک عینی شاہد کے مطابق بلیک واٹر کا ایک آدمی سینے میں گولی لگنے کے باوجود زندہ تھا۔ اسے کھینچ کر گاڑی سے باہر نکالا گیا۔ وہ اپنی زندگی کے لئے گڑگڑایا

PdfStuff.blogspot.com

لیکن اس کی التجائیں اور فریاد ہجوم کے شور، نعروں اور چیخ و پکار میں دب کر رہ گئیں۔ لوگوں نے اُسے اینٹیں مار مار کر اور اُس کے جسم پر چھلانگیں لگا لگا کر اُسے زندگی کی قید سے نجات دلا دی۔ اُس کی ٹانگیں، بازو اور سر کاٹ کر الگ الگ کر دیئے گئے اور لوگ خوشی سے قہقہے لگاتے دیوانہ وار اُس کی لاش کے گرد ناچتے رہے۔

سکاٹ کی پجیرو پر جب دستی بم لگا اور گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی، زوکو اور بٹالونا کی گاڑی چند گز آگے نکل چکی تھی۔ گولیوں کی آواز اور شور سے انہیں اندازہ ہو گیا کہ وہ دشمن کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئے ہیں۔ بٹالونا گاڑی سے نکل کر پچھلی گاڑی کے ساتھیوں کو بچانے دوڑا حالانکہ بلیک واٹر کے ارکان کو تربیت کے دوران سختی سے ذہن نشین کرایا جاتا ہے کہ ایسے لمحات میں ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش نہ کریں بلکہ ان سے چھٹکارا حاصل کر کے صرف اپنے بارے میں سوچا جائے کہ ایسے حالات میں ان کا اپنا زندہ بچ جانا بھی تنظیم کے لئے بڑا اہم ہے۔

زوکو اور بٹالونا کو اپنا اسلحہ استعمال کرنے کی مہلت ہی نہ ملی۔ اگلے ہی لمحے ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی۔ ان کی گاڑی ہوا میں اچھل کر ایک دوسری گاڑی سے جا ٹکرائی۔ زوردار دھماکا ہوا اور زوکو، جو ابھی گاڑی سے نکلنے کی کوشش میں تھا، اُس کا سر دھڑ سے الگ ہو کر دور جا گرا اور بٹالونا کی ہوائی کی ٹی شرٹ میں گولیوں کے ان گنت نشان نمودار ہو گئے اور اُس کا سر زمین سے جا ٹکرایا۔

سڑک پر لوگوں کے ہجوم نے سکاٹ کی گاڑی پرزہ پرزہ کر دی۔ اس میں پڑا ہوا اسلحہ لوٹ لیا گیا۔ اتنے میں کچھ لوگ پٹرول لے آئے اور اسے لاشوں اور گاڑیوں پر چھڑک کر انہیں آگ لگا دی۔ اسی اثناء میں ذرائع ابلاغ کے نمائندے بھی موقع پر پہنچ گئے۔ اس واقعے کی ویڈیو اور تصویریں بننے لگیں، جو جلد ہی وقت کی گرد میں گم ہو جانے والا تھا۔

ہجوم کا غصہ کسی طرح ٹھنڈا ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ قابض فوجوں کے خلاف نعرے لگا کر دلوں کی بھڑاس نکال رہے تھے۔ پھر مسخ شدہ لاشیں جلی ہوئی گاڑیوں سے باہر نکالی گئیں۔ مشتعل نوجوانوں نے انہیں جوتوں سے روندا، ان پر

ڈنڈے برسائے، راڈ برسائے اور ایک ایک عضو الگ کر کے رکھ دیا۔ پھر انہیں ایک گہری سرخ اوپل سیڈان کے ساتھ باندھ کر گھسیٹتے ہوئے دریائے فرات کے پل پر لے جایا گیا۔ پل پر لوگوں نے فولادی جنگلے پر چڑھ کر سکاٹ اور ٹیگ کی جلی لاشوں کو لٹکا دیا۔ یہ لاشیں دریائے فرات کے اس پل پر اگلے دن گھنٹوں تک لٹکتی رہیں۔ فلوجا کی مقامی بولی میں یوں کہہ لیں جیسے ذبح شدہ بھیڑیں لٹکی ہوں۔

یہ عراق امریکہ جنگ کا ایک عبرتناک لمحہ تھا۔ لیکن مارے جانے والے امریکی فوجی نہیں تھے، کرائے کے سپاہی اور سکیورٹی گارڈز تھے، جنہیں بلیک واٹر نے سکیورٹی کنٹریکٹرز کا نام دے رکھا تھا۔ 1993ء میں امریکہ، صومالیہ میں مقامی آبادی سے پٹنے کے بعد پیچھے ہٹ گیا تھا۔ دیکھئے، عراق میں تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے یا امریکہ قدم پیچھے ہٹانے کے بجائے اپنے کرائے کے ان سپاہیوں، جن کی مائیں آج بھی گھروں میں ان کی واپسی کی راہ دیکھ رہی ہیں، کے قتل کے نتیجے میں عراق میں لگی آگ کو مزید بھڑکائے گا۔ اس کا جواب پانے کے لئے شاید ابھی وقت کا انتظار کرنا ہوگا۔

PdfStuff.blogspot.com

فلوجا کے لئے یہ محاصرے اور کشت و خون کوئی نیا اور انوکھا واقعہ نہیں تھا۔ ماضی میں بھی اس طرح کے واقعات سے سابقہ رہ چکا تھا۔ عراق پر امریکہ کے حملے سے لگ بھگ ایک سو سال پہلے، جب یہاں پر برطانوی فوجیں داخل ہوئی تھیں، تو تب بھی برطانوی تسلط کے دوران غیر ملکی فوجوں کے خلاف یہاں کے شہریوں نے کچھ ایسی ہی جانبازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا تھا کہ ایک دنیا دنگ رہ گئی۔

اس معرکے میں فلوجا شہر میں ایک ہزار برطانوی، مزاحمت کاروں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔

2003ء میں امریکی جارحیت کا آغاز ہونے کے بعد سے فلوجا عراق کا واحد شہر ہے، جس نے قابض فوجوں کے ہاتھوں سب سے زیادہ مصائب اور تکالیف برداشت کیں۔ امریکی فوجوں نے اس شہر پر کئی بار حملہ کر کے ہزاروں شہریوں کو ہلاک اور سینکڑوں کو اپنے گھروں سے بے گھر کر دیا۔ نہتے غیر مسلح جلوس پر متعدد بار بے دریغ فائرنگ کی گئی۔ امریکی اس طرح کی پُرتشدد کارروائیاں کر کے باغی فلوجا کا جذبہ حریت اور مزاحمت کچل کر اسے دوسرے شہروں کے لئے نشانِ عبرت بنا دینا چاہتے تھے کہ پھر کسی کو قابض فوجوں کے خلاف احتجاج کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہو۔

امریکی ذرائع ابلاغ اور اعلیٰ امریکی انتظامیہ کا خیال تھا کہ فلوجا، صدام کے حامی مزاحمت کاروں اور غیر ملکی عسکریت پسندوں کا گڑھ ہے، جو صدام کی حکومت کا تختہ الٹنے اور امریکی قبضے کے خلاف صدمے اور غصے سے بے قابو ہو کر کچھ بھی کر

سکتے ہیں۔

لیکن یہ ایک نامکمل، ادھوری اور گمراہ کن توجیہ تھی، جو واشنگٹن نے اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے گھڑی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خطہ بنیادی طور پر دیہی روایات، اقدار، بھائی چارے اور قومیت کی ایک مضبوط ڈور میں بندھا ہے، جس میں مذہب کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ایک اور بات جس کا ذکر میڈیا میں شاذ و نادر ہی سننے، پڑھنے میں آتا ہے، وہ یہ ہے کہ عراق میں امریکی فوج کی آمد، بلیک واٹر کی قتل و غارت گری اور محاصروں سے پہلے اور عراقی مزاحمت کی علامت و نشانی قرار پانے سے قبل بھی فلوجا کے شہری امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے ہاتھوں دکھ اٹھا چکے تھے۔

1991ء کی گلف وار کے دوران فلوجا ہی وہ مقام تھا، جہاں پائلٹ کی غلطی سے ایک سمارٹ بم گر گیا تھا اور بڑی تباہی پھیلی تھی۔ یہ 'سمارٹ' نسل کے نئے ہتھیاروں کی رونمائی کا دور تھا۔ 13 فروری 1991ء میں تین بجے کے فوری بعد اتحادی جنگی طیاروں نے شہر کی فضا میں بلند ہو کر میزائل داغے۔ دریائے فرات کا عظیم فولادی پل جو فلوجا کو بغداد جانے والی بڑی سڑک سے ملاتا تھا، ان طیاروں کا نشانہ تھا۔ چھ طیارے اوپر فضا میں ہی چکر لگاتے رہے، باقی دو اپنے ٹارگٹ پر۔ اکیلے برطانوی جنگی طیارے ٹورناڈو نے تین لیزر گائیڈڈ میزائل فائر کئے۔ پل کو تو کوئی نقصان نہ پہنچا، ایک میزائل پل سے کوئی آٹھ سو گز ادھر ایک رہائشی کمپلیکس اور مارکیٹ میں گرا۔ ہسپتال ذرائع نے بعد میں اس واقعے میں 130 ہلاکتوں کی تصدیق کی۔ 800 کے قریب زخمی ہوئے۔ مرنے اور زخمی ہونے والوں میں زیادہ تعداد معصوم بچوں کی تھی۔

ایک اتحادی کمانڈر کیپٹن ڈیوڈ ہینڈرسن نے اسے طیارے کے لیزر سسٹم میں فنی نقص کا نتیجہ قرار دیا۔ اس نے کہا، دریائے فرات کا پل ایک جنگی ٹارگٹ تھا۔ ہوا بازوں نے شہری آبادی کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ایک میزائل راستے سے بھٹک کر رہائشی علاقے میں گر گیا۔ انسانی جانوں اور املاک کے نقصان پر افسوس

PdfStuff.blogspot.com

کرنے کے بجائے اس نے احتجاج کیا کہ عراقی حکومت غلطی سے آبادی والے علاقے میں گرنے والے بم کے واقعے کو جنگی پراپیگنڈے کے طور پر کیوں اچھال رہی ہے۔ امدادی ٹیمیں اور پڑوسی ملبہ ہٹا کر نیچے دبے لوگوں کو نکالنے میں مصروف تھے کہ ذرائع ابلاغ کے نمائندوں کو دیکھ کر ایک عراقی چلایا۔

''دیکھو، یہ بش نے کیا، کیا ہے۔ اس کے لئے کویت یہاں سے شروع ہوتا ہے۔''

یہ سانحہ خواہ کسی راستے سے بھٹکے بم کا کیا دھرا تھا یا اس کی وجہ کچھ اور تھی، یہ واقعہ مقامی لوگوں کے ذہنوں میں آج بھی امریکیوں کے ہاتھوں فلوجا کے شہریوں کے قتل کے حوالے سے محفوظ ہے۔ اور جب امریکی فوجوں نے ایک دوسرے بش کے دورِ صدارت میں عراق پر حملہ کر کے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو فلوجا والوں کے نزدیک یہ سمارٹ بم والے قتل عام ہی کا تسلسل ٹھہرا۔

فلوجا پورے عراق میں صدام کا سب سے زیادہ وفادار اور حامی علاقہ تھا۔ اس کی ایلیٹ انقلابی گارڈز کی اکثریت یہیں کی رہنے والی تھی۔ اس شہر نے ہمیشہ صدام حسین کی حکومت کی مدد کی اور ساتھ دیا۔ اس کا اعتراف خود صدام حسین کو بھی تھا لیکن جنگ سے پہلے اقوام متحدہ نے امریکی دباؤ پر عراق پر اقتصادی پابندیاں لگائیں تو اس شہر کے شفاخانے اور ہسپتال بھی بری طرح متاثر ہوئے اور عراقی حکومت اس کے لئے کچھ نہ کر پائی۔ انسانی حقوق کی ایک عالمی تنظیم ''ویرانے میں آوازیں'' کی بانی کیتھی کیلی نے 1991ء کی گلف وار میں عراق کا کئی بار دورہ کیا۔ وہ ان دنوں کے بارے میں بتاتی ہے کہ ہسپتالوں میں بچوں کی لاشوں کے ڈھیر لگے نظر آتے تھے۔ اقتصادی پابندیوں کے باعث ضروری ادویات اور کھانے پینے کی چیزوں کی شدید قلت تھی۔

رہائشی علاقے اور مارکیٹ میں سمارٹ بم کے نتیجے میں عراقیوں کا قتل عام ہوا تو کیتھی نقصان کا اندازہ لگانے کے لئے موقع پر پہنچ گئی تاکہ حقائق جان کر امریکہ اور اس کے اتحادی برطانیہ کی اس حرکت کے خلاف احتجاج کیا جا سکے۔ ساتھ میں

انسانی ہمدردی اور حقوق کے لئے سرگرم ایک برطانوی تنظیم کے ارکان بھی تھے۔ یہ لوگ حادثے میں زندہ بچ جانے والے زخمیوں سے ملنے اور حقائق جاننے کے لئے ہسپتال پہنچے تو ایک مرحلے پر کیتھی کیلی اپنے گروپ سے کٹ کر جنرل وارڈ میں جا نکلی۔ اسے دیکھ کر ایک عراقی نے اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں خوب سنائیں۔ اُس نے چیخ چیخ کر کہا۔ ''تم امریکی، تم یورپ والے میرے گھر آؤ۔ میں تمہیں پانی دکھاؤں گا، جسے تم اپنے جانوروں کو بھی پلانا پسند نہ کرو گے، لیکن ہم انسان اسے پینے پر مجبور ہیں کہ ہمارے پاس اب یہی کچھ رہ گیا ہے۔ تم اب پھر ہمارے بچوں کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم میرے بیٹے کو نہیں مار سکتے۔ وہ تو پہلے ہی بش کی پہلی جنگ میں مارا جا چکا ہے۔''

دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد عراقی قدرے نارمل ہوا تو اس نے کیتھی کو اپنے گھر چائے کی دعوت کی پیش کش کی۔ کیتھی نے معذرت کر لی۔ تاہم اس نے سوچا کہ اتحادیوں کے تمام مظالم کے باوجود فلوجا کے رہنے والوں میں خیر سگالی کا جذبہ ابھی ختم نہیں ہوا۔ ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات استوار رکھنے کی امید اور گنجائش موجود ہے۔ لیکن اقتصادی پابندیوں اور پھر نو فلائی زون میں بمباری کے بڑھتے ہوئے واقعات نے اس امید پر پانی پھیر دیا۔ اور جب اپریل 2003ء میں امریکی فوجوں نے عراق کی سرزمین پر قدم رکھا تو فلوجا جو پہلے ہی بارہ سال قبل گلف وار میں امریکیوں کے لگائے ہوئے زخموں کو سینے سے لگائے بیٹھا تھا، ایک بار پھر سلگنے لگا اور اسے بھڑکنے میں زیادہ عرصہ نہیں لگا۔

امریکی فوجوں نے عراق پر حملے کے ابتدائی دنوں میں ہی فلوجا پر قبضہ کر لیا تھا لیکن پھر جلد ہی شہر کو خالی کر دیا۔

مقامی آبادی لڑے بغیر اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار اور آمادہ تھی کہ قابض فوجیں دو دن سے زیادہ شہر میں قیام نہیں کریں گی۔ عراق کے دوسرے شہروں کی طرح فلوجا میں بھی لوگوں نے اپنے آپ کو منظم کرنا شروع کر دیا اور ہوا کا رخ دیکھ کر شہر کی ایک انتظامی کونسل بھی منتخب کر ڈالی۔ اس دوران امریکی فوجوں کی

PdfStuff.blogspot.com

پیش قدمی جاری رہی۔ ایک ایک کر کے علاقے کے مختلف شہر زیر نگیں آتے رہے اور نت نئے کمانڈروں کی آمد شروع ہوگئی۔

آخر کار 82 ایئر بورن ڈویژن کے دستے فلوجا میں داخل ہوئے۔ دوسرے علاقوں کے برعکس فلوجا کے شہریوں نے قابض فوجوں کے خلاف کسی قسم کے فوری ردِعمل سے گریز کیا اور دیکھو اور انتظار کرو کی پالیسی پر کاربند رہے۔ یہ پالیسی زیادہ دنوں تک نہ چل سکی۔ قابض فوجوں کی اوچھی حرکتوں نے انہیں احتجاج پر مجبور کر دیا۔ فوجی گلی کوچوں میں اندھا دھند گاڑیاں دوڑاتے۔ کوئی نیچے آ کر کچلا جائے یا بچ جائے، ان کی بلا سے۔

چیک پوسٹوں پر مقامی لوگوں کو تنگ اور بے عزت کیا جاتا اور بلا اجازت دندناتے ہوئے لوگوں کے گھروں میں جا گھستے اور راہ چلتی عراقی عورتوں کو روک کر پوچھ گچھ کے بہانے بلاوجہ تنگ کرتے یا شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر سرِ عام سڑک پر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیتے۔ لوگوں کے دلوں میں ان سے نفرت تو پہلے ہی تھی، یہ حرکتیں جلتی پر تیل ثابت ہوئیں اور قابض فوجوں کی شہر میں موجودگی ناقابلِ برداشت ہونے لگی۔ تدبیریں ہونے لگیں کہ یہ کسی طرح شہر کی حدود سے نکل کر باہر کہیں مضافات میں قیام کریں۔

ابھی تدبیریں ہو رہی تھیں اور منصوبے ہی بن رہے تھے کہ ایک صبح اچانک حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ پورے شہر کو خون میں نہلا دیا گیا۔ ہوا یوں کہ جمعہ 25 اپریل کو صدام حسین کی سالگرہ سے چند دن پہلے 82 ایئر بورن بریگیڈ کے سینکڑوں چھاتہ بردار بڑی تیزی سے پورے فلوجا شہر میں پھیل گئے اور اہم عمارتوں پر قبضہ کر کے ہینزل سٹریٹ میں واقع القاعد سکول کی دو منزلہ عمارت میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا۔

یہاں پرائمری اور ہائی سکول کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ان میں اشتعال پھیل گیا۔ والدین اور اساتذہ نے کسی نہ کسی طرح حالات کو زیادہ بگڑنے اور دھماکہ خیز بننے سے روکنے کی کوشش کی اور ان کی کوششیں کسی قدر کامیاب بھی رہیں۔ اس

دوران شہر میں ایک نئی بات گشت کرنے لگی کہ امریکی سپاہی نائٹ وژن گاگلز پہن کر رات کو سکول کی بالائی منزل اور چھت پر چڑھ کر اڑوس پڑوس کی عورتوں کو، جو اپنے گھروں میں اکثر کسی قسم کی چادر اور پردے کے بغیر بے حجابانہ کام کاج میں مصروف ہوتی ہیں، انہیں تاکتے اور جھانکتے ہیں۔ افواہیں پھیلنے پر مقامی عراقی رہنماؤں نے امریکی فوجیوں سے مل کر انہیں صورتِ حال کی نزاکت سمجھاتے ہوئے سکول کی عمارت خالی کر دینے کی درخواست کی۔ ویک اینڈ گزرا، اتوار آیا اور چلا گیا اور سوموار کا دن آ گیا۔ سکول کی عمارت خالی نہ ہوئی اور 28 اپریل صدام حسین کی 66 ویں سالگرہ والے دن بھی کوئی ڈیڑھ سو امریکی فوجی، سکول میں بدستور موجود تھے۔

رات شہر میں امریکی فوجیوں کی موجودگی اور ناپسندیدہ حرکات کی وجہ سے فلوجا کے شہریوں پر بڑی بھاری تھی۔ مسجد میں امام صاحب نے امریکی قبضے کے خلاف تقریر کی اور سکول میں رہائش پذیر سپاہیوں کی حرکات پر شدید تنقید کی اور کہا۔

''دشمن طاقت ور ہے۔ مقابلہ کرنا ہے تو کمزوری ظاہر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں بھی طاقت ور بننا پڑے گا۔''

نماز کے بعد لوگ آنا شروع ہو گئے۔ فلوجا پر امریکی قبضے کے بعد پہلا منظم جلوس اور احتجاجی مظاہرہ ہونا تھا۔ ایک ہفتہ قبل امریکی فوجیوں نے موصل شہر میں فائرنگ کر کے تین مظاہرین ہلاک کر دیئے تھے۔ لیکن فلوجا کے شہری اس سے خوف زدہ نہیں تھے۔ 28 اپریل کی شام ساڑھے چھ بجے بعث پارٹی کے پرانے دفتر کے باہر سینکڑوں لوگ جمع ہو گئے۔ بعث پارٹی کے اس دفتر پر بھی امریکی فوجی قابض تھے اور یہ ان کی کمان پوسٹ تھی۔ اس کے ساتھ جڑا امریکی نواز میئر کا دفتر واقع تھا، جہاں اس وقت مقامی امریکی کمانڈر میٹنگ کر رہا تھا۔ ہجوم ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگا رہا تھا، یا نعرہ بلند ہوتا۔

''صدام حسین نامنظور.....امریکہ نامنظور۔''

فوجی حکام کا دعویٰ ہے کہ ہجوم میں شامل کچھ لوگ ہوائی فائرنگ کر رہے تھے،

PdfStuff.blogspot.com

جو عراق میں احتجاجی مظاہروں کے دوران عام بات ہے۔ لیکن عینی شاہدین کے مطابق اس دن نعرے بازی کے سوا، اس طرح کا کوئی واقعہ سرے سے ہوا ہی نہیں۔ لیفٹیننٹ کرنل ایرک فائنر نے اس اجتماع کو قانون کی خلاف ورزی اور فوج کے خلاف بغاوت قرار دیتے ہوئے لاؤڈ سپیکر پر مظاہرین کو سختی سے منتشر ہونے کا حکم دیا۔ ہجوم میئر کے دفتر کے سامنے سے ہٹ گیا اور آہستہ آہستہ شہر کی گلیوں کی طرف چلنے لگا۔ لوگ تھے کہ ان کی تعداد ہر لحظہ برابر بڑھتی جا رہی تھی اور امریکہ مخالف نعروں میں بھی تلخی اور شدت آتی جا رہی تھی۔ القاعد سکول تک پہنچتے پہنچتے ہجوم کے شرکاء کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ ہجوم میں کسی نے قابض فوج کو چڑانے کے لئے صدام حسین کی ایک بڑی سی تصویر لہرائی اور نعرہ لگایا۔

''اللہ اکبر.....اللہ سے بڑا کوئی نہیں۔ امریکہ اللہ کا دشمن ہے۔ ہمیں نہ صدام چاہئے، نہ بش۔ امریکیوں کا کام ختم ہو گیا۔ اب انہیں واپس چلے جانا چاہئے۔''

ہجوم ہینزل سٹریٹ میں کھڑا نعرے لگا رہا تھا اور امریکی، سکول کی بالائی منزل سے ان پر گنیں تانے مورچہ بند تھے۔ اور پھر بقول کرنل فائنر، ہجوم میں سے کسی عراقی نے امریکی سپاہی کو پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سکول کا علاقہ میدانِ کارزار کا منظر پیش کرنے لگا۔

پہلے ہجوم پر دھوئیں کے گولے پھینکے گئے اور اس کے ساتھ ہی فائرنگ شروع ہو گئی اور گولیاں ہجوم پر اولوں کی طرح برسنے لگیں۔ احمد کریم، جس کی ران میں گولی لگی تھی، اس نے بتایا، ہجوم نہتا تھا۔ ہم سکول کے سامنے امریکی کمانڈر کے ساتھ مذاکرات کرنے کے لئے جمع تھے کہ فوجیوں نے بغیر کسی قسم کی پیشگی وارننگ اور اشتعال کے، ہم پر فائرنگ شروع کر دی۔ ہمارے پاس صدام حسین کی ایک تصویر ہی تو تھی، کوئی اسلحہ نہیں تھا۔

چند لمحوں کے اندر اندر سڑک پر لاشوں اور زخمیوں کا ڈھیر لگ گیا جن میں بچے، بوڑھے، جوان سبھی شامل تھے۔ اور صورتِ حال خاصی ڈراؤنی اور اندوہناک ہو گئی۔ ہیوی آٹومیٹک مشین گنوں سے مسلسل فائرنگ ہوتی رہی۔ اجتماعی فائرنگ کا سلسلہ ختم

ہوا تو امریکی سپاہیوں نے انفرادی طور پر بچے کھچے لوگوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا۔ زخمیوں کی امداد یا لاشیں اٹھانے کے لئے ہسپتال کا عملہ آیا تو اسے ڈرا دھمکا کر بھگا دیا گیا۔

ایک خاتون نے اس دن کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھے تھے کہ فائرنگ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میرے میاں نے اٹھ کر جلدی سے دروازہ بند کرنا چاہا کہ بچے کمرے سے باہر نہ نکلیں اور اس کوشش میں خود گولی کا نشانہ بن گئے۔ ان کا گھر سکول کے قریب تھا اور خود اسے بھی ٹانگ میں گولی لگی۔

اس رات 75 آدمی زخمی اور کم از کم 13 ہلاک ہوئے۔ مرنے والوں میں چھ معصوم بچے تھے۔ انچارج کرنل نے بیان جاری کیا، امریکی فوجیوں نے مظاہرین کو جوابی فائرنگ کر کے منتشر کرنے میں کمال مہارت کا مظاہرہ کیا۔

اس دوران اگر کوئی گولی لگنے سے ہلاک یا زخمی ہوا ہے تو ہمیں افسوس ہے۔ فلوجا پر گزرنے والی قیامت کے بارے میں امریکی ترجمان کا بیان سامنے آتے ہی اس پر تنقید شروع ہو گئی اور شکوک وشبہات کا اظہار ہونے لگا۔ اور جب ذرائع ابلاغ کے نمائندوں نے جائے واردات پر پہنچ کر اپنے طور پر حالات کا کھوج لگایا تو امریکیوں کے جھوٹ کا پول کھل گیا اور ایک دنیا پر امریکی فوجیوں کی بہیمیت اور بربریت واضح ہو گئی۔

لندن کے دی انڈی پینڈنٹ کے نامہ نگار فِل ریفس نے اپنی رپورٹ میں لکھا:

''سکول کی عمارت پر سامنے کے رخ کسی قسم کا کوئی سوراخ نہیں جس سے یہ تاثر مل سکے کہ ہجوم نے اس عمارت میں مورچہ بند امریکی فوجیوں کے خلاف کسی قسم کا آتشیں اسلحہ استعمال کیا ہے۔ جبکہ مخالف سمت میں واقع گھروں کی دیواریں اور دروازے مشین گن کے فائر سے بری طرح چھلنی ہیں اور جگہ جگہ سے ہاتھ ہاتھ جتنے لمبے کنکریٹ کے ٹکڑے غائب اور پلستر اُکھڑا ہوا ہے۔''

کچھ ایسی ہی رپورٹیں انسانی حقوق کی انجمنوں اور عالمی تنظیموں نے دیں۔

PdfStuff.blogspot.com

امریکہ کو لوگوں کے دل اور دماغ جیتنے کی تھوڑی بہت جو اُمید تھی، وہ بھی اس واقعے کے بعد جاتی رہی۔ اگلے دن مرنے والوں کے جنازے اُٹھے تو پورے شہر میں ایک کہرام سا مچ گیا۔ ایک مقامی ہسپتال کی ایمرجنسی پر کسی نے عراق کا خون آلود پرچم لہرا دیا، جہاں ڈاکٹر، زخمیوں کو بچانے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف تھے۔ فلوجا کے اس قتل عام پر ہر چہرہ غم زدہ اور ہر آنکھ اشک بار تھی۔ لیکن حوصلے اب بھی جوان تھے۔ احمد حسین ہسپتال میں اپنے اٹھارہ سالہ زخمی بیٹے کے سرہانے بیٹھا تھا۔ اسے پیٹ میں گولیاں لگی تھیں اور ڈاکٹروں کے خیال میں اس کا زندہ بچنا محال تھا۔ بوڑھا باپ اب بھی فضا میں بازو لہرا لہرا کر کہہ رہا تھا کہ ہم چپ نہیں بیٹھیں گے۔ یا تو وہ خود فلوجا چھوڑ جائیں گے یا ہم انہیں فلوجا سے نکال پھینکیں گے۔

میڈیا کے کچھ حصوں نے اس سانحے کا موازنہ 1972ء کے قتل عام، جو بعد میں خونی اتوار کے نام سے معروف ہوا، سے کیا۔ تب برطانوی فوجیوں نے آئرلینڈ کے کیتھولک مظاہرین پر فائرنگ کر کے 13 آدمی مار دیئے تھے اور یہی واقعہ بعد میں آگے چل کر آئرش ری پبلکن آرمی کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کی بنیاد بنا۔

بدھ کی صبح ہوئی تو ہزاروں آدمی امریکی فوجیوں کے ہاتھوں اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کے قتل پر احتجاج کے لئے سڑکوں پر نکل آئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ امریکی فوجی فلوجا شہر سے نکل جائیں۔ اس مظاہرے کا اختتام بھی کل کی طرح مظاہرین پر امریکی فوجیوں کی فائرنگ اور خون خرابے پر ہوا۔ چار آدمی ہلاک اور پندرہ زخمی ہوئے۔ ایک لاش کی تدفین کے موقع پر امام صاحب نے امریکہ کے دوغلے پن کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

''ہم سمجھتے تھے، ہمیں احتجاج کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن گولیوں سے ہمارا استقبال ہوا۔ یہ آزادی نہیں۔ اپنے لئے آزادی کا معیار الگ، ہمارے لئے الگ۔ یہ دوغلا پن کیوں؟ کیا بش اس طرح ہمیں آزادی اور چھٹکارا دلانا چاہتا ہے؟ ہمیں بش منظور نہیں۔ نہ ہم اس کی دی ہوئی آزادی چاہتے ہیں۔ اپنی آزادی عراقی خود لائیں گے۔

فلوجا میں امریکی فوجیوں کی فائرنگ کے دوسرے راؤنڈ کے چند گھنٹے بعد ڈیفنس سیکرٹری ریمز فیلڈ، بصرہ ایئرپورٹ پر اُترا اور اپنے بیان میں کہا۔ ''ہم نے ایک ظالم و جابر ڈکٹیٹر کے پاؤں تلے دبے ذہین، پُرعزم اور پُرجوش عوام کو ایک نئی زندگی اور آزادی دی ہے، جو بڑی اچھی بات ہے۔

دوسری طرف فلوجا میں اس لمحے امریکی فوجیوں نے القاعدہ سکول خالی کر کے بعث پارٹی کے پرانے دفتر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ رات کے وقت کسی ستم ظریف نے ایک قریبی دیوار پر ایک بینر آویزاں کر دیا، جس پر موٹے موٹے الفاظ میں لکھا تھا:

''امریکی قاتلو! جلد یا بدیر ہم تمہیں ٹھڈے مار کر یہاں سے نکال پھینکیں گے۔''

اس رات صدام حسین جو تاحال روپوش تھا، کا ایک خط بھی منظر عام پر آیا۔ اس نے لکھا تھا:

''اس وقت ہم سب کی ایک ہی ترجیح ہے۔ امریکی غاصبوں کو اپنے ملک سے نکالنا ہے۔ ان چوروں، لٹیروں اور قاتلوں سے ہاتھ ملانے اور دوستی کرنے والا، ملک کا غدار ہے۔ کوئی خود دار اور غیرت مند عراقی ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔''

اسی رات کسی نے نئے امریکی ہیڈ کوارٹر میں ایک دستی بم پھینک دیا۔ جس سے سات امریکی فوجی بری طرح زخمی ہو گئے۔

فلوجا میں پیش آنے والے واقعات کی بازگشت جلد ہی عراق سے نکل کر پوری عرب دنیا میں پھیل گئی۔ فلوجا کی مزاحمت، بہادری اور جرأت کے نئے نئے قصے، ترانے اور نغمے تخلیق ہوئے۔ سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز تیار ہو کر مارکیٹ میں آ گئیں۔ فلوجا میں پیش آنے والے قتل و غارت کی فوٹیج شامل کر کے عربی رزمیہ فلمیں تیار کر لی گئیں اور فلوجا کے گلوکار صبیح الاہاشم کی آواز میں گائے گیت زبان زد عام ہو گئے۔ اُس کے اس نغمے نے بالخصوص سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ''فلوجا..... ان کے فوجیوں پر ٹوٹ پڑو..... ان کے زخمی سپاہیوں کو بچانے کوئی نہیں آئے گا..... تمہیں فلوجا کون لایا..... بش؟..... ہم تم کو موت کا جام پیش کریں گے۔''

PdfStuff.blogspot.com

ایک اور جگہ یوں نغمہ سرا ہوا:

''فلوجا کے باسی چیتے کی مانند اپنے دشمن پر جھپٹتے ہیں۔''

یہ غیبی آواز ایک سال سے بھی کم مدت میں اس وقت بالکل سچ ثابت ہوئی، جب بلیک واٹر کے چار اہلکار فلوجا کے مرکزی بازار میں ان کے ہتھے چڑھے۔ اس دوران واشنگٹن ڈی سی کے مضافات میں ایک نام نہاد، خود ساختہ ٹیرر ایکسپرٹ ایل پال بریمر بغداد جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا، جہاں اس نے بش کے نمائندے کی حیثیت سے عراق کا انتظام سنبھالنا تھا اور ایرک پرنس نے بغداد میں بش کے اس کارندے کی ذاتی سکیورٹی کی خاطر اپنے پرائیویٹ فوجی مہیا کرنے تھے۔

چلّی میں بلیک واٹر کے ایجنٹ

عراق پر حملے کے وقت بش انتظامیہ کی کوشش تھی کہ امریکہ کے زیرِ اثر ملکوں کا ایک ایسا اتحاد قائم ہو جائے، جو عراق کے خلاف جنگ میں اس کا ساتھ دے اور بعد ازاں وہاں قبضہ مستحکم کرنے میں بھی اس کی مدد کرے۔ یہ کوشش توقع کے برعکس زیادہ کامیاب نہ ہو سکی تو واشنگٹن نے تیسری دنیا کے غریب، پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں کا رخ کیا اور وہاں سے ہنگامی بنیادوں پر کرائے کے فوجی بھرتی کر کے اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی، جو کامیاب رہی۔ یہ بھرتی زیادہ تر ایسے ملکوں سے کی گئی جن کی سکیورٹی اور فوجی فورسز کا ریکارڈ اور شہرت بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے حوالے سے خاصی ''تابناک اور شاندار'' تھی۔ ہالی برٹن، بیچٹل اور فلور جیسی عراق میں موجود دوسری بڑی تعمیراتی کمپنیوں نے اپنی ضروریات کے لئے ترقی پذیر ملکوں سے الگ بڑی تعداد میں ورکر بھرتی کئے، جس سے عراق میں مختلف نسلوں اور علاقوں کے لوگ جمع ہو گئے۔

جن ملکوں کو اپنی فوجیں لڑنے کے لئے عراق بھیجنے میں کچھ تامل اور تردّد تھا، انہیں امریکہ اپنا ساتھ دینے کی ضرورت پر مائل اور آمادہ نہ کر سکا، وہاں امریکہ نے غریب اور بے روزگار افراد کو بھاری بھر کم پُرکشش معاوضوں کا لالچ دے کر ساتھ ملا لیا۔ یہ معاوضے اُن کی توقع اور وہم و گمان سے کہیں زیادہ تھے۔ دوسری سکیورٹی کمپنیوں اور ایجنسیوں کے مقابلے میں جو عام سکیورٹی پراجیکٹوں کے لئے سستی لیبر بھرتی کرتی تھیں، بلیک واٹر کی ساکھ اور شہرت اچھی تھی۔ اسے ایک اوّل درجہ کی سکیورٹی ایجنسی سمجھا جاتا تھا جو زیادہ تر اعلیٰ حکومتی اور سفارتی عہدیداروں کی سکیورٹی کے لئے گارڈز بھرتی کرتی تھی۔ بلیک واٹر کی یہ نیک نامی اور شہرت بغداد سے نکل کر واشنگٹن تک پہنچی تو عام امریکی بھی جذبہ حب الوطنی کے تحت اس کے کام کو سراہنے

PdfStuff.blogspot.com

لگے کہ یہ ہماری جنگ جیتنے میں امریکی فوجوں کا ہاتھ بٹا رہی ہے۔ لیکن عراق میں سکیورٹی کی ذمہ داریوں کا دائرہ تھا کہ برابر بڑھتا اور پھیلتا جا رہا تھا، جس سے یہ خرابی پیدا ہوگئی کہ بہت سے مشکوک اور جرائم پیشہ ماضی کے حامل افراد بھی غیر محسوس طور پر خاموشی سے کرائے کے ان فوجیوں کی صفوں میں شامل ہوتے گئے، جو آگے چل کر بلیک واٹر کی بدنامی کا باعث بنے۔

امریکہ میں غیر ملکی فوجیوں کو تربیت دینا اور ملکی پالیسیوں کے مطابق انہیں خفیہ اور مخصوص آپریشنوں کے لئے تیار کرنا کوئی نئی اور اچنبھے والی بات نہیں۔ لاطینی امریکہ میں یو ایس آرمی کا سکول، جس کا نیا نام 2001ء سے ویسٹرن ہمیسفیر انسٹی ٹیوٹ برائے سکیورٹی کوآپریشن رکھ دیا گیا ہے، اس کے قیام کے چھ سے زائد عشروں کے دوران لاطینی امریکہ کے ساٹھ ہزار سے زیادہ فوجی وہاں سے جنگ کے مختلف شعبوں از قسم نشانہ بازی، انٹیلی جنس، دشمن کے علاقے میں افراتفری اور انتشار پھیلانے، تفتیش میں نفسیاتی حربوں کے استعمال اور گوریلا کارروائیاں کرنے کی تربیت حاصل کر چکے ہیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کی ایک رپورٹ کے مطابق اس سکول کے فارغ التحصیل فوجی اکثر اغواء، قتل اور تشدد جیسے سنگین جرائم کے لئے بدنام ہیں اور انہیں بنیادی انسانی حقوق کی بھی کوئی زیادہ پروا نہیں ہوتی۔

1980ء سے 1990ء کی دہائی میں دھاندلی کی مکروہ جنگوں میں امریکہ سرگرمی سے ملوث رہا۔ کہیں اسلحہ، تربیت اور کہیں ڈالر فراہم کر کے تاکہ جہاں بھی اس کے مفادات کے خلاف کوئی مقبول عوامی تحریک اور احتجاج بلند ہو، اسے سختی سے کچل دیا جائے۔ عراق کی جنگ میں اور قبضے کے دوران پرائیویٹ شعبے میں غیر ملکی فوجوں کے زیادہ بڑے پیمانے پر استعمال اور تربیت کی ضرورت لاحق ہوئی۔ لاطینی امریکہ کے ملک امریکی سرپرستی اور ایئر بار سے کام کرنے والے موت کے دستوں اور ظلم و جبر کی پالیسیوں کا شکار چلے آ رہے تھے اور ان کے عوام اور حکومتیں 2003ء کے عراق حملے کے خلاف تھیں۔ لیکن شومئی قسمت، جب عراق میں جنگ چھڑی تو وہی علاقے عراق کی جنگ کے لئے تیار کئے جانے والے کرائے کے فوجیوں کے نئے

ریکروٹنگ اور ٹریننگ سنٹر بن گئے۔

غیر ملکی فوجیوں کا سب سے بڑا دستہ جو بلیک واٹر نے عراق بھجوایا، وہ چلّی کے گوریلوں پر مشتمل تھا، جن میں سے کچھ چلّی کے بدنام زمانہ فوجی آمر جنرل پینوچیٹ کے تربیت یافتہ تھے یا اس کے دور میں چلّی کی فوج میں خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ یہ ایک ہزار کے لگ بھگ چلّین گوریلے کس طرح عراق پہنچے، یہ بھی کسی ڈرامائی کہانی سے کم نہیں۔ ایرک پرنس نے چلّی میں بلیک واٹر کو پروموٹ کرنے کے لئے چلّی کے ایک سابق فوجی سے رابطہ کیا، جو جنرل پینوچیٹ کا ایک جیالا افسر تھا اور 1990ء میں بطور ترجمان لاطینی امریکہ میں امریکی سفارت خانے میں کام کر رہا تھا۔ امریکی سفارت خانے میں آنے سے قبل وہ ایک عرصہ تک امریکہ کی اسلحہ ساز کمپنیوں اور لاطینی امریکہ کی حکومت کے درمیان رابطے اور پُل کا کام کرتا رہا تھا۔ 2003ء میں جب عراق پر امریکی حملہ شروع ہوا تو پیزارو کو بلیک واٹر یو ایس اے کا پتہ چلا اور اس نے چند دنوں کے اندر اندر کئی سو لاطینی امریکی بڑے کم معاوضے پر بلیک واٹر اور عراق میں کام کرنے والی دوسری پرائیویٹ ملٹری فرموں کے لئے کرائے کے فوجی کے طور پر بھرتی کر لئے اور یوں چلّی میں بلیک واٹر کا پیش رو ٹھہرا۔ پیزارو نے بعد میں اپنے ایک طویل انٹرویو میں بتایا کہ لاطینی امریکہ کے نقطۂ نظر سے میری کہانی ناقابلِ فہم لگتی ہے، لیکن ایک امریکی کے نقطہ نظر سے یہ امریکہ کی کامیابی کی کہانی ضرور ہے۔ پیزارو جو اپنے آپ کو مائیک کہلانا زیادہ پسند کرتا ہے، اس کے پاس امریکہ اور چلّی دونوں ملکوں کی شہریت ہے۔ وہ 1968ء میں لاس اینجلس میں پیدا ہوا تھا جہاں اس کا باپ پیراماؤنٹ پکچرز میں بطور آرٹسٹ کارٹون فلموں کے کرداروں کے سکیچ بنانے پر مامور تھا۔ 1971ء میں چلّی میں انتخابات ہوئے اور ایک مارکسی امیدوار سلواڈور ایلین ڈی ملک کا صدر منتخب ہو گیا۔ انہی دنوں پیزارو فیملی امریکہ چھوڑ کر اپنے آبائی قصبے سان ٹیاگو میں لوٹ آئی تھی۔ دو سال بعد ہی ایلین ڈی کی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا گیا اور دنیا کا بدنام ترین آمر امریکہ کی مرضی اور مدد سے اقتدار پر قابض ہو گیا۔ ایلین ڈی نے جس وقت

PdfStuff.blogspot.com

چلّی کے صدر کا انتخاب لڑنے کا اعلان کیا تھا، وہ گزشتہ 25 برسوں سے چلّی کی سینٹ کا رکن منتخب ہوتا چلا آیا تھا۔ اس نے چلّی کے عوام کی حالت سدھارنے اور انہیں ایک بہتر اور روشن مستقبل دینے کے وعدے اور دعوے پر صدارتی انتخاب میں حصہ لیا اور کامیاب ٹھہرا تھا۔ باوجود یکہ اس کے حریف کی پشت پر دائیں بازو کی تمام جماعتیں تھیں اور انہیں سی آئی اے اور کئی معروف غیر ملکی بڑی بڑی کمپنیوں کی سپورٹ بھی حاصل تھی۔ ایلین ڈی کا صدر منتخب ہونا چلّی کی سیاسی تاریخ کا بڑا اہم اور تاریخی واقعہ تھا، جو امریکہ اور اس کے حواریوں کو ہضم نہ ہو سکا۔ امریکی سیکرٹری اسٹیٹ ڈین رسک کے مطابق چلّی جیسے ایک امریکی ملک میں کسی کٹر مارکسی کا صدر منتخب ہونا سب کے لئے لمحہ فکریہ تھا۔ واشنگٹن میں اقتدار کے ایوانوں کی پریشانی فطری تھی۔ معروف امریکی کمپنیاں، جنہوں نے انتخاب میں ایلین ڈی کے مخالف امیدوار کی حمایت میں مہم چلائی اور رات دن ایک کر دیا تھا، وہ اس کے صدر منتخب ہو جانے سے چلّی میں پھیلے اپنے کاروبار کی وجہ سے الگ پریشان تھیں۔ یہ نکسن کا عہد تھا۔ وائٹ ہاؤس میں چلّی کے منتخب صدر کے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں، جس میں طاقت ور امریکی میڈیا نے بھرپور کردار ادا کیا۔ بنیادی انسانی حقوق کی پاسداری نہ کرنے کا الزام عائد کر کے امریکہ نے چلّی کے خلاف اقتصادی پابندیاں لگا دیں۔ صدر نکسن نے ہدایات جاری کیں، چلّی کی معیشت کی چیخیں نکال دی جائیں۔ 1073ء تک چلّی ہڑتالوں اور احتجاجی جلسے جلوسوں کی گرفت اور لپیٹ میں آ گیا۔ پراپیگنڈا مہم تیز ہو گئی یہاں تک کہ ایلین ڈی کی حکومت ختم ہو گئی اور 11 ستمبر 1973ء کی صبح چلّی کی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل پینوچیٹ نے ملٹری ایکشن کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا اور ایلین ڈی نے خودکشی کر کے اپنی زندگی ختم کر لی۔ انقلاب کے دو دن بعد کی تاریخ میں وائٹ ہاؤس سے ایک خفیہ تار برقی پیغام جاری ہوا۔ ''ہم جنرل پینوچیٹ کو چلّی کی خواہشات اور اُمنگوں کے ساتھ برسر اقتدار آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ ان کے عہد میں امریکہ اور چلّی کے تعلقات مزید گہرے اور مضبوط ہوں گے۔''

جنرل کا اقتدار سترہ سال تک چلا۔ اس دوران عام شہریوں اور مخالفین کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا، اس کی تفصیلات خاصی رونگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں۔ چلّی بھر میں کہیں بھی کسی کی عزت، جان، مال اور آبرو محفوظ نہ تھی۔ پیزارو اسی جنرل کے عہد میں پلا بڑھا، جوان ہوا اور پھر فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اس طرح یہ اس عہد میں روا رکھے جانے والے اکثر انسانیت سوز واقعات کا اہم کردار بھی رہا۔

پیزارو کو انگریزی کے علاوہ فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔ 1991ء میں قومی ملٹری اکیڈمی سے سیکنڈ لیفٹیننٹ بن کر نکلا تو اپنی اس ''زباندانی'' کی وجہ سے مختلف یونٹوں میں بطور ترجمان فرائض انجام دیئے۔ جب بھی کوئی غیر ملکی فوجی وفد آتا اور چلّی کا کوئی جنرل اپنے ہم منصب غیر ملکی سے ملاقات کے لئے جاتا تو پیزارو بطور ترجمان اس کے عملے میں موجود ہوتا۔ 1995ء میں اس کی ایک امریکی افسر سے ملاقات ہوئی، جس نے آگے چل کر دوستی کی شکل اختیار کر لی۔ یہ امریکی پاناما سے لے کر گلف وار تک کئی معرکوں میں حصہ لے چکا تھا اور جب کبھی وہ اپنی کسی مہم کا احوال سناتا تو پیزارو بڑا متاثر ہوتا اور اسے اپنی زندگی اس کے مقابلے میں بڑی پھیکی اور بے رنگ سی لگنے لگتی اور اس کا دل چاہنے لگتا کہ وہ بھی امریکی فوج کا حصہ بن کر ملک ملک گھومے پھرے۔ اور پھر ایک دن قسمت سے اسے یہ موقع مل گیا۔ اس کے پاس امریکی شہریت بھی تھی، جو امریکی فوج میں بھرتی ہونے کے لئے اس کے کام آئی۔ ابتدائی تربیت کے بعد فورٹ ناکس کے یو ایس آرمر سکول سے 1996ء میں گریجوایشن کی تو کمانڈر نے اپنے دفتر میں بلوایا اور پوچھا۔ تم چلّی کی فوج میں بھی رہے ہو؟ اثبات میں جواب ملنے پر اگلا سوال ہوا۔ ہسپانوی بھی بول لیتے ہو؟

پیزارو نے کڑک کر جواب دیا۔ ''جی ہاں..... انگریزی کی نسبت کہیں اچھی۔''

''بہت خوب! ہمارے پاس تمہیں اسے آزمانے کا خوب موقع ملے گا۔''

ملاقات ختم ہوئی اور اُسے شمالی کیرولینا میں کیمپ لی جیون بھیج دیا گیا۔ پیزارو کا کہنا ہے کہ اگلے تین برسوں میں اسے یو ایس سدرن کمانڈر کے ساتھ ترجمان کے

PdfStuff.blogspot.com

طور پر لاطینی امریکہ کے طول وعرض میں گھومنے کا موقع ملا۔ صرف بولیویا نہیں جا سکا۔ وگرنہ اس کی یونٹ فوجی مشقوں کے لئے جہاں گئی، وہ بطور ترجمان اس کے ساتھ ساتھ رہا۔ اس دوران اسے غیر ملکیوں کے ساتھ امریکیوں کے تعلقات اور معاملات طے کرنے اور ان کی نفسیات کا بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ یو ایس سدرن کمانڈ کے ساتھ تین برس گزرنے کے بعد پیزارو نے سوچا کہ اپنے علم او تجربے کو پرائیویٹ سیکٹر میں آزمایا جائے چنانچہ 1999ء میں اس نے امریکہ کی ایک بڑی اسلحہ ساز فرم جنرل ڈائینا میکس کو اپنی خدمات پیش کیں۔ امریکی فوج کے ساتھ رہ کر اس نے لاطینی امریکہ میں جو دوستیاں بنائیں اور تعلقات استوار کئے تھے، ان کی وجہ سے اسے جنرل ڈائینا میکس میں ایک اعلیٰ عہدہ مل گیا اور اس کے تعلقات کی بدولت اس علاقے میں جنرل ڈائینا میکس کو اپنی مارکیٹنگ اور سیل بڑھانے کا سنہری موقع ملا۔ پیزارو کو لاطینی امریکہ کی حکومتوں کی اسلحہ کی ضرورتوں اور اس کے لئے درکار اور موجود بجٹ کا بخوبی اندازہ تھا۔ اس لئے ہر سودا بڑا ناپ تول کر کرتا۔ جلد ہی کمپنی نے اسے اپنے لاطینی امریکہ کے شعبے کا انچارج بنا دیا۔ اس حیثیت میں وہ آٹومیٹک گرینیڈ لانچر، راکٹ اور مشین گن اور اسی قسم کے دوسرے خود کار اسلحہ کی فروخت کے معاملات کا نگران تھا۔ پیزارو نے ڈیڑھ سال جنرل ڈائینا میکس کے ساتھ گزارا اور اس دوران اس نے مختلف سودے کر کے اتنا کمیشن اکٹھا کر لیا اور تنخواہ سے پس انداز کر لیا کہ اس نے 2001ء میں خود سے اپنی الگ کمپنی قائم کر لی اور کسی دوسری کمپنی کے ساتھ کام کرنے کے بجائے خود اپنی کمپنی میں کام کرنے لگا۔ اس کا نام اس نے ریڈ ٹیکٹیکا (ٹیکٹیکل نیٹ ورک) رکھا۔ یہ کمپنی لاطینی امریکہ کی حکومتوں اور امریکی اسلحہ ساز کمپنیوں کے درمیان رابطے اور پُل کا کام کرتی۔ لاطینی امریکہ کے ہر ملک کا اپنا ایک ملٹری اتاشی ہوتا، ایک نیول اتاشی ہوتا، ایک ایئر فورس اتاشی ہوتا اور ایک پولیس اتاشی۔ ہر ایک کی ضرورت مختلف تھی۔ پیزارو مختلف سفارت خانوں میں پہنچ جاتا اور متعلقہ اتاشی کے کمرے میں دستک دے کر بے تکلفانہ اندر گھس جاتا اور اپنا آموختہ شروع کر دیتا۔ مثلاً نیول

اتاشی کے کمرے میں اُس کا انداز یوں ہوتا۔

''جنابِ عالی! میں جانتا ہوں آپ کو بہترین آب دوز کی تلاش ہے، تارپیڈو چاہئے، ریڈار کی ضرورت ہے، مواصلاتی نظام چاہئے۔''

ملٹری اتاشی اور ایئر فورس اتاشی کے سامنے وہ ان کی دلچسپی اور ضرورت کی اشیاء کے نام گنواتا اور تان اس بات پر ٹوٹتی۔

''ہم آپ کی مدد اور خدمت کے لئے حاضر ہیں۔ موقع عنایت کریں، کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ قیمت اور معاوضہ بھی بڑا مناسب اور معقول ہوگا۔''

اپنی چرب زبانی سے وہ کچھ ایسا ماحول تخلیق کر دیتا کہ ایک آدھ ملاقات کے بعد ہی 'دوستی' ہو جاتی اور اسلحہ کی مختلف آئٹمز سپلائی کرنے کے آرڈرز مل جاتے۔

2001ء میں پیزارو نے ریڈ ٹیکٹیکا کے نام سے اپنی الگ کمپنی قائم کر لی۔ یہ کمپنی لاطینی امریکہ کی حکومتوں کو امریکہ کی اسلحہ ساز کمپنیوں سے متعارف کراتی اور سامانِ حرب وضرب کی خریداری کے بڑے بڑے سودوں کی ڈیل کرانے میں رابطے اور پُل کا کام کرتی۔ امریکہ میں ہر ملک کا سفارت خانہ موجود تھا جہاں ڈیفنس اتاشی بھی تعینات تھے اور جو اپنے اپنے متعلقہ شعبوں کے معاملات دیکھتے۔ پیزارو نے جلد ہی تقریباً تمام ہی ڈیفنس اتاشیوں کے ساتھ کاروباری تعلقات استوار کر لئے۔ چنانچہ بری، بحری یا فضائی فوج کے کسی شعبے کے لئے جب بھی جدید اور خود کار اسلحہ کی خریداری کا موقع آتا، پیزارو آگے بڑھ کر اپنی خدمات پیش کر دیتا۔ اس کا کمال یہ تھا کہ وہ نہ صرف ہر لاطینی امریکہ کے ملک کے اسلحے کی خریداری کی ضرورت سے آگاہ تھا بلکہ اس کے بجٹ پر بھی پوری نظر رکھتا اور پارٹی کو اس کی بجٹ رینج کے مطابق اس کی پسند کے سامان کی خریداری کرواتا۔ اس طرح اس نے ریڈار، حفاظتی سسٹم، رائفلیں، ملٹری ہارڈ ویئر اور دیگر جدید اسلحہ کی خریداری میں لاطینی امریکی ملکوں کی بڑی مدد کی اور خوب پیسہ بنایا۔ اس نے صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یورپی اور امریکی کمپنیوں کو بھی اپنی خدمات پیش کیں۔ اس کا کہنا تھا کہ میں اسلحے کا تاجر نہیں، اسلحے سے متعلق معلومات اور سوجھ بوجھ کا بیوپاری ہوں اور اپنا علم اور

PdfStuff.blogspot.com

معلومات بیچتا ہوں۔ آپ مجھے تین ماہ تک دس ہزار ڈالر ماہانہ دیتے رہیں، میں آپ کو اپنی تجارتی سوجھ بوجھ دوں گا اور آپ کے سیلز کے لوگوں کو بتاؤں گا کہ سودے کس طرح کرائے جاتے ہیں، انہیں کس وقت کس دفتر جانا ہے اور کس افسر کے گھر کب، کتنی بار اور کتنی دیر تک دستک دینی ہے۔

دوسروں کو اپنی یہ تجارتی سوجھ بوجھ بیچ کر پیزارو نے ایک معقول رقم اکٹھی کر لی تو 2003ء میں ریڈ ٹیکٹیکا کے روزمرہ کے معاملات عارضی طور پر پارٹنرز کو سونپ کر زندگی، فرصت اور دولت کی فراوانی انجوائے کرنے لگا۔ فروری 2003ء میں امریکہ نے عراق پر حملے کی تیاریاں شروع کیں تو سی این این میں ہسپانوی زبان کے شعبے کے ایک دوست پروڈیوسر نے پیزارو کو دعوت دی کہ واشنگٹن آ کر چینل کو جوائن کر لے اور سی این این کے لئے ہسپانوی زبان میں جنگ پر رواں تبصرہ شروع کرے۔ سی این این کے ہیڈ کوارٹر اٹلانٹا میں ایک ماہ کی مختصر سی تربیت کے بعد کام شروع کر دیا گیا۔ معقول معاوضے کے ساتھ دن میں کئی بار ٹی وی سکرین پر لوگوں کے سامنے نمودار ہوتا۔ اس کا اپنا چارم تھا۔ پیزارو ٹک گیا۔ اس دوران ریڈ ٹیکٹیکا کے معاملات خودکار نظام کے تحت خوش اسلوبی سے چلتے رہے۔

اٹلانٹا میں قیام کے دوران پیزارو کی ملاقات ریٹائرڈ جنرل ویزلے کلارک سے ہوئی تھی، جو ماضی میں نیٹو افواج کا ایک سپریم الائیڈ کمانڈر تھا اور مستقبل کا 2004ء میں ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے صدر کے عہدے کا امیدوار۔ ان دنوں ویزلے کلارک بھی سی این این پر رواں تبصرے اور تجزیے پیش کیا کرتا تھا۔ پیزارو کو اس سے اپنے ہسپانوی تبصروں کی تیاری میں بڑی مدد ملی۔ ویزلے کلارک کا شعبہ انگریزی تھا۔ پیزارو کو اگر کہیں مشکل پیش آتی تو وہ ویزلے کلارک کے انگریزی تبصرے اور تجزیے ہسپانوی زبان میں ڈھال کر اپنی طرف سے پیش کر دیتا۔

پیزارو کا تعلق سی این این کے ساتھ اپریل کے آخر تک برقرار رہا۔ اس کے بعد ریڈ ٹیکٹیکا دوبارہ اس کی توجہ اور سرگرمیوں کا مرکز بن گئی۔ عراق پر امریکی قبضے کا

سلسلہ اور ہنگامہ شروع ہوا تو پیزارو نے فوجی اجتماعات، شوز اور اسلحے کی نمائشوں میں آنا جانا شروع کر دیا۔ جولائی 2003ء میں پیزارو ورجینیا میں کونٹیکو کے ماڈرن میرین ایکسپو میں گھوم رہا تھا کہ اس کی نظر اسلحے کے ایک سٹال پر کھڑی غیر معمولی حسین اور طرحدار خاتون پر جم کر رہ گئی، جو بعد میں بلیک واٹر یو ایس اے کی سیلز گرل نکلی جبکہ سٹال کا انچارج ایک سابق پولیس افسر تھا۔ پیزارو نے بلیک واٹر یو ایس اے کا نام پہلے کبھی نہیں سنا تھا، اس نے خوب صورت خاتون سے گپ شپ کے لئے اپنے آپ کو ریڈ ٹیکٹیکا کا نمائندہ ظاہر کیا اور خاتون کے حُسن کے ساتھ ساتھ بلیک واٹر کے سٹال کی تعریف کی اور بتایا کہ وہ لاطینی امریکہ میں ان کی پراڈکٹ اور سسٹم کو بیچنے میں ان کی مدد کر سکتا ہے۔ پیزارو سے اس کے ضروری کوائف معلوم کرنے کے بعد بلیک واٹر کے نمائندے کا مشورہ تھا کہ وہ میوک میں واقع بلیک واٹر کے ہیڈ کوارٹر آئے، اس کا یہ دورہ رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اسے وہاں جو کچھ دیکھنے کو ملے گا، اس کی روشنی میں وہ مستقبل کا لائحہ عمل زیادہ بہتر انداز میں تیار کر سکے گا۔

2003ء کے موسم گرما میں پیزارو نے بلیک واٹر ہیڈ کوارٹر کا پہلا دورہ کیا تو عراق میں کرائے کے سپاہیوں کے دور کا آغاز ہو چکا تھا۔ بلیک واٹر کے ہیڈ کوارٹر کی سیر نے پیزارو کی سوچ کو ایک نئی جہت عطا کی۔ جس طرح ایک معصوم بچہ کرسمس کی رات جاگنے کے بعد صبح اپنے سرہانے رکھے کرسمس کے غیر متوقع تحائف کو ملی جلی حیرت اور خوشی سے دیکھتا ہے اور جذبات سے بے قابو ہو جاتا ہے، ٹھیک کچھ ایسی ہی کیفیت سے پیزارو دوچار تھا۔ 21 ویں صدی کے جدید اور روشن دور میں ایک پرائیویٹ آرمی کمپنی کا وجود کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ لیکن جو حقیقت تھی اور جس کا اس نے خود کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا، یہ آرمی اپنے آدمیوں کو خود ٹریننگ دیتی تھی اور اس کے لئے اس کے پاس وسیع میدان اور تجربہ کار عملہ موجود تھا، جو دنیا جہان کے مختلف علاقوں سے لائے گئے افراد کو اپنے ٹریننگ سنٹروں میں تربیت دے کر انہیں مستقبل میں امریکہ کے لئے خوف ناک جنگیں لڑنے کے لئے تیار

PdfStuff.blogspot.com

کرتا۔ یہ سب کچھ ایسا تھا، جیسے ڈاکٹر نو کی کوئی پراسرار، جاسوسی، مہماتی اور تحیر انگیز فلم ہو۔ ان میدانوں میں آپ ہر طرح کی ٹریننگ اصلی گولہ بارود کے ساتھ حاصل کر سکتے تھے۔ بکتر بند گاڑیاں، ہیلی کاپٹر، ہر شے موجود تھی۔ ہر چیز بڑی شاندار، حیرت انگیز اور عمدہ تھی۔ پیزارو پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اسے بار بار گمان گزرتا کہ یہ حقیقت نہیں، وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے۔ یہاں دنیا بھر سے آئے ہوئے لوگ ٹریننگ حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ ان میں سویلین بھی تھے، فوجی بھی، بحریہ اور ایئر فورس، میرین کے لوگ بھی۔ اور اس کے باوجود یہ ایک پرائیویٹ آرمی بیس تھی اور جو کسی حکومت کے بجائے صرف ایک شخص ایرک پرنس کے احکامات ماننے کی پابند تھی۔

یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد پیزارو کی سوچ نے پلٹا کھایا اور وہ جس نے سوچا تھا کہ وہ ان کے سسٹم کو لاطینی امریکہ میں متعارف کرانے اور بیچنے میں ان کی مدد کرے گا، اب خود بلیک واٹر کا حصہ بن جانے کے منصوبے بنانے لگا۔ چلّی فوج کے گوریلے اپنی مخصوص شہرت کے حامل تھے۔ قتل، اغواء اور تشدد کے حربوں میں کچھ زیادہ ہی طاق اور چابک دست تھے۔ اور یہ سب کچھ فوجی آمر جنرل پنوچیٹ کے دور کی ضرورتیں تھیں۔ مہذب معاشرے میں ایسے لوگوں کو یقیناً اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، لیکن بلیک واٹر کی ضرورت اور معیار کسی اصول اور ضابطے کے پابند نہیں تھے۔ اسے عراق میں کرائے کے ایسے ہی سپاہی درکار تھے اور یہ ہر طرح سے اس کی توقعات کے عین مطابق تھے۔ گوریلے عام طور پر پندرہ بیس سال کی ایکٹو سروس کے بعد ریٹائر کر دیئے جاتے ہیں حالانکہ ان کی عمر چالیس، پینتالیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی اور جسمانی طور پر بھی وہ تندرست اور توانا ہی ہوتے ہیں۔ پیزارو نے سوچا کہ کیوں نہ چلّی میں نیوی اور فوج کے ریٹائر گوریلے اور فضائیہ کے سابق چھاتہ برداروں کو تلاش کر کے انہیں عراق میں امریکہ کے لئے خدمات انجام دینے پر آمادہ کیا جائے۔ ایسے لوگ اگر مناسب تعداد میں مل جائیں تو انہیں بلیک واٹر کو بیچ کر دام کھرے کئے جا سکتے ہیں۔ جان پہچان کے چند ریٹائرڈ کرنل، میجر اور کیپٹن چلّی

میں موجود تھے، واپسی پر انہیں فون کر کے معلوم کرنا شروع کر دیا۔ ''مجھے ایک دو ہفتوں کے اندر نیوی کے کچھ ریٹائرڈ گوریلوں سے ملوا سکتے ہو یا میرے لئے کرائے پر ایک سو کمانڈوز کا بندوبست کر سکتے ہو؟'' جواب ملتا۔ ''ہاں، صرف بیس۔'' مطالبہ ہوتا۔ ''25 کر دو۔'' پھر صاف انکار ہو جاتا۔ ''مشکل ہے، پھر ویسے بھی یہ کچھ غیر قانونی سا کام لگتا ہے۔ نہیں بابا، نہیں۔ مجھے معاف ہی رکھو۔ اس جھنجٹ میں نہ ڈالو۔ تمہیں بھی ناکامی ہوگی۔ یہ خیال چھوڑ دو۔''

پیزارو کا کہنا تھا کہ اس طرح کا منفی ردعمل میری آتش شوق مزید بڑھا دیتا۔ مجھے یقین تھا کہ میں کچھ بھی غیر قانونی کام نہیں کرنے جا رہا۔ میں ٹھیک ہوں۔ قانونی مشیروں نے بھی حوصلہ اور تسلی دی کہ اس کے پلان میں قانون کی خلاف ورزی والی کوئی بات نہیں۔ اس دوران چلّی فوج کے کچھ ایسے سابق ارکان سے بھی اس کا رابطہ ہو گیا، جو اس کا ساتھ دینے پر آمادہ تھے۔ پیزارو اور اس کے ساتھیوں نے ایک ریکروٹنگ ایجنسی کی خدمات بھی حاصل کر لیں، جس نے ان کے منصوبے کے مطابق افراد بھرتی کرنے میں ان کی مدد کرنی تھی۔ چلّی میں اپنا سیٹ اپ قائم کرنے کے بعد پیزارو نے سمجھا کہ اب کام شروع کیا جا سکتا ہے تو وہ امریکہ پہنچا اور بلیک واٹر کے صدر گیری جیکسن سے مل کر اپنا منصوبہ بیان کرنے کی کوشش کی۔ جیکسن کا روّیہ بڑا سرد تھا۔ اس نے پوری بات سنے بغیر اسے سختی سے دھتکار کر اپنے دفتر سے نکال دیا۔ پیزارو نے ہمت نہ ہاری اور ورجینیا میں ایرک پرنس سے ملاقات کرنے اس کے دفتر جا پہنچا۔ اپنا تعارف کرانے کے بعد بولا۔

''ایک اہم معاملہ ہے، آپ کے صرف پانچ منٹ لوں گا۔''

ایرک پرنس غرّایا۔ ''صرف تین۔''

لیکن جب پیزارو نے اس کے سامنے اپنی تجویز رکھی تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور تین منٹ کی ملاقات کئی منٹوں پر محیط ہو گئی۔

ایرک پرنس اپنی بحریہ کی ملازمت کے دوران چلّی میں بھی کچھ عرصہ گزار چکا تھا اور اس کے ان دنوں کے کئی دوست اب بھی وہاں موجود تھے۔ چلّی نیوی کے

PdfStuff.blogspot.com

گوریلوں کی پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور تربیت کے معیار سے بخوبی واقف تھا۔ پیزارو کی تجویز پسند آ گئی اور بولا۔

''شاباش! اگر تم چلّی نیوی کا ایک گوریلا بھی لے آؤ جو میرے لئے کام کرنے پر آمادہ ہو تو سمجھو معاملہ جم گیا۔ تم نے میدان مار لیا۔ اب یہ تم پر ہے یہ کام کس طرح اور کتنی جلدی انجام دیتے ہو۔ سب کچھ تیار ہو جائے تو مجھے پیغام بھجوا دینا، میرے آدمی آ جائیں گے جو تمہارے آدمیوں کا جائزہ لینے کے بعد مجھے رپورٹ کر دیں گے۔''

پیزارو اگلی ہی صبح پہلی فلائٹ سے واپس سان ٹیاگو پہنچ گیا۔

چلّی پہنچ کر وہ جلد ہی اپنے کام میں جُت گیا۔ سب سے پہلے اس نے ایک وسیع و عریض فارم کرائے پر حاصل کیا۔ یہ سان ٹیاگو کے مضافات میں واقع بڑے عرصے سے خالی پڑا تھا۔ یہاں وہ اپنے مستقبل کے ممکنہ فوجیوں کو ٹریننگ کرتے دیکھ کر ان کی کارکردگی جانچ سکتے تھے۔

12 اکتوبر 2003ء کو ان کی طرف سے ایک بڑے قومی اخبار آئی مرکیوریو میں اس مضمون کا اشتہار چھپا کہ ایک انٹرنیشنل کمپنی کو بیرون ملک ملازمت کے خواہش مند سپیشل فورسز کے سابق فوجیوں کی تلاش ہے۔ امیدوار اچھی صحت، تندرست جسم اور انگریزی کی شد بد رکھتے ہوں۔ اپنی اسناد ہمراہ درخواست بھجوائیں۔

پیزارو اور اس کے دوستوں کے پاس جلد ہی ملازمت کے امیدواروں کی درخواستیں آنا شروع ہو گئیں اور ساتھ ہی یار لوگوں نے اُڑا دی کہ تین ہزار ڈالر ماہانہ تنخواہ کی پیش کش کی جا رہی ہے جو چلّی میں ایک حاضر سروس فوجی کو ملنے والی چار سو ڈالر ماہانہ تنخواہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔ اس افواہ کے بعد درخواستیں آنے کی رفتار کچھ اور تیز ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے ایک ہزار سے زیادہ درخواستیں اکٹھی ہو گئیں۔ ان میں ریٹائرڈ افسروں کے ساتھ ایسے لوگ بھی شامل تھے جن کی ریٹائرمنٹ میں ابھی کچھ عرصہ باقی تھا لیکن پُرکشش تنخواہ اور مراعات کے لالچ میں ہر کوئی قبل از وقت ریٹائرمنٹ لینے کے لئے تیار تھا۔

دوسری طرف اخبار میں اشتہار چھپنے کے بعد پورے چلّی میں بھونچال سا آ گیا اور معاملہ پارلیمنٹ تک جا پہنچا۔ پیزارو اور اس کے ساتھیوں کے خلاف تحقیقات کا مطالبہ ہونے لگا کیونکہ یہ لوگ سابق فوجیوں کو بیرون ملک ملازمتوں کی پیش کش کر کے باہر بھجوانے کا لالچ دے کر مروّجہ فوجی قانون توڑنے کے مرتکب ہوئے ہیں۔ قانون کے مطابق کوئی پرائیویٹ ادارہ یا کارپوریشن کسی جگہ سکیورٹی اور قیامِ امن کے لئے اپنے طور پر سابق فوجیوں کو بھرتی کر کے بیرونِ ملک بھجوانے کی مجاز نہیں۔ یہ کام اقوامِ متحدہ کی درخواست پر ملک کی وزارتِ دفاع انجام دیتی ہے اور اس کے لئے افراد کا انتخاب حاضر سروس فوجیوں میں سے ہوتا ہے، سابق فوجیوں میں سے نہیں۔ لیکن پیزارو اور اس کے ساتھی میڈیا میں برپا اس سارے شور شرابے سے بے نیاز دن رات اپنے کام میں جُتے رہے اور افواہیں اُڑتی رہیں کہ پیزارو چلّی میں سی آئی اے کا ایجنٹ ہے۔ امریکی صدر جارج بش سے بھی اس کے قریبی تعلقات ہیں اور ٹیکساس میں اس کے فارم پر اکثر آتا جاتا رہتا ہے جبکہ حقیقت کچھ بھی نہیں تھی۔ پیزارو سرتاپا، ایک ایسا تاجر تھا جسے موقع سے فائدہ اٹھا کر صرف پیسہ بنانے سے غرض تھی۔ اکتوبر کے اختتام تک پیزارو کی ٹیم نے تین سو آدمیوں کا ایک گروپ تیار کر لیا۔ اس نے ایرک پرنس کو پیغام بھیجا۔ ''میرے آدمی امتحان کے لئے تیار ہیں۔'' اکتوبر کے آخری ہفتے میں واشنگٹن سے تین آدمی ان کا امتحان لینے آ گئے۔ تینوں امریکی بحریہ کے گوریلے تھے۔ انہوں نے اپنے حساب سے تین دن تک ان کا ہر طرح سے امتحان لیا اور ان کو دی گئی تربیت کے معیار کی پوری اور کڑی چھان پھٹک کی اور واپس چلے گئے۔

18 دسمبر کو بلیک واٹر والوں کا پیغام آیا۔ ''فروری میں اپنے ایک سو آدمی لے کر امریکہ آ جاؤ۔ ان کا امریکہ میں دوبارہ امتحان لیا جائے گا۔''

4 فروری 2004ء کو پیزارو اپنے ساتھ 78 آدمیوں کا گروپ لے کر میوک پہنچا۔ جہاں بلیک واٹر کے انسٹرکٹروں نے ان کا دس دن تک ایک بار پھر امتحان لیا۔ کبھی انگریزی بول چال کی استعداد، کبھی رائفل و پستول شوٹنگ اور دوسرا اسلحہ

PdfStuff.blogspot.com

چلانے میں مہارت اور چابک دستی کا مظاہرہ، ڈرائیونگ پر دسترس، لیڈر شپ اور کبھی ناموافق ماحول اور حالات میں جذباتی اور اعصابی دباؤ کے برداشت کا امتحان..... پورے گروپ میں صرف ایک آدمی اپنے مزاج اور غصیلے پن کی وجہ سے ناکام قرار پایا۔ باقی ماندہ لوگوں کو بلیک واٹر میں بھرتی کر لیا گیا۔ یوں 14 فروری 2004ء کو چلّی گوریلوں کا پہلا گروپ نارتھ کیرولینا سے بغداد پہنچا اور جاتے ہی اپنی ڈیوٹی سنبھال لی اور ساتھ ہی پیزارو کو بلیک واٹر کی طرف سے کرائے کے مزید 78 سپاہی بھرتی کر کے لانے کا نیا کنٹریکٹ مل گیا۔

گیری جیکسن جو ابتدا میں پیزارو کے منصوبے کے حق میں بالکل نہیں تھا اور اس پر کسی قسم کی بات چیت کو محض وقت کا ضیاع قرار دیتا تھا، لیکن چلّی گوریلوں کا پہلا دستہ بلیک واٹر کے کڑے تربیتی معیار پر پورا اُترا تو اس کا روّیہ یکسر بدل گیا۔ اس نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے اپنی خوشی کا اظہار یوں کیا کہ چلّی گوریلوں کا دستہ مقررہ شیڈول سے پہلے عراق روانہ کر دیا گیا ہے کیونکہ ان گوریلوں کو اضافی تربیت کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چلّی کی مسلح افواج کے ساتھ وابستگی کے دوران انہوں نے جو کچھ سیکھ رکھا تھا اور مختلف آپریشنوں کے دوران جس پیشہ ورانہ مہارت اور چابک دستی کا مظاہرہ کرتے رہے تھے، ان سب باتوں کا تجربہ اور علم انہیں مزید کسی اضافی ٹریننگ کی ضرورت سے بے نیاز کر دیتا تھا۔ پہلے گروپ میں شامل افراد کی اوسط عمر 43 سال سے زیادہ نہیں تھی۔ ان لوگوں کو بغداد، کربلا اور بصرہ جیسے شہروں میں اہم سرکاری دفاتر اور حساس اداروں کے ہیڈ کوارٹرز کی نگرانی اور حفاظت کا ٹاسک ملا۔ ان کے لئے کھلی سڑکوں پر نکلنا اور عام شہریوں سے ربط ضبط رکھنا ممنوع تھا۔

مقبوضہ عراق میں چلّی گوریلوں کی کارکردگی خاصی متاثر کن رہی۔ بلیک واٹر نے جلد ہی ان گوریلوں کو عراق بھجوانے سے پہلے اپنے ہیڈ کوارٹر میوک میں ان کا امتحان اور ٹیسٹ لینے کی شرط اور پابندی ختم کر دی۔ اب وہ پیزارو کی نگرانی میں چلّی سے براہِ راست عراق پہنچنے لگے تھے۔ پیزارو کا کام خاصا بڑھ گیا۔ چلّی گوریلوں کی

عراق میں مانگ بڑھنے لگی، جس کی وجہ ایک طرف اگر اُن کا اعلیٰ پیشہ ورانہ معیار اور کارکردگی تھی تو دوسری طرف ان کی اُجرت بھی کم تھی۔ بلیک واٹر کو جتنی قیمت میں ایک امریکی گوریلا پڑتا تھا، اتنی قیمت میں چلّی کے چار اور بسا اوقات پانچ گوریلے مل جاتے تھے۔ پیزارو نے دو سال ایک ماہ کی مدت میں بلیک واٹر کے علاوہ عراق میں موجود دوسری کمپنیوں کو چلّی کے 756 گوریلے فراہم کئے۔

چلّی کے اندر صورتِ حال زیادہ حوصلہ افزا نہ تھی۔ عراق گوریلے بھجوانے کا مسئلہ میڈیا میں کچھ زیادہ ہی اچھل گیا اور عوامی سطح پر بھی بہت غم و غصے کا اظہار ہوا۔ لوگوں کی اکثریت ان گوریلوں کے بارے میں کوئی بات سننے کی ہی روادار نہیں تھی۔ جنرل پنوچیٹ کے دور میں عوام نے ان کے ہاتھوں بہت دکھ اور تکلیفیں اٹھائی تھیں اور غم سہے تھے کہ جن کی یاد آج بھی ان کے رونگٹے کھڑے کر دیتی اور خون کے آنسو رُلاتی۔ بہت سے خاندان تو آج بھی اپنے ان پیاروں کی راہ دیکھ رہے تھے جنہیں جنرل کے دور میں اس کے ان سفاک کارندوں نے اغوا کر کے غائب یا قتل کر دیا تھا۔ خود حکومت کی پوزیشن یہ تھی کہ چلّی سرکاری سطح پر سلامتی کونسل کے ایک ROTATING رکن کی حیثیت سے عراق میں جنگ کی مخالفت کر چکا تھا۔ اب حکومت کس طرح عراق میں امریکی جارحیت کے استحکام کے لئے اپنے ہاں سے کرائے کے سپاہی بھجوانے کی حمایت یا وکالت کرتی۔ 92 فیصد عوام بھی عراق میں کسی قسم کی امریکی جارحیت کو رد کر چکے تھے۔ صورتِ حال خاصی گمبھیر تھی۔ پیزارو نے چلّی میں قانونی پیچیدگیوں اور اُلجھنوں سے بچنے کے لئے اپنی فرم کی رجسٹریشن یورو گوئے میں کرا لی اور بلیک واٹر کے ساتھ اس کے معاملات یورو گوئے کی NESKOWIN نام کی گھوسٹ کمپنی کی آڑ میں چلنے لگے۔ تب پیزارو نے کہا، ہم بلٹ پروف ہو گئے، اب ہمیں یہ نہیں روک سکتے۔ تاہم چلّی میں اس موضوع پر گرما گرمی چلتی رہی۔ چلّی کے ایک ادیب رابرٹو میزی کوئز نے لکھا۔ ”بلیک واٹر کے لئے کام کرنے والے چلّی کے گوریلے بیرونِ ملک محض اس لئے پسند کئے جا رہے ہیں کہ وہ چلّی کے نہتے اور بے بس عوام کو ایک آمر کے دور میں اغواء، قتل اور انہیں

PdfStuff.blogspot.com

نت نئی اذیتیں دینے کا وسیع اور بے مثل تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں جو ہمارے ملک اور قوم کے ماتھے پر ایک بدنما داغ سے کم نہیں۔ اور یہ سب کچھ اس وجہ سے ہو رہا ہے کہ امریکیوں کے نزدیک انسانی حقوق اور اقدار کی کوئی اہمیت نہیں لیکن ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم خود چلّی میں عدل و انصاف کی کوئی روشن مثال قائم کرنے میں ناکام رہے۔ آمر کے دور میں عوام کے قتل، اغوا میں ملوث اور عقوبت خانوں کے نگرانوں کو قرار واقعی سزائیں مل جاتیں تو آج وہ یوں آزادی سے بیرونِ ملک دندناتے اور اپنے ماضی کے جرائم کیش کراتے نظر نہ آتے اور ملک اور قوم کو شرمندگی کا یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

تمام تر حکومتی اقدامات، اعلانات اور عوامی احتجاج اور دباؤ کے باوجود بلیک واٹر کے ساتھ پیزارو کے معاملات خوش اسلوبی سے چل رہے تھے۔ 2006ء تک تین ہزار چلّی کے گوریلے بھرتی کر لینے کا ٹارگٹ تھا، جو ماضی کی کارکردگی کے پیش نظر کچھ زیادہ مشکل نظر نہیں آتا تھا لیکن وہ جو کہتے ہیں تدبیر کندہ بندہ، تقدیر زندخندہ۔ انسان سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے۔ ایسا ہی معاملہ پیزارو کے ساتھ پیش آیا۔ 2004ء کے اواخر میں جبکہ بلیک واٹر کے ساتھ اس کے تعلقات پورے عروج پر تھے، پیزارو سے اندازے کی ایک بڑی سنگین غلطی ہوگئی۔ بلیک واٹر کی ایک حریف کمپنی ٹرپل کینوپی نے انہی دنوں سکیورٹی گارڈز کے لئے اُسے چلّی کے سابق چھاتہ بردار بھرتی کر کے بھجوانے کی درخواست کی اور پیزارو نے اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے ٹرپل کینوپی کو چار سو افراد بھرتی کر کے بھجوا دیئے۔ بلیک واٹر اور ٹرپل کینوپی میں سخت کاروباری رقابت تھی، جس کی شدت کا پیزارو صحیح اندازہ نہ لگا سکا اور بلیک واٹر کا اعتبار اور اعتماد کھو بیٹھا۔ گیری جیکسن نے اسے سخت سست کہتے ہوئے نہ صرف اس کے ساتھ اپنے تمام معاہدے فی الفور ختم کر دیئے بلکہ آئندہ کے لئے بات چیت کے تمام دروازے بھی بند کر دیئے۔ بلیک واٹر کے بعد پیزارو نے ٹرپل کینوپی اور بوٹس اینڈ کوٹس کے ساتھ مل کر کام کرنے کی کوشش کی۔ بوٹس اینڈ کوٹس ٹیکساس کی ایک کمپنی تھی، جو تیل کے کنوؤں میں لگنے والی آگ بجھانے کے حوالے

سے خدمات انجام دینے کے لئے مشہور تھی۔ اس کمپنی کے لئے پیزارو نے چلّی کے جو سابق فوجی بھرتی کر کے بھجوائے، وہ بلیک پینگوئن کہلائے، تاہم بوٹس اینڈ کوٹس کے ساتھ معاملہ زیادہ عرصہ نہ جم سکا۔ اس اثنا میں عراق میں تعمیر نو شروع ہوئی تو بہت کم ایسے پراجیکٹ باقی رہ گئے جن کی سکیورٹی کے لئے مہنگے تربیت یافتہ فوجی ضروری ہوتے۔ بلیک واٹر نے چلّی کے گوریلوں کو فارغ کر کے چوکیداری اور نگرانی کے لئے مزید سستے افراد بھرتی کرنے شروع کر دیئے۔ اب مقابلہ سلواڈور، پیرو، نائیجیرین، اردنی اور فجی سے آنے والے لوگوں کے درمیان تھا، جو چلّی کے گوریلوں کے مقابلے میں تین گنا زیادہ سستے تھے۔

2005ء میں جیفری سپیی، جو ماضی میں ایک دوسری امریکی سکیورٹی ایجنسی ڈائن کارپ انٹرنیکل کے ساتھ وابستہ رہا تھا، اس نے کولمبیا کے سابق فوجیوں کی عراق میں مارکیٹنگ شروع کی۔ یہ فوجی دہشت گردی کے خلاف تقریباً 41 سال سے جنگ لڑتے آ رہے تھے۔ جیفری سپیی نے اپنی ویب سائٹ میں لکھا تھا۔ امریکہ کا سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اب سکیورٹی کی مد میں زیادہ خرچ کرنے کے موڈ میں نہیں لگتا اور تنخواہیں بھی خاصی کم کر دی گئی ہیں، اس لئے اس نے عراق میں سکیورٹی کا خلاء پُر کرنے کے لئے تیسری دنیا کے لوگوں کا انتخاب کیا ہے۔ اخباری اطلاعات کے مطابق بلیک واٹر نے اس کی وساطت سے کولمبیا کے ایک سو بیس فوجیوں کی خدمات حاصل کیں لیکن گیری جیکسن کی طرف سے اس دعوے کی کوئی تائید یا تردید سامنے نہیں آئی۔

جیفری سپیی کی طرف سے عراق کے لئے کولمبیائی گوریلے بھرتی کرنے کا اعلان ہوا تو بگوٹا میں اس کے دفتر کے باہر امیدواروں کی قطاریں لگ گئیں۔ چار ہزار ڈالر ماہانہ تنخواہ کی بات کی گئی تھی لیکن جلد ہی پھڈا پڑ گیا۔ ٹریننگ کے بعد امیدواروں کو بتایا گیا کہ انہیں صرف ستائیس سو ڈالر ماہانہ ملیں گے۔ اس پر بھی کئی لوگ راضی اور خوش تھے کہ کولمبیا میں ملنے والی اجرتوں کے مقابلے میں یہ پھر بھی زیادہ تھی۔ خرابی اس وقت ہوئی جب بغداد میں قدم رکھنے کے بعد تنخواہ کا یہ ہندسہ سکڑ کر صرف ایک ہزار ڈالر رہ گیا۔ یعنی 34 ڈالر یومیہ۔ اس پر احتجاج اور شور ہوا تو کمپنی نے ان کے

PdfStuff.blogspot.com

پاسپورٹ اور ٹکٹ اپنے قبضے میں کر لئے اور اعلان کیا کہ جو نوکری چھوڑنا چاہتا ہے بے شک واپس چلا جائے لیکن واپسی کا بندوبست اسے خود کرنا پڑے گا۔ پردیس میں یہ ناممکن سی بات تھی۔ کولمبیا کے ہوائی ٹکٹ کے لئے 12 ملین پیسو کون دیتا۔ معاملہ اخبارات تک پہنچا لیکن بلیک واٹر کی انتظامیہ کا مؤقف تھا کہ کمپنی نے اجرتوں پر نظرثانی کر کے نئی اجرتیں مقرر کی ہیں۔ اب موجودہ اجرتیں ہی لاگو ہیں۔ تاہم جو کارکن کام کرتے رہیں گے، انہیں معاہدہ ختم ہونے پر کمپنی واپس بھجوانے کی پابند ہے۔

عراق اور افغانستان میں امریکی جنگوں کے نتیجے میں کرائے کے سپاہیوں کی عالمی سطح پر بولی لگنی شروع ہوئی اور انہیں پذیرائی ملی تو بہت سے ایسے خفیہ تربیتی اور آپریشن کیمپوں کے وجود پر سے بھی پردہ اُٹھ گیا، جو اب تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔ ستمبر 2005ء میں ایک خفیہ ٹریننگ سنٹر کی خبر نکلی، جو ہینڈراس کے دُور افتادہ علاقے میں لیپاٹریک کے دشوار گزار پہاڑی سلسلے میں ٹیگوس گالپا کے مغرب میں پندرہ میل کے فاصلے پر قائم تھا۔ اسے شکاگو کی ایک فرم ایک سابق امریکی فوجی کی نگرانی میں چلا رہی تھی۔ 1980ء میں اس آرمی بیس میں سی آئی اے کے اہلکار نکارا گوا میں آپریشن کے لئے ٹریننگ کرتے رہے تھے۔ اس کے بعد یہ ایک عرصے تک بدنامِ زمانہ بٹالین 316 کا ہیڈکوارٹر رہی۔ یہ بٹالین امریکہ کی سرپرستی میں قائم ''ہنڈراس کا ڈیتھ سکواڈ'' تھی، جس کے بارے میں یہ بات عام تھی کہ 1980ء کے دوران وسیع پیمانے پر ہونے والی سیاسی قتل و غارت گری میں اس سکواڈ کا ہاتھ تھا۔ ان دنوں جان نیگرو پونٹے ہینڈراس میں امریکہ کا سفیر ہوا کرتا تھا۔ اب دو عشروں کے بعد اسے ایک پرائیویٹ کمپنی ہینڈراس کے فوجیوں کی تربیت کے لئے استعمال کر رہی تھی، جنہوں نے تربیت کی تکمیل کے بعد عراق میں امریکہ کے لئے کرائے کے سپاہیوں کے طور پر اس کے لئے جنگ لڑنی تھی۔ لیکن جلد ہی ہینڈراس سرکار کو بڑھتے ہوئے عوامی احتجاج اور مخالفت کی وجہ سے اپنے فوجی عراق سے واپس بلانے پڑے۔ اور اس دوران عراق میں نئے امریکی سفیر کے طور پر نیگرو

پونٹے کے نام کا اعلان ہوا۔ ستمبر میں انکشاف ہوا کہ ہینڈراس میں واقع ٹریننگ کیمپ میں مقامی فوجیوں کے ساتھ چلّی کے بھی دو سو فوجی زیرِ تربیت تھے۔ چلّی کے یہ سابق فوجی ٹورسٹ ویزا پر ہینڈراس میں داخل ہوئے تھے۔ راز کھلنے پر ہینڈراس کے وزیرِ خارجہ ڈینیل راموس نے ان سب کو ملک چھوڑنے کا حکم دیا کہ ہینڈراس کا آئین اپنی سرزمین غیر ملکی سکیورٹی اور آرمی فورسز کی ٹریننگ کے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور ساتھ میں اس کمپنی پر بھی 25 ہزار ڈالر جرمانہ عائد کر دیا گیا، جو اُن کو تربیت دینے کی ذمہ دار تھی اور آئین شکنی کی مرتکب ہوئی تھی۔ تاہم جرمانے کی وصولی کا موقع اور نوبت نہ آسکی کہ اس دوران کمپنی کا مالک ملک سے راہِ فرار اختیار کر چکا تھا۔

PdfStuff.blogspot.com

فلوجا کو ٹھنڈا کر لیں گے

دریائے فرات کے پُل پر لٹکی بلیک واٹر کنٹریکٹرز کی جلی ہوئی لاشیں ابھی ہوا میں جھول رہی تھیں کہ دنیا بھر میں ان کے قتل کی خبریں گردش کرنے لگیں۔ فلوجا میں مشتعل ہجوم نے چار امریکی سپاہیوں کو مار ڈالا، پھر پٹرول چھڑک کر انہیں آگ لگا دی اور اب ان کی جلی ہوئی مسخ شدہ لاشیں دریائے فرات کے پُل پر لٹک رہی ہیں۔ فلوجا سے باہر فوجی چھاؤنی کے میس میں بیٹھے ایک نوجوان کیپٹن ڈگلس نے ٹی وی پر ہوا میں جھولتی لاشیں دیکھیں تو حیرت سے اُچھل پڑا۔

''اوہو! امریکیوں کے ساتھ یہ سلوک.....نہیں، ہرگز نہیں۔''

میس میں موجود زیادہ تر فوجی اس سے لاتعلق بیٹھے گپ شپ میں مصروف رہے کہ شاید ان کے نزدیک فوجیوں کا ہلاک کیا جانا یا مرنا کوئی انوکھا واقعہ نہ تھا یا پھر اس لئے کہ مرنے والے پرائیویٹ کنٹریکٹرز یعنی کرائے کے سپاہی تھے، باقاعدہ امریکی فوج کا حصہ نہ تھے۔ یہ بات بھی تھی کہ اسی صبح پانچ امریکی میرینز فلوجا کے قریب سڑک کنارے نصب ایک بم پھٹنے کے حادثے میں ہلاک ہو چکے تھے۔

پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی سوختہ لاشیں گھنٹوں پل پر جھولتی صدر بش کے اس دعوے کی نفی کر رہی تھیں کہ عراق کی لڑائی ختم ہو گئی ہے جبکہ لگتا تھا کہ اصل لڑائی تو سقوطِ بغداد کے ایک سال بعد اب شروع ہونے والی ہے۔ صدر بش کی طرف سے نوے دن پہلے عراقیوں کو ان کی خود مختاری لوٹائی جا چکی تھی کہ امریکی فوج نے تمام رکاوٹیں دور کر دی ہیں، اب عراق کا انتظام سنبھالو۔

امریکی فوج کے ترجمان بریگیڈیئر جنرل مارک کیمت نے فلوجا کے واقعے کی سنگینی اور شدت کم کرنے کی کوشش کی اور غیر ملکی نامہ نگاروں کو بتایا کہ یہ ایک چھوٹا سا

مقامی واقعہ ہے، جو مقامی لوگوں کے ساتھ جھڑپ میں پیش آیا۔ اس نے بتایا کہ فلوجا عراق کا نسبتاً ایک خاموش اور پُرامن شہر ہے جس کے شہریوں سے اس طرح کے رد عمل کا سرزد ہونا ناقابلِ فہم ہے۔ امریکہ پورے عراق میں سکول، شفاخانے کھول رہا ہے، برقی تنصیبات بحال کی جا رہی ہیں، تیل کی پیداوار بڑھائی جا رہی ہے تاکہ لوگ آرام اور سکون سے رہ سکیں اور عراق میں ترقی اور خوشحالی ہو۔ اس پس منظر میں فلوجا کا واقعہ واقعتاً افسوس ناک ہے۔

اس نے کہا، آج امریکہ میں چار خاندانوں کے دروازے پر کسی وقت دستک ہو گی اور وہ دروازہ کھول کر جو پیغام وصول کریں گے وہ انہیں غم کے سمندر میں ڈبو دے گا، جس سے وہ شاید عمر بھر باہر نہ آسکیں۔ کوشش کریں کہ ہم میں سے کسی کے گھر کے دروازے پر اس طرح کی دستک نہ ہو یا ہم کسی اور کے دروازے پر جا کر اس طرح دستک دیں۔

پال بریمر کے ترجمان ڈان سینر نے اپنی پریس کانفرنس میں اخباری نمائندوں کو بتایا۔ ''جن لوگوں نے ہمارے آدمیوں پر چھپ کر حملہ کیا اور پھر ان کی لاشیں اس حالت میں پُل پر لٹکائی ہیں، وہ عراق کے دوست اور خیر خواہ نہیں ہیں۔ ہم بھی یہاں ان کی مدد کرنے نہیں آئے ہیں بلکہ ایسے شر پسندوں کو ہم نے پکڑنا اور ٹھکانے لگانا ہے تاکہ عراق کے عام شہری ان کے شر سے محفوظ رہیں اور عراق آگے ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

اس کا دعویٰ تھا کہ عراقیوں کی اکثریت صدام حسین کی آمریت سے نجات دلانے پر امریکیوں کی ممنون اور احسان مند ہے۔ ایک مختصر سا ٹولہ مخالف ہے، اسے ہم جلد راہِ راست پر لے آئیں گے۔

فلوجا سے ہزاروں میل دور واشنگٹن میں صدر بش انتخابی ریلی میں مصروف تھا۔ میریٹ وارڈ مین پارک ہوٹل میں بش، چینی کے اعزاز میں ڈنر تھا اور بش کی تقریر تھی۔ حاضرین کو بتایا جا رہا تھا کہ امریکہ کو عراق میں ابھی ٹھگوں اور دہشت گردوں کا سامنا ہے۔ انہیں آمریت سے آزادی پسند نہیں۔ وہ بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے

PdfStuff.blogspot.com

سے باز نہیں آئیں گے۔ قاتلوں کا یہ ٹولہ امریکہ کو نیچا دکھانا اور اس کے ارادوں کو توڑنا اور ختم کرنا چاہتا ہے لیکن امریکہ ہارنے والا نہیں۔ ہم انہیں عراق میں ٹھکانے لگا رہے ہیں اور ان کا وجود ختم کر کے ہی دم لیں گے تا کہ امریکہ ان کے شر سے محفوظ رہے اور ان کے ہاتھ امریکیوں تک نہ پہنچیں۔

اور اگلی صبح جب امریکہ بیدار ہوا تو فلوجا میں چار امریکی کنٹریکٹروں کی ہولناک ہلاکت کی خبریں شکاگو ٹریبیون اور واشنگٹن پوسٹ سمیت ہر اخبار میں چیختی چلاتی شہ سرخیوں کے ساتھ صدر بش اور اور امریکی دعوؤں کا منہ چڑا رہی تھیں اور ماضی میں امریکہ نے صومالیہ میں مقامی آبادی کے ہاتھوں جس عبرت ناک ہزیمت کا سامنا کیا تھا، اس کا تذکرہ ہر اخبار میں ایک تسلسل اور تواتر کے ساتھ موجود تھا۔

❁❁❁

کیمت نے اس حادثے کو شروع میں عام اور معمولی حادثہ قرار دیتے ہوئے اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی وائٹ ہاؤس اور پال بریمر کو احساس ہونے لگا کہ بلیک واٹر کنٹریکٹرز کے یوں دن دہاڑے قتل ہونے سے نہ صرف امریکہ کے ناقابلِ شکست ہونے کے بھرم کو زک پہنچی ہے بلکہ اس پراپیگنڈے کا پردہ بھی چاک ہونے لگا ہے جو اب تک دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے کیا جا رہا تھا کہ عراق میں امریکہ کے خلاف بڑھتی ہوئی مزاحمت اور نفرت کی خبروں میں کوئی صداقت نہیں، حالات پوری طرح امریکہ کے کنٹرول میں ہیں۔ بعض حلقوں نے تو اس واقعے کو ایک بار پھر 1993ء کی صومالیہ جیسی صورتِ حال پیدا کرنے کی کوشش قرار دیا، جب باغیوں نے وہاں امریکہ کا ایک بلیک ہاک ہیلی کاپٹر مار گرایا تھا اور آٹھ امریکی فوجیوں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کی لاشوں کو موغادیشو کی گلیوں میں گھسیٹتے پھرے تھے جس پر امریکہ میں بڑا شور مچا اور کلنٹن انتظامیہ کو فوری طور پر امریکی فوجی صومالیہ سے نکالنے پڑے۔

صدر بش نے صرف تین مہینے پہلے عراق میں مکمل امن و امان اور سکون قائم کر دینے کا بلند و بانگ دعویٰ کیا تھا اور کہا تھا کہ ملک کا نظم و نسق بھی جلد ہی مقامی لوگوں کے حوالے کیا جا رہا ہے، لیکن زمینی حقائق صدر بش کے تمام تر دعوؤں کی نفی کر رہے تھے۔ عراق میں ایک طرف اگر قابضین کے خلاف مزاحمت بڑھتی جا رہی تھی تو دوسری طرف ملک میں بش کی مقبولیت گھٹتی جا رہی تھی۔

پال بریمر نے فلوجا کے واقعے کو دہشت و بربریت کی علامت قرار دیا۔ تاہم اس خیال کو رد کر دیا کہ اتحادی فوجیں فلوجا کو کنٹرول نہیں کر سکتیں۔ وائٹ ہاؤس کی طرف سے اعلان ہوا کہ امریکہ اشتعال کا مظاہرہ نہیں کرے گا اور نہ کسی کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ عراق میں جمہوریت جڑیں پکڑ رہی ہے، واپسی کا کوئی ارادہ ہے نہ کوئی راستہ۔ سینیٹر جان کیری جو تب ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے صدارتی عہدے کا امیدوار تھا، اس نے کہا کہ اس ہولناک واردات کے آئی نے میں عراق کے مستقبل کے چہرے واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔ بلاشبہ یہ غم کی گھڑی ہے اور ہم غم اور صدمے سے دوچار ہیں لیکن ایسے میں بھی ہمارا یہ عزم ہے کہ ہم ان دشمنوں کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیں گے۔ ایک اور سینیٹر نے کہا۔ ہم شہر سے بھاگنے والے نہیں۔ فلوجا میں کچھ شر پسند اور قانون شکن افراد کی موجودگی ہمیں خوفزدہ نہیں کر سکتی۔

دوسری طرف کیبل نیٹ ورک پر تجزیہ نگاروں اور سیاسی پنڈتوں کی طرف سے گلا پھاڑ پھاڑ کر باغیوں کی سرکوبی کرنے اور انہیں قرار واقعی سبق سکھانے کی باتیں کی جا رہی تھیں۔ فاکس نیوز کے پروگرام میں ایک صاحب نے کہا، فلوجا کے بھوت باتوں سے ماننے والے نہیں۔ حکومت کچھ بھی کر لے، ان کے دل نہیں جیت سکتی۔ یہ بات ثابت ہوگئی ہے۔ وقت ضائع کئے بغیر بہتر ہے کہ فلوجا کو پیوند زمین کر کے ساری جگہ ہموار کر دی جائے۔ دہشت گردوں کو ان کے کئے کی پوری سزا ملنی چاہئے۔ لوگوں کے دلوں میں اپنا ڈر اور خوف بٹھانا ضروری ہے۔ سب کو موت کے گھاٹ اتار دیں تا کہ ان کی سزا دوسروں کے لئے عبرت کی مثال بن جائے اور

PdfStuff.blogspot.com

آئندہ کسی کو امریکہ کے راستے میں آنے کی جرأت نہ ہو۔ صدام حسین نے بھی تو ان لوگوں کو ڈرا دھمکا کر ان پر حکومت کی ہے۔ ایک اور چینل پر سابق ڈیموکریٹک صدارتی امیدوار جنرل ویزلے کلارک نے کہا:

''فلوجا میں مزاحمت ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ بڑھ رہی اور پھیل رہی ہے۔ ہمیں اپنی اتھارٹی کے لئے یہ چیلنج اور خطرہ مول نہیں لینا چاہئے۔''

میڈیا نے بھی کئی نئے سوال اٹھائے، جس میں اہم سوال تھا کہ فلوجا کے گرد چار ہزار میرین کی بھاری نفری تعینات ہونے کے باوجود بلیک واٹر کے اہلکار یوں دن دہاڑے کس طرح قتل ہو گئے اور پھر کیوں ان کی جلتی ہوئی لاشیں گھنٹوں پل پر لٹکتی رہیں؟ بند بازار میں دو گاڑیاں جلا دی گئیں، ان سے اٹھنے والے سیاہ دھوئیں کے بادل شہر پر دن بھر چھائے رہے، لیکن کوئی فائر بریگیڈ، کوئی ایمبولینس فلوجا میں کہیں دکھائی نہیں دی، نہ کوئی سکیورٹی والے دکھائی دیئے کہ متاثرین کی مدد کرتے۔ اس بار موقع واردات پر کسی بلیک ہاک نے بھی امدادی کارروائی کے لئے پرواز نہیں کی اور فلوجا کی گلیوں میں پُرجوش اور مشتعل ہجوم لاشوں کے گرد گھیرا ڈال کر خوشی سے اچھل کود کرتا اور نعرے لگاتا رہا۔

میرین کے ترجمان کرنل مائیکل واکر نے صفائی پیش کی:

''اس وقت اگر ایک ٹینک بھیج دیا جاتا تو ہم چاروں جلی ہوئی لاشیں واپس لے آنے میں کامیاب ہو جاتے! ناممکن تھا۔ مشتعل ہجوم کے منہ میں جانا، موت کے منہ میں جانا تھا۔ ہجوم اور پھر مشتعل ہجوم کی نفسیات بڑی عجیب ہوتی ہے۔ اس طرح کی حرکت مزید خون خرابے کا باعث بنتی۔''

اسی دن سی این این پر کراس فائر کے پروگرام میں میزبان ٹکر کارلس نے کہا:

''میں سوچتا ہوں ہمیں ہر اس شخص کو قتل کر دینا چاہئے جو ان چار امریکیوں کی موت کا ذمہ دار ہے وگرنہ اسے ہماری کمزوری پر محمول کیا جائے گا اور اس طرح کے طرزِ عمل کا خمیازہ ہم 9/11 کی صورت میں بھگت چکے ہیں۔ صرف اس وجہ سے کہ

ہم نے دشمنوں کی اس طرح کی حرکتوں کا کبھی سنجیدگی سے منہ توڑ جواب دینے کی کوشش نہیں کی۔''

پہلے دن پریس کانفرنس میں کیمت ایک سوال پر بھڑک اٹھا تھا۔ کسی نے پوچھا تھا کہ کیا میرین بلیک واٹر کنٹریکٹرز پر حملے کے فوراً بعد اس لئے فلوجا میں داخل نہیں ہو سکے کہ وہاں جانا زیادہ خطرناک تھا؟ جواب ملا۔ ''جی نہیں! میرا خیال ہے پورے عراق میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، جہاں جانے میں اتحادی فوجوں کو کوئی گھبراہٹ محسوس ہوتی ہو۔ جس جگہ ضرورت ہوتی ہے وہ زیادہ یا کم خطرے کی پروا کئے بغیر پہنچ جاتے ہیں۔''

چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر کیمت کا لب و لہجہ بالکل بدل گیا اور اس میں جارحانہ انداز نمایاں ہونے لگا۔ اس نے کہا۔

''ہم اس حرکت کا جواب دیں گے اور یہ پوری قوت اور تیاری کے ساتھ ہو گا۔ ہم جلد فلوجا واپس جائیں گے اور اس کے لئے وقت کا تعین اور مقام کا انتخاب ہمارا اپنا ہو گا۔ ہم قاتلوں کا دنیا کے آخری کونے تک تعاقب کریں گے اور جب تک انہیں گرفتار یا قتل نہ کر دیں، آرام اور سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ فلوجا کو ٹھنڈا کرنا ضروری ہے۔''

پال بریمر نے اس قتل کے بارے میں جب پہلی بار زبان کھولی تو وہ بغداد میں پانچ سو عراقی پولیس گریجوایٹس سے خطاب کر رہا تھا۔ اس نے کہا:

''کل کے روز فلوجا میں پیش آنے والے واقعات انسانیت اور بربریت و وحشت کے درمیان جاری جدوجہد میں ایک حیرت انگیز ڈرامائی تبدیلی کا آغاز ہے۔''

اس نے دھمکی دی کہ بلیک واٹر کے آدمیوں کے قتل پر امریکہ چپ نہیں بیٹھے گا۔ مرنے والے کنٹریکٹرز عراق کے لوگوں کی مدد کرنے اور انہیں آمریت کے پنجے سے رہائی دلانے کے لئے آئے تھے تاکہ یہاں الیکشن ہوں اور عراقیوں کو جمہوریت ملے، جو اکثریت کی خواہش تھی۔ ان کا المناک قتل بڑے دکھ کی بات ہے۔ لیکن اس

PdfStuff.blogspot.com

سے عراق میں استحکام اور جمہوریت کی طرف ہمارا مارچ ختم نہیں ہوگا، جس کے لئے ہمارے قدم اٹھ چکے ہیں۔

فلوجا کے بارے میں جتنی اخباری رپورٹیں شائع ہوئیں، ان سب میں اسے ایک سُنی تحریک مزاحمت کا مضبوط گڑھ اور مرکز قرار دیا گیا تھا، جہاں غیر ملکی لڑاکا، جنگجو اور صدام کے حامی اور وفادار موجود تھے۔ ان تمام رپورٹوں کا بنیادی اور اہم نقطہ ایک ہی تھا کہ بلیک واٹر بڑے معصوم شہری کنٹریکٹرز تھے، جو مقامی علاقے میں خوراک اور پانی وغیرہ کی ترسیل اور فراہمی پر مامور تھے لیکن فلوجا کے قصائیوں نے انہیں وحشیانہ انداز میں قتل کر ڈالا۔ فلوجا کے اندر یا عراق میں کہیں بھی اس ایکشن کو ایک دوسرے زاویئے سے دیکھا جا رہا تھا۔

تکنیکی طور پر یہ کہنا کہ بلیک واٹر امریکی فوج کا عملاً حصہ نہیں تھے، درست نہیں۔ اور نہ اس سے واقعے کی نوعیت میں کوئی فرق پڑتا ہے کیونکہ وہ بہرحال امریکہ کی مسلح افواج کے ساتھ کارروائیاں کر رہے تھے اور یہ ان کی غلطی تھی کہ ایسے وقت میں فلوجا شہر میں داخل ہو رہے تھے، جب امریکی فلوجا پر زبردستی قبضہ کرنے کی کوشش میں عراقی شہریوں کا قتل عام کر رہے تھے۔ فلوجا کے شہریوں کے نزدیک یہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا، جو انہوں نے بدھ کے روز امریکیوں کے خلاف جیتا تھا۔ انہیں اصرار تھا کہ بے نشان گاڑیوں میں سفر کرنے والے چاروں امریکی سی آئی اے کے لئے کام کرنے والے ایجنٹ تھے اور ان کا یہی حشر ہونا چاہئے تھا۔

سی ا۔ لیری کنگ لائیو پروگرام میں اے بی سی نیوز کے پیٹر جینگ نے، جو بلیک واٹر سر۔ ر کے قتل کے واقعے سے صرف چند دن پہلے ہی عراق سے لوٹا تھا، اس نے بتایا کہ ان لوگوں کی عراق میں موجودگی دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ عراق میں جیسے امریکیوں کی کوئی سیکنڈ آرمی قسم کی کوئی فوج سکیورٹی کنٹریکٹرز کی شکل میں موجود ہے، جس کو عراق میں قریب قریب ہر جگہ دیکھا جا سکتا ہے اور جو ایک اتحادی رکن کے طور پر عراق میں امریکہ کے ایماء پر اس کی مرضی اور منشاء کے مطابق کچھ نہ کچھ کرنے میں بہرحال مصروف ہے۔ یہ سب سے الگ او۔ نمایاں نظر آتے ہیں۔

سر سے پاؤں تک جدید ترین اسلحہ سے لیس۔ انہیں دیکھ کر لگتا ہے جیسے سلویسٹر سٹالون کی کسی ایکشن فلم کے کردار فلمی اسٹوڈیو سے عراق کے جنگ زدہ علاقے میں آ نکلے ہیں۔ کچھ لوگوں کے خیال میں یہ امریکیوں کے ہاتھوں اس قتل عام کا ردِعمل تھا، جو حالیہ دنوں میں انہوں نے فلوجا کے شہریوں کا کیا تھا اور جس میں بارہ سے زیادہ شہری، بچے اور عورتیں ماری گئی تھیں۔ اس سے فلوجا کے شہریوں کے دلوں میں امریکیوں سے نفرت بیٹھ گئی اور زیرزمین مزاحمت کی باتیں ہونے لگیں۔ چوری چھپے ہینڈ بل تقسیم ہونا شروع ہو گئے تھے۔ فلوجا میں چار بلیک واٹر کنٹریکٹرز کی ہلاکت اسرائیلیوں کے ہاتھوں حماس کے بزرگ رہنما شیخ احمد یٰسین کی شہادت کا انتقام بھی تھا۔ امریکیوں کے نزدیک یہ سارا عمل خواہ کتنا ہی غیر معمولی ہو، لیکن انہیں اس کا خدشہ اور احساس بہرحال ہونا چاہئے تھا۔ وہ خود جس طرح کی وارننگ کے بغیر اچانک شہریوں کو قتل کرنا شروع کر دیتے ہیں تو خود ان کو بھی اسی طرح بے خبری میں کیوں نہیں مارا جا سکتا تھا۔

عام عراقی تو امریکیوں کے طرزِ عمل اور سلوک کا شاکی تو تھا ہی، سرکاری اداروں اور امریکیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے والے عراقی فوسرز کے اہلکاروں کے جذبات اور احساسات بھی ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھے۔ امریکی فوجیوں کی تیار کردہ عراقی پولیس فورس کا میجر فیصل حمید مہدی فلوجا کا رہائشی ہے اور 2003ء میں بغداد پر امریکی قبضے کے بعد پولیس فورس میں شامل ہوا۔ اسے شکایت ہے کہ امریکیوں نے ہمارے ملک پر تو قبضہ کر لیا لیکن ہمیں کچھ نہیں دیا۔ جمہوریت کی بحالی اور لوگوں کی مدد کرنے کا دعویٰ تو کیا جاتا ہے لیکن عملاً ایسا کچھ بھی نظر نہیں آتا سوائے تباہی، بربادی، قتل و غارت اور ظلم و تشدد کے۔ ایک اور مقامی افسر نے بتایا کہ امریکی آئے تو میں شروع میں بہت خوش تھا کہ اب میرے ملک کی حالت بہتر ہو جائے گی لیکن امریکہ اپنے وعدے پورے نہیں کر رہا۔

انہوں نے بڑی مشکل اور الجھن میں ڈال دیا ہے۔ اب ان کا مطالبہ ہے ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دو جنہوں نے چار امریکیوں کے قتل میں حصہ لیا ہے۔

PdfStuff.blogspot.com

لوگ پہلے ہی ان سے نالاں ہیں۔ ان کے ناروا سلوک اور حرکتوں کی وجہ سے مرنے مارنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ سمجھ لیں لوگ بھوکے ہیں اور آپ جانیں آدمی بھوکا ہو اور غصے میں جلا بھنا بیٹھا ہو تو پھر اگلے کو کچا ہی چبانے کی خواہش ہوتی ہے۔ مایوسی انتہا کو پہنچ جائے تو پھر نتائج کی پروا ذرا کم ہی ہوتی ہے۔ فلوجا کی اسٹیج بھی اس وقت کچھ ایسی ہی ہے۔

امریکی حکام ایک طرف تو بلیک واٹر کنٹریکٹرز کے قتل کی مذمت کرتے نہیں تھکتے تھے لیکن دوسری طرف امریکی پالیسی ساز اس سوال کا کوئی تسلی بخش جواب دینے سے کتراتے تھے کہ وہ صدام حسین کے بیٹوں اودھے اور قصیٰ کی مسخ شدہ لاشوں کی سرِ عام نمائش کیوں کرتے رہے ہیں، جن کو جولائی 2003ء میں امریکی فوجیوں نے بڑی بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔

جس طرح امریکیوں کو بلیک واٹر کے کنٹریکٹرز کے قتل اور ان کی لاشوں کی بے حرمتی پر غم و غصہ تھا، اسی طرح عراقیوں کو اپنے رہنما کے بیٹوں کے امریکیوں کے ہاتھوں قتل ہونے اور ان کی لاشوں کی دنیا بھر میں تشہیر پر غصہ تھا۔ امریکی میڈیا اور ذرائع ابلاغ فلوجا کے واقعات کو اگرچہ بڑی قطع برید کے بعد اور تصاویر کو غیر واضح کر کے اپنے اینگل سے چھاپ اور براڈ کاسٹ کر رہا تھا.....لیکن دنیا کو بہر حال یہی پیغام جا رہا تھا کہ عراق میں امریکہ کے لئے حالات سازگار نہیں۔ سیکرٹری سٹیٹ کولن پاؤل بش انتظامیہ کا پہلا اعلیٰ سطحی رکن تھا، جس نے براہ راست بلیک واٹر کے قتل پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور ایک جرمن ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ امریکہ میں اتنی طاقت اور صلاحیت ہے کہ وہ ابھی عراق میں طویل عرصے تک رک سکتا ہے اور اپنے دشمن سے لڑ سکتا ہے اور اسے شکست دے سکتا ہے۔ ہم عراق سے بھاگیں گے نہیں۔

دوسری طرف اخباری نمائندوں نے یہ سوال اٹھانا شروع کر دیا تھا کہ قتل ہونے والے چار کنٹریکٹرز کون تھے اور وقوعہ کے وقت فلوجا کے عین قلب میں کیا کر رہے تھے۔ اس کا کوئی واضح اور تسلی بخش جواب بغداد میں قابضین کے ترجمان ڈان سینر

کے پاس نہیں تھا۔ اس نے صرف اتنا کہا ہمارا بلیک واٹر کے ساتھ اپنے سفیر بریمر کی سکیورٹی کا معاہدہ ہے۔ وہ اس کی سکیورٹی کے ذمہ دار ہیں۔ اس پر سی این این پر سوال کرنے والے نے پوچھا۔ ''فلوجا کے واقعے کے بعد کیا اب بھی سمجھا جاتا ہے کہ یہ سکیورٹی کمپنی اپنا کام بخوبی انجام دینے کی اہل ہے؟''

''یقیناً.....'' سینر نے کہا۔ ''ہمیں بلیک واٹر اور پال بریمر کی سکیورٹی کا کام کرنے والی تمام ایجنسیوں کی کارکردگی پر مکمل بھروسہ ہے، جو انہیں پورے ملک میں سکیورٹی مہیا کرتی ہیں۔''

فلوجا کے واقعے کے اگلے ہی روز بلیک واٹر انتظامیہ نے معروف اور با اثر ری پبلکن لابنگ فرم ''دی الیگزینڈر سٹریٹجی گروپ'' کی خدمات حاصل کر لیں کہ بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو اس کے حق میں سازگار بنائے۔ بلیک واٹر نے پریس کے لئے بھی اس مضمون کا ایک مختصر سا بیان جاری کیا کہ ہم غیر معمولی خطرناک حالات کے باوجود عراق میں رضا کارانہ طور پر عراقی عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اتحادی فوجیں، سویلین کنٹریکٹرز اور انتظامیہ باہم مل جل کر عراقی عوام اور اتحادی ساتھیوں کے لئے روزمرہ کی ضروریات کی بنیادی اشیاء جیسے کھانا، پانی، بجلی اور دوسری سہولیات فراہم کرنے کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہمارا کام خطرناک ہے، ہمیں اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا دلی صدمہ اور افسوس ہے لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ اطمینان اور فخر بھی ہے کہ ہم عراقی لوگوں کی بہتری کے لئے اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ ہمارے آدمیوں نے عراق کی آزادی کے نام پر قربانی دی ہے۔

چیلپن کارنر، بلیک واٹر کے نیوز لیٹر بلیک واٹر ٹیکٹیکل ویکلی کا ایک مستقل کالم ہے۔ فلوجا کے واقعے کے بعد چیلپن ڈی آرسٹیون نے ایک مضمون لکھا اور قارئین کو یہ بتانے کی کوشش کی کہ عراقی عوام کو تحفظ اور خوراک فراہم کرنے کی خاطر بلیک واٹر کے ان امریکیوں کی خدمات مستعار لی گئی تھیں۔ کل کا واقعہ بنیاد پرستوں کے دلوں میں چھپی اس نفرت اور حقارت کی نشاندہی کرتا ہے، جو ان کے دلوں میں اپنے مخالفین کے لئے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور ہر وہ شخص، جو ان کا ہم عقیدہ

PdfStuff.blogspot.com

نہیں، اسے وہ اپنا دشمن قرار دیتے ہیں، سفید فام امریکی اور اسرائیلی دونوں ان کے نزدیک قابل گردن زدنی ہیں۔ اسرائیلیوں سے نفرت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔فلوجا میں ہنگامہ آرائی کر کے یہ امریکی فوج کو شہر میں داخل ہونے اور اپنے مقدس مقامات تک پہنچنے سے روکنا چاہتے ہیں، جو ایک سعی لاحاصل سے زیادہ کچھ نہیں۔ مضمون نگار نے اپنے وعظ کی تان قارئین سے اس اپیل پر توڑی کہ اس سے قبل کہ دشمن ہمارے خلاف کوئی قدم اٹھائے، ہم سب کو مل کر اس کو ایک بھرپور اور منہ توڑ جواب دینا چاہئے کہ ہم نے دنیا میں آزادی اور انصاف کا بول بالا کرنا ہے۔

میرینز کی نئی کمپنی کو فلوجا کی ذمہ داری سنبھالے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ فلوجا میں چار بلیک واٹر کنٹریکٹرز قتل ہو گئے۔ یہ واقعہ بڑے غلط وقت پر پیش آیا۔ اس نے میجر جنرل جیمس میٹھی کا سارا پلان ہی اُلٹ کر رکھ دیا۔ مقامی کمانڈر فلوجا میں اس واقعے کو امن و امان کا مسئلہ قرار دے کر سلجھانا چاہتے تھے۔ اس کے تحت مقامی پولیس نے شہر میں داخل ہو کر مشتبہ قاتلوں کو گرفتار کرنا اور انہیں خاموشی سے وہیں موت کے گھاٹ اتار دینا تھا۔ واشنگٹن اس کے لئے تیار نہ تھا۔ یہ جان جوکھوں میں ڈالنے والی بات تھی۔ چنانچہ صدر بش نے فوری طور پر ریمز فیلڈ اور علاقے میں موجود اعلیٰ امریکی کمانڈر جنرل جان ابی زید کو فلوجا کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کوئی قابل عمل منصوبہ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ دونوں اس کے لئے پہلے ہی ذہنی طور پر تیار تھے اور جواب بھی موجود تھا..... بھرپور حملہ اور فلوجا پر قبضہ..... بش بھی کچھ ایسا ہی جواب سننا چاہتا تھا۔ فوری حملے کی منظوری دے دی گئی۔ میرین کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل جیمس کینوائے کو اس بارے کچھ تحفظات تھے اور چاہتا تھا کہ پہلے لوگوں کے مشتعل جذبات ذرا ٹھنڈے ہو جائیں، پھر حملہ کیا جائے تاکہ دنیا اسے انتقامی کارروائی نہ سمجھے۔ لیکن ریمز فیلڈ اور اس کے دوسرے اعلیٰ ساتھیوں نے اس سے اتفاق نہ کیا۔

صدر بش کی طرف سے حملے کی منظوری کے احکامات فلوجا شہر سے باہر قائم

میرین بیس میں پہنچے تو کمانڈر نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ صدر جانتے ہیں کہ اس سے خون خرابہ ہو گا لیکن وہ اس کے لئے تیار ہیں، آپ سب بھی تیار رہیں۔ سارجنٹ میجر رینڈل کارٹر نے سپاہیوں کا مورال بڑھانے کے لئے جوشیلی تقریر کی کہ ہم یہاں عراق کی آزادی اور جمہوریت کی بالادستی قائم کرنے کے لئے آئے ہیں، لیکن فلوجا کا مشن ذرا الگ قسم کا ہو گا۔ اس مشن کا صرف ایک نقطہ ہے..... فلوجا کو راہِ راست پر لانا۔ اور یہ کام ہم نے کر کے دکھانا ہے۔

دوسری طرف شہر کے اندر بھی جنگ کی تیاریاں تھیں کہ مقامی لوگوں کو اس کا کچھ نہ کچھ ادراک ضرور تھا۔

فلوجا پر بھرپور حملہ شروع کرنے سے پہلے بریمر کے ڈپٹی جیم سٹیل نے چند منتخب لوگوں کے ساتھ فلوجا کا خفیہ دورہ کیا۔ جم سٹیل عراق میں بریمر کے ساتھ ذمہ داریاں سنبھالنے سے پہلے این رون کمپنی کا ڈائریکٹر تھا لیکن کمپنی میں شمولیت اختیار کرنے سے کئی برس پہلے وسطی امریکہ میں امریکہ کی آشیر باد سے ال سلواڈور اور نکاراگوا میں برپا ہونے والی مختلف شورشوں اور جھڑپوں کے دوران امریکہ کی طرف سے باغیوں کو اسلحہ بارود پہنچانے کی اہم اور بنیادی ذمہ داریاں نبھاتا رہا تھا۔ 1990ء میں جب امریکہ نے مینیول نوریگا کی حکومت کا تختہ اُلٹا تو وہ پانامہ پولیس کے ساتھ کام کر رہا تھا۔

جم سٹیل نے فلوجا میں اپنا خفیہ مشن اپریل 2004ء میں شروع کیا اور لاشوں کی واپسی ممکن بنانے کے ساتھ ساتھ دشمن کی پوزیشن اور طاقت کا اندازہ لگانے کا کام بھی انجام دیا۔ اس مشن کے بعد اس نے بھی تجویز دی کہ فلوجا میں سختی کرنا اور آہنی ہاتھ سے نمٹنا ناگزیر ہے۔ یہ لوگ صرف طاقت ہی کی زبان سمجھتے ہیں۔ نیچے جنوب کی طرف بھی (جہاں شیعہ کمیونٹی میں امریکیوں کے خلاف نفرت بڑھتی جا رہی تھی اور بغاوت کا خطرہ پیدا ہو رہا تھا) ہمیں کسی طرح کمزور نظر نہیں آنا چاہئے۔ وگرنہ اس کی شورش اور بغاوتیں عراق میں ہر جگہ شروع ہو جائیں گی..... یوں مسجدوں کے شہر کو محاصرے میں لینے کا پروگرام حتمی شکل اختیار

PdfStuff.blogspot.com

کرنے لگا۔ بریمر کو فلوجا کی صفائی کے بہانے باغیوں کو سبق سکھانے اور اپنی دہشت بٹھانے کا موقع مل گیا۔

اِدھر امریکی کمانڈر جب فلوجا میں اپنی تیاریوں میں مصروف تھے تو اُدھر واشنگٹن میں بلیک واٹر کے ایرک پرنس اور اس کے ساتھیوں کو کیپٹل ہل میں خوش آمدید کہنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ایرک کے بلیک واٹر جلد ہی عراق میں مزاحمت کے دوسرے بڑے مرکز کے دروازے پر دستک دینے والے تھے اور اس بار یہ نیا ہدف مقدس شیعہ شہر نجف تھا۔

31 مارچ کو جب سے فلوجا میں بلیک واٹر کنٹریکٹرز قتل ہوئے تھے، بش انتظامیہ اندر ہی اندر مقتدیٰ الصدر کے خلاف بڑے پیمانے پر کریک ڈاؤن کی منصوبہ بندی میں لگی تھی۔ حکومت نے عراق میں مقامی لوگوں کو انتظامی معاملات میں خودمختاری دینے کے لئے جون 2004ء کی ڈیڈ لائن مقرر کی تھی، جو بڑی تیزی سے قریب آتی جا رہی تھی لیکن حالات ابھی تک نارمل نہیں ہو رہے تھے۔ سب کا خیال تھا کہ مقتدیٰ الصدر کی ذات اس میں رکاوٹ ہے۔ مقتدیٰ عراق کے ایک معروف مذہبی رہنما کا بیٹا تھا جو صدام حسین کے دور میں اس کے فوجیوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا اور اب مقتدیٰ خود ایک بڑا مذہبی رہنما بن چکا تھا اور مہدی آرمی کا کمانڈر تھا اور عراق میں امریکی قبضے کے خلاف اُٹھنے والی سب سے اہم، توانا اور ہر دلعزیز آواز تھی، جس نے ہر عراقی کے دل میں آزادی کی تڑپ اور امریکیوں سے نفرت بھر دی تھی۔ اسے روکنا اور اس کی شیعہ تحریک مزاحمت کو ختم کرنا ضروری خیال کیا جانے لگا تھا۔

اپریل 2004ء میں جب امریکہ نے عراق میں شیعہ اور سُنی تحریک مزاحمت کو کچلنے کے لئے بیک وقت کارروائی کا آغاز کیا تو اس جنگ میں بلیک واٹر نے اہم، بنیادی اور فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ یہ امریکی ذرائع ابلاغ کا کمال تھا کہ فلوجا میں چار بلیک واٹر کنٹریکٹرز کی ہلاکت ایک مدت تک دنیا بھر کے اخبارات کی شہ سرخیوں کا موضوع بنی رہی اور اسے جنگ کا ایک اہم موڑ سمجھا جانے لگا۔ اس کے ٹھیک پانچ

دن بعد نجف میں اس سے کہیں زیادہ خونریزی ہوئی اور بے شمار عراقی مارے گئے لیکن کسی نے اس کا زیادہ نوٹس نہیں لیا کہ ساری دنیا فلوجا کا ڈھول پیٹنے میں لگی تھی۔ فلوجا کے برعکس نجف کے معرکے میں بلیک واٹر کا رول کرائے کے سپاہیوں سے زیادہ مرکزی اور ایکٹیو کمانڈنگ ڈیوٹی کا تھا۔

پال بریمر کے قیامِ عراق کے دوران اس کی زیرِ صدارت جتنے پالیسی اجلاس اور فیصلے ہوئے ان سے ملک میں ان و امان کی صورتِ حال میں بہتری آنے کے بجائے افراتفری اور انتشار کو ہوا ملی۔ امریکی سپاہیوں نے اپنی حرکتوں سے جنگ کا دائرہ غیر ضروری طور پر پھیلا لیا اور مزاحمت کی کثیر الجہتی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ایک برطانوی جنگی وقائع نویس رابرٹ فسک نے اپنی فلوجا کی ڈائری میں لکھا کہ 1920ء میں برطانیہ نے عراق پر قبضے کے دوران یہاں کی شیعہ اور سنی آبادی کو اپنا دشمن بنانے میں تین سال لگائے تھے، امریکیوں نے یہ کام ایک سال سے بھی کم مدت میں پورا کر لیا۔ عراق کی فوج کو ختم کرنے کے بعد واشنگٹن کے احکامات پر سینکڑوں، ہزاروں عراقی نوجوانوں کو سرکاری نوکریوں سے نکال دیا گیا کہ ان پر بعث پارٹی کا رکن ہونے کا الزام تھا۔ اس طرح فارغ کئے جانے والوں کی بڑی تعداد نے تحریک مزاحمت میں شامل ہو کر قابضین کے خلاف ہتھیار اٹھا لئے۔ جنگ کے بعد عراق کی تعمیرِ نو کے نام پر بہت سی کمپنیوں نے بغداد میں ڈیرے ڈال لئے، جن کے مرکزی دفاتر امریکہ میں تھے۔ عراقی دیکھتے کہ یہ کمپنیاں کس طرح دونوں ہاتھوں سے عراق کی دولت اکٹھی کر کے ملک سے باہر لے جا رہی ہیں تو ان کے اندر مایوسی اور محرومی کچھ اور بڑھ جاتی اور وہ اندر ہی اندر آتشِ انتقام میں جلنے لگتے کہ خود ان کے اکثر ہم وطنوں کو دو وقت کی روٹی میسر نہ تھی اور ان کی زندگیاں اور عزت قابضین کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی۔ امریکیوں کے مظالم اور جرائم کے خلاف ان کی کہیں شنوائی نہ تھی کہ بلیک واٹر ہر طرح کی جواب دہی سے مستثنیٰ تھی اور اس کے ارکان کو مکمل قانونی تحفظ حاصل تھا۔

ملک بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں عام ہونے لگیں اور لوگ قتل اور

PdfStuff.blogspot.com

اچانک غائب ہونے شروع ہو گئے تو مذہبی لیڈروں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے اپنے اپنے حلقہ اثر میں عوام کو سکیورٹی اور سوشل سروسز فراہم کرنے کے لئے ایک پورا نیٹ ورک ترتیب دے دیا۔ اس کے نتیجے میں لوگوں کے مسائل حل ہوتے اور وہ بالکل غیر محسوس طور پر ان کے جانثاروں اور پیروکاروں کے حلقے میں شامل ہونے لگتے، جس سے مذہبی رہنماؤں کی طاقت اور اثر و رسوخ مزید بڑھ گیا۔ مقتدیٰ الصدر کے منظر عام پر آنے کے بعد اس میں بالخصوص بڑا نمایاں اضافہ ہوا جس نے رفتہ رفتہ قومی تحریک مزاحمت کے مرکزی ہیرو کا درجہ حاصل کر لیا تھا۔

بغداد کا بس ماندہ علاقہ صدر سٹی صدام حسین کے دورِ حکومت میں بھی بری طرح نظرانداز رہا۔ جنگ کے پال بریمر نے بعث مخالف پالیسی کے تحت معاشرتی رفاہی ادارے ختم کر کے ملک میں افراتفری، انتشار اور خوف و ہراس کی ایک فضا پیدا کر دی تھی۔ اس میں صدر سٹی میں مقتدیٰ الصدر کے متبادل نیٹ ورک نے مقامی آبادی کو بڑی ریلیف پہنچائی۔ حملہ کے فوری بعد مقتدیٰ الصدر نے اپنے سیاہ پوش پیروکاروں کو ہدایات جاری کیں کہ پسماندہ علاقے میں گشت بڑھا دی جائے اور لوگوں کو روٹی، پانی اور اشیائے ضروریہ کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔ اس سے غریب اور بے اختیار لوگوں میں سکیورٹی اور تحفظ کا احساس پیدا ہوا، جس کی تب بہت ضرورت تھی۔ مقتدیٰ الصدر نے قیادت کا خلا بڑی کامیابی سے پُر کر دیا تھا جبکہ دوسرے مذہبی اور سیاسی رہنما نئے امریکی سیٹ اپ میں طاقت اور اقتدار کے حصول کے لئے سرگرداں تھے۔ مقتدیٰ الصدر نے اس حوالے سے ہر امریکی پیشکش ٹھکرا دی اور اقتدار کے اس کھیل میں شامل ہونے کے لئے کبھی آمادگی اور رضامندی ظاہر نہیں کی اور یہی بات عوام میں اس کی مقبولیت کی بنیاد بن گئی۔ اگست 2003 میں اس کی ملیشیا کی تعداد پانچ سو افراد سے زیادہ نہ تھی، جو اپریل 2004ء میں بڑھ کر دس ہزار تک پہنچ گئی۔

مقتدیٰ الصدر کی عوام میں بڑھتی ہوئی مقبولیت اور امریکی قبضے اور بالخصوص پال بریمر کے خلاف تند و تیز جوشیلی تقریروں نے اسے امریکہ کی نظر میں انتہائی

ناپسندیدہ شخص بنا دیا تھا اور ضروری ہو گیا تھا کہ جون 2004ء کی ڈیڈ لائن سے پہلے پہلے ایسے ناپسندیدہ اور باغی شخص کی آواز خاموش کرائی جائے اور فلوجا کی سُنی آبادی کی طرح نجف کی شیعہ تحریک مزاحمت کو بھی روکا جائے۔ واشنگٹن کا شروع سے یہ خیال تھا کہ نئے عراق میں مقتدیٰ الصدر اس کا پہلا دشمن ہو گا۔ ڈپٹی ڈیفنس سیکرٹری پال ولفوٹز اور عراق میں سینئر کمانڈر جنرل ریکارڈو سانچز نے ہائی کمان سے صلاح مشورے کے بعد مقتدیٰ الصدر کی سرگرمیوں کو روکنے اور محدود کرنے کا فیصلہ کیا لیکن یہ کام کس طریقے سے انجام پائے گا، اس کے لئے کوئی ٹھوس اور حتمی حکمت عملی طے ہونا باقی تھی۔ مارچ 2004ء میں صورت حال ہی بدل گئی۔ پال بریمر نے مقتدیٰ الصدر اور اس کے حامیوں کے خلاف اچانک ہی جنگ کا آغاز کر دیا کہ پانی سر پر سے گزرتا جا رہا تھا اور اب مزید صبر کی اس کے پاس گنجائش نہ تھی۔ امریکہ کی طرف سے مقامی آبادی کو اختیارات سونپنے کا پراپیگنڈہ کیا جا رہا تھا جبکہ مقتدیٰ الصدر زور دے رہا تھا کہ امریکہ عراق سے نکل جائے۔ اس طرح کھلم کھلا امریکی اتھارٹی چیلنج ہو رہی تھی۔ لیکن مقتدیٰ الصدر محض ایک عام شیعہ لیڈر یا معمولی شخصیت نہیں تھا۔ وہ پکا قوم پرست تھا، جو عام عراقیوں کی زبان بولتا، انہی کی طرح سوچتا اور انہی کے لب و لہجے میں بات کرتا تھا۔ اس کی تقریر اور وعظ اپنے ثقافتی حوالوں اور ایسی مقامی ضرب الامثال سے بھرے ہوتے جو سننے والوں کے دلوں میں انگارے بھر دیتے اور وہ مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے۔ ابتدا میں واشنگٹن پوسٹ کے مطابق امریکہ میں یہ خیال تھا کہ مقتدیٰ الصدر سے غیر ضروری چھیڑ چھاڑ، اس کی گرفتاری یا اس طرح کی کوئی بھی کارروائی اسے شہید وطن بنا دے گی اور معاملات مزید بگڑ جائیں گے، لیکن بقول پوسٹ مارچ کے آتے ہی حالات بدل گئے اور پال بریمر نے مقابلے کا حتمی فیصلہ کر لیا۔ بغداد سے ایک شیعہ ہفت روزہ AL-HAWZA چھپتا تھا۔ 28 مارچ کو امریکی فوجوں نے اس کے دفتر پر چھاپہ مارا، عملے کو زبردستی باہر نکال کر دروازے پر ایک موٹا سا تالا لگا کر دفتر کو سیل کر دیا۔ AL-HAWZA گو ایک چھوٹا پرچہ تھا لیکن امریکی حملے اور پال بریمر کا شدید

PdfStuff.blogspot.com

مخالف ہونے کی وجہ سے پڑھنے والوں کا بڑا وسیع حلقہ رکھتا تھا۔ پرچے پر الزام لگایا گیا کہ اس نے پال بریمر کے 14 اکتوبر کو جاری کئے گئے ایک حکم نامے کی خلاف ورزی کی ہے اور ملک میں نقص امن پیدا کرنے اور عوام کو اتحادی فوجوں پر حملوں کے لئے اُکسانے کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ تاہم امریکی کوئی ایسی مثال پیش نہ کر سکے، جس سے ثابت کیا جا سکتا کہ عوام کو کس طرح امریکی اور اتحادی فوجوں پر حملوں کے لئے اکسایا اور ابھارا جا رہا تھا۔ ایک مضمون کا حوالہ دیا گیا جس کی سرخی تھی، بریمر بھی صدام حسین کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ پرچے کے خلاف یہ کارروائی بش انتظامیہ کے سینئر لوگوں کے ساتھ صلاح مشورے اور رضامندی کے بعد عمل میں لائی گئی تھی۔ اس موقع پر بغداد میں بریمر کے ترجمان ڈان سینر کی طرف سے جو وضاحتی بیان آیا، اس میں کہا گیا کہ ہم پریس کی آزادی پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن اگر اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ حرکتوں کو نہ روکا گیا تو لوگ مارے جائیں گے۔ تشدد کا پرچار کرنے والوں کو کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ نہ ہم کریں گے۔ یہ لوگ کسی نرمی اور معافی کے مستحق نہیں۔ پرچے کے خلاف یہ کریک ڈاؤن پال بریمر کے اندازے کی ایک سنگین غلطی تھی۔ AL-HAWZA کا پس منظر ایک ہزار سال پرانی شیعہ روایات اور تاریخ ہزیمت سے جڑا ہوا تھا جس سے اہلِ عراق کو ہمیشہ غیر ملکی قابضین کے خلاف نفرت، بغاوت اور جدوجہد کی تحریک ملتی رہی۔ 1920ء میں برطانوی قبضے کے خلاف عراقیوں کی تاریخی جدوجہد اسی سلسلے کی کڑی گنی جاتی ہے۔

ہفت روزہ AL-HAWZA کے خلاف کریک ڈاؤن کے بعد نیوز ڈے نے عراق میں اپنے نمائندے محمد بازی کے حوالے سے یہ حیرت انگیز انکشاف کیا کہ حالیہ برسوں میں مقتدیٰ الصدر کی مقبولیت کے گراف میں کمی دیکھی جا رہی تھی، لیکن پال بریمر کی طرف سے پرچے کی جبری بندش اور مقتدیٰ الصدر پر سرکشی اور بغاوت کے الزامات نے نوجوان رہنما کو ایک نئی زندگی بخش دی اور اسے اپنے آپ کو امریکہ کا کٹر مخالف ثابت کرنے کا سنہری موقع مل گیا۔ عوام میں غم و غصہ پہلے سے

بھرا ہوا تھا، اس واقعے نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا، جس کی شدت بریمر کی طرف سے مقتدیٰ الصدر کو گرفتار کرنے کی قیاس آرائیوں اور افواہوں نے کچھ اور بڑھا دی اور اس کی آنچ گرین زون کے دروازوں تک پہنچنے لگی۔ مظاہرین نعرے لگاتے۔ ''مقتدیٰ کا نام لو۔ 1920ء کے انقلاب کی یاد تازہ کرو۔''

شیعہ ہفت روزہ کی جبری بندش سے پورے ملک میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ جگہ جگہ شدید شیعہ سُنی مظاہرے شروع ہو گئے۔ پرچے کی بندش کے واقعے سے دو دن پہلے امریکیوں نے فلوجا کے نواح میں ایک ایکشن کے دوران پندرہ عراقی قتل کر کے سُنی کمیونٹی کو بھی مشتعل کر دیا تھا جبکہ جنوب میں پہلے ہی سینکڑوں، ہزاروں شیعہ مظاہرین سڑکوں اور گلیوں میں اُمڈ آئے تھے۔ 2 اپریل کو نماز جمعہ کے دوران مقتدیٰ الصدر نے اعلان کیا۔

''میں عراق میں حزب اللہ اور حماس کا جنگی بازو ہوں۔''

اِدھر یہ صورتِ حال جاری تھی اور امریکی فوجیں فلوجا کا محاصرہ کرنے کی تیاریاں کر رہی تھیں کہ پال بریمر سے ایک اور حماقت سرزد ہو گئی۔ اس نے مقتدیٰ الصدر کے ایک ڈپٹی شیخ مصطفیٰ یعقوبی کی گرفتاری کا حکم جاری کر کے شعلہ بنی صورتِ حال پر گویا پٹرول چھڑک دیا۔ یعقوبی کو 3 اپریل ہفتہ کے روز امریکی فوجوں نے گرفتار کیا تو مقتدیٰ الصدر کے صبر اور ضبط کا دامن ٹوٹ گیا۔ اس نے اپنے حامیوں کو مکمل تیاری کے ساتھ کھل کر دشمنوں کے خلاف میدانِ عمل میں نکل آنے کی ہدایات جاری کر دیں۔ اس پر ہزاروں لوگ بسوں میں سوار ہو کر بغداد سے نکل پڑے۔ ان کا رخ اپنے رہنما کے روحانی مرکز کوفہ کی جانب تھا، جو نجف کے مقدس شہر کے ساتھ تھا۔ مظاہرین کی اکثریت کا خیال تھا کہ یعقوبی کو گرفتاری کے بعد وہاں رکھا گیا ہے۔ رش کی وجہ سے راستے میں جگہ جگہ ٹریفک جام کی وجہ سے رکنا پڑا۔ یہ سب لوگ جنگ کے لئے نکلے تھے۔

''بغاوت کا وقت ہم نے نہیں چنا..... نجف میں مقتدیٰ الصدر کے ترجمان فواد

PdfStuff.blogspot.com

طرفی نے اعلان کرتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت کا انتخاب امریکی فوج نے کیا ہے۔''

4 اپریل کی صبح طلوع ہونے سے تھوڑی دیر بعد مہدی آرمی نے علاقے میں موجود سرکاری انتظامی اداروں کی عمارتوں اور دفاتر کا کنٹرول سنبھالنا اور اسلحہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ مقامی پولیس کمانڈر نے کسی پس و پیش کے بغیر فوراً ہی اپنے اختیارات سے دستبرداری اختیار کر لی اور کچھ ایسا ہی دوسری سرکاری عمارتوں کے نگرانوں اور ایڈمنسٹریٹروں نے کیا۔

ادھر مظاہرین نے اپنے اصل ہدف کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، جو نجف میں قابض فوجوں کے ہیڈ کوارٹر کی عمارت کیمپ گالف تھی اور جس کی حفاظت پر بلیک واٹر والے متعین تھے۔

04-04-04

4 اپریل 2004ء کی صبح جب مقدس شیعہ شہر نجف کے در و دیوار کو سورج کی روپہلی کرنوں نے چومنا شروع کیا، سات آٹھ بلیک واٹر کنٹریکٹرز مخلوط حکومت کی صوبائی اتھارٹی کے ہیڈ کوارٹر کی چھت پر کھڑے تھے۔ اس عمارت کی حفاظت ان کی ذمہ داری تھی۔ امریکی شہر سے باہر بیس کیمپ میں تھے۔ شہر کے اندر ان کی تعداد بہت کم تھی کہ ان دنوں امریکی فوج کے شیعہ لیڈروں کے ساتھ مذاکرات چل رہے تھے، جن کا مطالبہ تھا کہ امریکی شہر خالی کر دیں۔ بلیک واٹر تحریری معاہدے کی رُو سے عراق میں ایک طرف پال بریمر کی سکیورٹی کی ذمہ دار تھی تو دوسری طرف عراق میں کم از کم پانچ امریکی علاقائی ہیڈ کوارٹرز پر پہرہ دینا اور ان کی حفاظت کرنا تھی۔ ان پانچ علاقائی ہیڈ کوارٹرز میں سے ایک نجف کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ دنیا کے اکثر لوگوں کی طرح بلیک واٹر کے ارکان بھی فلوجا میں پیش آنے والے واقعہ اور اپنے ساتھیوں کے انجام سے اچھی طرح واقف تھے۔ نجف میں مظاہرین کی تعداد اور جذبات کی شدت فلوجا سے کہیں زیادہ تھی، اس لئے سب پوری طرح چوکس تھے کہ کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ کیمپ گالف کبھی کوفہ یونیورسٹی کا کیمپس ہوا کرتا تھا۔ عراق پر قبضے کے بعد امریکیوں نے یہاں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کر لیا تھا۔ مظاہرین نعرے لگاتے کیمپ گالف پہنچے تو آٹھ بلیک واٹر کنٹریکٹرز اور چند ال سلواڈور کے فوجی عمارت پر پہرہ دے رہے تھے اور یہ محض اتفاق تھا کہ اس لمحے عمارت میں چند امریکی میرینز بھی موجود تھے۔

امریکی میرین ٹونی ینگ جنوری 2004ء سے عراق میں تھا اور پیغام رسانی کے شعبے سے منسلک تھا۔ وہ چار اپریل کی صبح نجف میں اس لئے موجود تھا کہ اسے کیمپ گالف میں مواصلاتی آلات لگانے تھے۔ فرنٹ گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہوئے

PdfStuff.blogspot.com

اس نے باہر سڑک پر مظاہرین کا ایک گروپ دیکھا۔ ان پر ایک سرسری سی نظر ڈالتا ہوا وہ عمارت کے اندر داخل ہو گیا، جہاں مظاہرین سے مقابلے کی صورت میں اتحادی فوجی موجود تھے۔ ینگ اور اس کا ساتھی مقامی قابضین کے کمانڈر، جو ایک ہسپانوی تھا، سے مل کر چھت پر چڑھ گئے، جہاں انہوں نے مواصلاتی آلات لگانے تھے۔ اس دوران کیمپ گالف کے آس پاس احتجاج اور نعروں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ینگ نے اس سارے شور شرابے کے باوجود پچیس منٹ میں اپنا کام ختم کر لیا اور نیچے جا کر اپنے ٹرک میں بیٹھ گیا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ساتھی نے آواز دے کر بتایا کہ آلات ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہے۔ ینگ نے لپک کر اپنے اوزار اٹھائے اور سڑک سے نیچے کودنے لگا تھا کہ زوردار دھماکے کی آواز سنائی دی۔ سامنے گلی میں مرکز کے پاس رائفل AK-47 سے راؤنڈ فائر ہوئے تھے۔ ینگ بھاگ کر ایک بار پھر عمارت میں داخل ہو گیا اور بھاگتا ہوا چھت پر پہنچا، جہاں آٹھ بلیک واٹر کنٹریکٹرز اور ال سلواڈور کے چند فوجی پہلے سے موجود تھے اور انہوں نے دیوار کے ساتھ مختلف مقامات پر پوزیشنیں سنبھال رکھی تھیں۔ ینگ نے بھی ایک جگہ پوزیشن سنبھال کر اپنی خودکار M249 مشین گن کو تیار کیا۔ نیچے باہر سڑک پر معرکہ گرم ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھ گن کی دوربین پر جما دی اور احکامات کا انتظار کرنے لگا کہ حکم ملے تو مظاہرین پر فائر کھول دے۔ شور تھا کہ ہر لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا، لیکن چھت پر بالکل خاموشی طاری تھی۔ چند سیکنڈ بھی صدیوں پر بھاری محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک ٹرک سے لوگ اترنا شروع ہوئے۔ ایک عراقی نیچے کودا اور اپنے آپ کو تیزی سے زمین پر گرا کر پوزیشن لے لی اور چھت پر کھڑے لوگوں کا نشانہ لے کر چند راؤنڈ فائر کر دیئے۔ ینگ کا کہنا ہے۔ وہ چیخا۔ ایک بلوائی میرے نشانے پر ہے کیا میں اس پر گولی چلا دوں؟ لیکن جواب کون دیتا؟ باقاعدہ امریکی فوج کا کوئی ذمہ دار افسر موقع پر موجود ہی نہ تھا جو اسے فائر کی اجازت دیتا۔ چنانچہ اس دن امریکی میرین ینگ کو موقع پر موجود پرائیویٹ کرائے کے فوجیوں، بلیک واٹر کنٹریکٹرز سے ہدایات اور احکامات لینے پڑے۔ تھوڑے سے تذبذب کے

بعد بلیک واٹر نے اسے فائر کرنے کا حکم دے دیا اور خود بھی مظاہرین پر فائرنگ کھول دی۔ ینگ نے اپنی گن کا رخ ٹارگٹ پر فکس کر کے ٹرائیگر دبا دیا۔ عراقی نے ایک لمبا سفید چوغہ پہن رکھا تھا اور داہنے ہاتھ میں AK-47 رائفل تھی۔ ینگ اس منظر کی یاد تازہ کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ جب میں نے اسے نشانہ بنایا تو وہ پوری قوت سے سامنے کی طرف دوڑ رہا تھا۔ 5.56 ایم ایم کا برسٹ لگا تو کئی فٹ اوپر اچھل گیا اور پھر میں نے اسے گن کی دُوربین سے سڑک پر اوندھے منہ گرتے دیکھا۔ میں چند سیکنڈ کے لئے رک گیا اور گن سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ سڑک پر بے حس و حرکت پڑا تھا اور سفید چوغے کے دامن پر ابھرنے والا سرخ دائرہ بتدریج پھیلتا جا رہا تھا۔

ینگ اور اس کے ساتھی بلیک واٹر کنٹریکٹرز کا بیان ہے کہ اس دن فائرنگ کا آغاز عراقی مظاہرین نے کیا تھا جبکہ بعض عینی شاہد، جن سے صحافیوں نے انٹرویو کئے، وہ ایک دوسری کہانی سناتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ فائرنگ کی ابتدا ہیڈ کوارٹر میں پہرے پر موجود بلیک واٹر گارڈز کی طرف سے ہوئی تھی۔ انہوں نے مظاہرین کو ڈرا کر منتشر کرنے کے لئے پہلے ان پر ہوائی فائرنگ کی لیکن جب دیکھا کہ مظاہرین کا ریلا رُکنے کے بجائے آگے ہی بڑھتا چلا آ رہا ہے تو انہوں نے بدحواسی میں سیدھی فائرنگ شروع کر دی۔ واشنگٹن پوسٹ کے نمائندے انتھونی شاڈیڈ نے لکھا۔

”مظاہرین میں موجود مسلح افراد نے فائرنگ کا جواب راکٹ لانچرز، دستی بموں اور مارٹر گولوں سے دیا۔ ہیڈ کوارٹر سے باہر اس دن اکٹھے ہونے والے مظاہرین کی تعداد سات سو سے لے کر دو ہزار سے زائد تھی۔ ایک بار جب فائرنگ کا تبادلہ شروع ہو گیا تو پھر یہ بات بے معنی تھی کہ اس کا آغاز کس جانب سے ہوا تھا۔ بلیک واٹر کنٹریکٹرز اور ال سلواڈور کے فوجیوں اور امریکی میرین ٹونی ینگ نے ہجوم پر اندھا دھند فائرنگ کر کے بے شمار میگزین خالی کر ڈالے تھے اور سینکڑوں 40 ایم ایم گرینیڈ مظاہرین کے درمیان پھینکے۔ لگاتار فائرنگ سے گن کی نال زیادہ گرم ہو جاتی تو ہر پندرہ منٹ بعد فائرنگ روک دی جاتی کہ گن کی دہکتی ہوئی نال ذرا ٹھنڈی

PdfStuff.blogspot.com

ہو جائے۔ ایک موقع پر ال سلواڈور کے چار فوجی مشتعل ہجوم کے ہتھے چڑھ گئے۔ ایک کو موقع پر ہی ہلاک کر دیا گیا، باقی تین قیدی بنا کر پیچھے بھجوا دیئے گئے۔

لڑائی کے دوران ایک بلیک واٹر کنٹریکٹر نے اپنے کیمرے سے اس سارے ایکشن کی وڈیو تیار کر لی تھی، جو بعد میں اس واقعے کی ایک چشم دید اور مستند گواہی قرار پائی۔ وڈیو میں بلیک واٹر کنٹریکٹرز اور ال سلواڈور کے فوجی چھت پر مورچے سنبھالے اور مظاہرین پر فائرنگ کرتے صاف نظر آتے ہیں اور پس منظر میں ہلکے ہتھیاروں کے ساتھ ساتھ بھاری ہتھیاروں کی آوازیں، دھماکے اور لوگوں کا چیخ چیخ کر ایک دوسرے کو ہدایات دینے کا شور بھی سنائی دیتا ہے۔ اس لڑائی میں تین بلیک واٹر کنٹریکٹرز عراقی نشانہ بازوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے۔ ایک کو جبڑے پر گولی لگی اور اس کا آدھا چہرہ اُڑ گیا۔

آخر کار سپیشل امریکی فورسز نے نجف شہر میں داخل ہو کر مظاہرین کو منتشر کیا۔ غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق نجف کی اس لڑائی میں بے شمار امریکی مارے گئے جبکہ میرین ینگ کے مطابق مرنے والے عراقی سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ یہ لڑائی کم و بیش ساڑھے تین گھنٹے جاری رہی۔ وڈیو اور عینی گواہوں کے بیانات کی روشنی میں یہ بات صاف ہو گئی کہ اس دن سارا آپریشن بلیک واٹر کنٹریکٹرز انجام دے رہے تھے اور امریکی میرین ینگ کو بھی وہی ہدایات دیتے کہ کب اور کس پر فائر کرنا ہے۔ دوپہر تک عراق میں سینئر امریکی کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل ریکارڈو سانچز اور اس کا ڈپٹی بریگیڈیئر جنرل مارک کیمت بھی پہنچ گئے۔ بعد ازاں جب کیمت نے نجف کی لڑائی بارے اپنے خیالات کا اظہار کیا تو بلیک واٹر کنٹریکٹرز کا نام لئے بغیر معرکے کی قیادت کرنے والوں کی تعریف کی اور ان کے کردار کو سراہا۔

❁❁❁

مقتدیٰ الصدر اور اس کے حامیوں کے مطابق چار اپریل کو دنیائے اسلام کے مقدس ترین شہروں میں سے ایک شہر نجف میں عراقیوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی جبکہ بلیک واٹر اور میرین ینگ کے نزدیک یہ ایک ایسا دن تھا، جب تمام تر ناموافق

حالات کے باوجود انہوں نے ایک ایسے بپھرے ہوئے ہجوم کو روکنے میں کامیابی حاصل کی، جو ان کے خون کا پیاسا تھا اور اس عمارت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا، جس کی حفاظت کی ذمہ داری ان کو حکومت نے سونپی تھی۔ اس سہ پہر کوفہ کی مسجد کے لاؤڈ سپیکروں پر اعلان ہوا کہ کوفہ، نجف، ناصریہ اور بغداد کے علاقے صدر سٹی پر مہدی آرمی کا ہولڈ ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق کوفہ اور نجف میں داخلے کے راستے کے واحد پُل کی چیک پوسٹ پر ملیشیا کے نوجوان تعینات کر دیئے گئے۔ یہ زیادہ تر وہ پولیس افسر تھے، جن کو امریکہ کی اتحادی حکومت نے بھرتی کیا اور تربیت دی تھی اور جو عراق پر امریکی حملے کے بعد باغیوں سے جا ملے تھے۔ اسی روز پال بریمر نے اعلان کیا کہ اس نے عراقی ڈیفنس اور انٹیلی جنس وزیروں کو تبدیل کر کے ان کی جگہ نئے لوگوں کا تقرر کر دیا ہے۔ اس نے نجف کی لڑائی کے بارے میں کہا کہ آج صبح نجف میں لوگوں کے ایک گروپ نے لکیر پار کر کے شہر میں دنگا فساد کیا ہے، جسے برداشت نہیں کیا جا سکے گا۔ شام سورج غروب ہونے سے پہلے مقتدیٰ الصدر نے بھی اپنے حامیوں کے نام ایک پیغام جاری کیا اور انہیں ہدایت کی کہ ہر قسم کے احتجاج اور مظاہروں کا سلسلہ فی الفور ختم کر دیا جائے، لیکن خاموش نہیں بیٹھنا۔ اپنے دشمن کو دہشت زدہ کرو۔ اس کے دل و دماغ پر اپنا خوف مسلط کر دو اور اسے اتنا ڈراؤ کہ خود بھاگ جائے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

اسی رات صدر سٹی میں امریکی فوجوں کی نقل و حرکت شروع ہو گئی۔ امریکی جنگی طیارے اور گن شپ ہیلی کاپٹر نجف میں جھڑپ کے ردعمل میں آبادی کو نشانہ بنانے لگے۔ رائٹر ٹیلی ویژن نے تصویروں میں ٹینکوں کو بغداد کی مضافاتی آبادی کی املاک اور گاڑیوں کو روندتے اور کچلتے اور انہیں تہس نہس کرتے دکھایا۔ مقتدیٰ الصدر کا پیغام عوام تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ انہوں نے پیغام پاتے ہی امریکی افواج کے خلاف چھپ کر حملے کرنے اور انہیں نقصان پہنچانے کی حکمت عملی پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ صدر سٹی میں بھی ایسا ہی کیا گیا، جہاں سینڈی شی ہان کا بیٹا کیسی، جو امریکی فوج میں سپیشلسٹ تھا، اس دن مارا گیا۔ اس دن چار اپریل کو صدر سٹی میں

PdfStuff.blogspot.com

آٹھ امریکی فوجی قتل اور پچاس زخمی ہوئے جن میں کچھ عراقیوں کی نامعلوم تعداد بھی شامل تھی۔ صدر سٹی کا یہ معرکہ فرسٹ آرمرڈ ڈویژن کے کمانڈر میجر جنرل مارٹن ڈیمپسی کے مطابق سقوطِ بغداد کے بعد سے سب سے بڑی گن فائٹ تھی۔ مقتدیٰ الصدر کے حامیوں کی طرف سے مجموعی طور پر عراق کے کم از کم آٹھ شہروں میں زبردست مظاہرے ہوئے۔

15 اپریل کو پال بریمر نے مقتدیٰ الصدر کو قانون سے بھاگا ہوا ملزم قرار دیتے ہوئے کہا وہ ملک میں ایک متوازی حکومت قائم کر کے اپنی اتھارٹی قائم کرنا چاہتا ہے۔ ہم اسے برداشت نہیں کریں گے۔ ہم عراق میں قانون کی حکمرانی قائم کر کے امن بحال کریں گے، جس کے لئے عراقی عوام نے ہم سے توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ چند گھنٹے بعد مقتدیٰ الصدر کے وارنٹ گرفتاری جاری کرنے کا سرکاری اعلان ہو گیا۔ یہ بڑا دھماکہ خیز اور تباہ کن فیصلہ تھا، جس سے شیعہ رہنما کی مقبولیت میں حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ فلوجا میں جاری صورتِ حال کے ساتھ باغی لیڈر کے خلاف کریک ڈاؤن کا اعلان ہوا تو سُنی شیعہ دونوں قابض فوجوں کے خلاف گوریلا جنگ کے لئے ایک ہو گئے۔

عراق سے دُور..... واشنگٹن میں ایک نئی بحث چھڑ چکی تھی۔ نجف اور فلوجا کے واقعات میں بلیک واٹر نے جس طرح کھل کر نمایاں انداز میں حصہ لیا، اس نے جنگ کے لئے کرائے کے فوجیوں کی بھرتی اور ان کی بڑھتی ہوئی تعداد پر تنقید کے دروازے کھول دیئے۔ نیو یارک ٹائمز نے اپنے ایک اداریئے میں فلوجا میں بلیک واٹر کے چار افراد کے قتل کے حوالے سے لکھا کہ اس طرح کے واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ امریکہ اپنے دفاع کے لئے اب کرائے کی بندوقوں پر زیادہ انحصار کرنے لگا ہے، جو باعثِ تشویش ہے۔ نجف کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ پینٹاگان عراق میں امن اور استحکام لانے کے لئے اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کا مرتکب ہوا ہے۔ ضرورت کے مطابق نئے فوجی بھرتی کرنے کے بجائے کرائے کے آدمیوں سے کام چلانے کا آسان راستہ ڈھونڈ لیا گیا ہے۔ ڈیفنس سیکرٹری ریمز فیلڈ کا عہد

اور اعلان ہے کہ پینٹاگان فوج کی نجکاری اور دوسرے ذرائع کی تلاش جاری رکھے گا۔ لیکن جب کور سکیورٹی اور جنگ میں مبارزت کا معاملہ ہو تو موصوف کا یہ نظریہ اور دعویٰ محل نظر آتا ہے۔ پینٹاگان کو کرائے کے قاتلوں کی ایک نئی نسل پیدا کرنے کے بجائے اپنے فوجی بھرتی کر کے انہیں ٹریننگ دینے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ کرائے کے قاتلوں سے باقاعدہ فوجیوں جیسے رویے اور کردار کی توقع رکھنا عبث ہے۔

کانگریس کی ری پبلکن لیڈر شپ میں بھی یہ موضوع زیر بحث رہا۔ کچھ حلقوں نے بلیک واٹر کو شیر دل قرار دیتے ہوئے جنگ میں اس کے کردار کی تعریف کی اور کچھ نے اسے اپنی حدود سے تجاوز قرار دیا۔ اس سے قبل بلیک واٹر کے بارے میں لوگوں کے ذہنوں میں اگر کچھ شکوک وشبہات موجود تھے تو وہ اس بحث مباحثے سے دور ہو گئے اور یہ بات پوری طرح کھل کر سامنے آ گئی کہ بلیک واٹر اس جنگ کا ایک بڑا کھلاڑی ہے۔

جس رات نجف سوگ میں ڈوبا ہوا تھا، وہاں سے کئی سو میل دور شمال مغرب میں ایک ہزار سے زیادہ امریکی میرینز نے فلوجا کو اپنے محاصرے میں لے رکھا تھا اور بلیک واٹر کے ان چار کنٹریکٹرز کی موت کا بدلہ لینے کے لئے حملے کی تیاریاں کر رہے تھے، جو پانچ روز پہلے فلوجا میں قتل کر دیئے گئے تھے۔

PdfStuff.blogspot.com

بلیک واٹر کے امریکی پرستاروں کے لئے

شورش تھی کہ پھیلتی جا رہی تھی۔ اور مختلف شہروں میں شیعہ آبادی مظاہرے کر رہی تھی۔ اس کے باوجود وائٹ ہاؤس سُنی فلوجا کو کچل ڈالنے کے منصوبے پر عمل کرنے کے لئے بضد تھا۔ بلیک واٹر کے قتل کے واقعے نے انتظامیہ کو اس کا جواز مہیا کیا تھا تو پال بریمر نے بغداد میں اس پر تیل چھڑکتے ہوئے اسے شورش پسندوں کے خلاف ایک بھرپور حملے کے لئے سنہری موقع قرار دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

اس کا خیال تھا، شیعہ سنی شورش پسندوں کے بڑھتے ہوئے حوصلے اور صومالیہ کے واقعات کی بازگشت علاقے میں امریکی افواج اور ان کے اتحادیوں کے لئے باعث تشویش ہیں اور دنیا سمجھنے لگی ہے کہ امریکہ، عراق میں جنگ ہار رہا ہے۔ جبکہ امریکی صدر بش کی طرف سے ہمارا مشن مکمل ہو گیا کا اعلان کر کے بہت پہلے یہ جنگ جیت لینے کا دعویٰ کیا جا چکا ہے۔

پال بریمر اور انتظامیہ کا خیال تھا کہ سُنی فلوجا اور مقتدیٰ الصدر کے خلاف سرجیکل آپریشن سے عراق میں منظم تحریک مزاحمت کی کمر ٹوٹ جائے گی اور یہ دم توڑ دے گی جبکہ واشنگٹن کی تباہ کن پالیسیوں کے نتیجے میں ایک طرف ہزاروں عراقی اور سینکڑوں امریکی مارے جا رہے تھے تو دوسری طرف بلیک واٹر کے کرائے کے قاتل دوستوں کے لئے کاروبار بڑھانے اور منافع کمانے کے نت نئے مواقع فراہم کرنے کی سہولیات فراہم کی جا رہی تھیں۔

4 اپریل 2004ء کو امریکیوں نے فلوجا کا پہلا محاصرہ کیا۔ یہ وہی دن ہے، جب بلیک واٹر نے نجف میں خونیں معرکہ لڑا تھا۔ فلوجا کے خلاف حملے کو OPERATION VIGILANT RESOLVE کا خفیہ نام ملا۔ اس

رات ایک ہزار سے زیادہ میرینز اور عراقی بٹالین نے ساڑھے تین لاکھ کی آبادی کے شہر فلوجا کو پوری طرح محاصرے میں لے لیا۔ شہر میں داخلے اور باہر نکلنے کے سارے مرکزی دروازے خاردار تار لگا کر بند کر دیئے گئے اور ساتھ ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں کھڑی کر دی گئیں۔

میرینز نے قیدیوں کو بند کرنے کے لئے کیمپ بھی قائم کر لیا اور مقامی ریڈیو پر فوج کی طرف سے اعلانات ہونے لگے کہ شہری فوج کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے مزاحمت کاروں کی موجودگی اور ان کے ٹھکانوں کی نشاندہی کریں۔ عراقی پولیس نے شہر کی مساجد میں ہینڈ بل تقسیم کرائے، جن میں اسلحہ پر پابندی اور شام سات بجے سے صبح چھ بجے تک شہر میں کرفیو کے نفاذ کا اعلان تھا۔ چوراہوں پر بینر بھی آویزاں کر دیئے گئے، جن پر بلیک واٹر کے مبینہ قاتلوں کے حلیے اور خاکے دیئے گئے تھے۔ یہ امریکیوں کے نزدیک انتہائی مطلوبہ افراد تھے۔ شہر کے باہر قبرستان کے ساتھ مورچے تیار کر لئے گئے اور مسجد کی چھت پر ماہر نشانہ بازوں کو بٹھا دیا گیا۔

ان تمام تیاریوں کے بارے میں ایک امریکی کمانڈر کا کہنا تھا کہ ہمیں شہر میں شرارتی لوگوں کی تلاش ہے۔ گھر گھر تلاشی لے کر انہیں ڈھونڈیں گے اور گرفتار کر لیں گے اور کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ میرینز کے ترجمان لیفٹیننٹ ایرک کاپ نے انکشاف کیا کہ امریکی کمانڈروں نے اپنے عراقی اتحادیوں کے ساتھ شہریوں کو پیغام بھجوایا ہے کہ امریکی فوج کے شہر میں داخلے کے وقت مزاحمت نہ کریں اور گھر گھر تلاشی کے دوران سارے افراد خانہ گھر کے کسی ایک کمرے میں جمع ہوں۔ اگر حملہ آور فوجیوں سے کوئی بات کرنا چاہیں تو پہلے ہاتھ بلند کر کے اجازت طلب کریں۔ امریکی محاصرہ اور بھرپور حملہ شروع ہوا تو اس سے پہلے ہی فلوجا کے ہزاروں شہری اپنے گھروں کو خالی کر کے دوسرے محفوظ مقامات پر منتقل ہو چکے تھے۔

اگلی صبح امریکی فوجوں نے فلوجا میں اپنے آپریشن کا آغاز کیا۔ شروع میں سپیشل فورسز کے افراد ہائی ویلیو ٹارگٹس کی تلاش اور گرفتاری کے لئے شہر میں داخل ہوئے،

PdfStuff.blogspot.com

اس کے بعد بھرپور آپریشن شروع ہو گیا، جس میں تین بٹالین کے پچیّس سو میرینز نے حصہ لیا، جن کی مدد کے لئے ٹینک بھی ساتھ تھے۔

امریکی فوجوں کو جلد ہی عراقی جنگجوؤں کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اور لڑائی شروع ہوگئی۔ اس کا دائرہ پھیلنے لگا تو امریکی میرینز کو فضائیہ کی مدد طلب کرنا پڑی۔

7 اپریل کو عبدالعزیز سمارائی مسجد پر کوبرا ہیلی کاپٹر نے حملہ کیا، جہاں امریکہ کا خیال تھا کہ مزاحمت کاروں نے پناہ لے رکھی ہے اور وہاں سے حملہ آوروں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ مسجد کے مینار کو ایک ہیل فائر میزائل سے نشانہ بنایا گیا اور ایف۔16 جنگی طیارے نے پانچ سو پونڈ وزنی بم مسجد کے صحن میں گرایا۔

یہ جنیوا کنونشن کی صریحاً خلاف ورزی تھی، جس کے تحت دورانِ جنگ کسی بھی مسلک کے مذہبی مقامات کو نشانہ بنانے کی ممانعت تھی۔ میرینز کی طرف سے اپنے دفاع میں وضاحتی بیان جاری کیا گیا کہ چونکہ مسجد کے اندر مزاحمت کاروں نے پناہ لے رکھی تھی، اس لئے مسجد کو جنیوا کنونشن کے تحت دیا گیا تحفظ کا حق ختم ہو گیا تھا اور وہ ایک صحیح فوجی جنگی ٹارگٹ تھی۔ عینی شاہدین کے مطابق اس دن مسجد پر امریکی حملے کے نتیجے میں چالیس عراقی مارے گئے اور مٹھی بھر امریکی فوجی شہر میں لڑائی کے دوران ہلاک ہوئے۔

اس دوران فوج نے فلوجا کے بڑے طبّی مراکز پر قبضہ کر لیا تاکہ جھڑپوں میں زخمی ہونے والے عراقیوں کو کسی طرح کی طبّی امداد نہ دی جا سکے۔ پاور سٹیشن پر بمباری کر کے اسے شروع میں ہی ناکارہ بنا دیا گیا تھا۔

راہول مہاجن فلوجا میں داخل ہونے والے چند ابتدائی صحافیوں میں سے ایک تھا۔ اس معرکے کے بارے میں اپنی یادداشتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ اگلے کئی ہفتوں تک فلوجا میں بجلی کا نظام ناکارہ بنا دیئے جانے کے نتیجے میں اندھیرا چھایا رہا۔ اکا دُکا مقامات جیسے مساجد اور کلینکس پر جنریٹروں کی مدد سے روشنی کا متبادل بندوبست موجود تھا۔ کھانے پینے کی اشیاء کی قلت پیدا ہو رہی تھی۔ ایک

مقامی ڈاکٹر نے بتایا کہ 6 اپریل کو قریبی علاقے میں سولہ بچے اور آٹھ خواتین فضائی حملے میں ماری گئیں۔

فلوجا کا محاصرہ جاری تھا۔ ایک میرین کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل بریسنان بائرن نے کہا، جس کسی نے مزاحمت کی اور ہمارے راستے میں حائل ہوا ہم اس کی گردن توڑ دیں گے۔ ہم انہیں باہر نکال کر دم لیں گے۔ بائرن نے کہا، فلوجا مزاحمت کاروں اور اسمگلروں کی جنت بنا ہوا تھا کہ اس سے پہلے کسی نے ٹھیک طرح سے شر پسند عناصر کا صفایا کرنے کی نہ زحمت کی اور نہ وقت نکالا۔ اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اگر امریکیوں کے شکار کا شوق ہے تو فلوجا چلے جاؤ۔ وہ جگہ اس کام کے لئے بہت مناسب ہے۔

بائرن کی بٹالین نے اس لڑائی میں پہلی بار جنگی نفسیاتی حربے آزمائے۔ ایک عسکری مضمون نگار ینگ ویسٹ، جو فلوجا میں امریکی فوجوں کے ساتھ تھا، کا کہنا ہے کہ مختلف پلاٹونوں کے درمیان گندی گالیاں اور غلیظ نعرے ایجاد کرنے کا باقاعدہ مقابلہ ہوتا اور پھر ترجمانوں سے کہا جاتا کہ ان گالیوں کا عربی میں ترجمہ کر کے لاؤڈ سپیکروں پر عراقیوں کو سنوایا جائے۔ یہ گالیاں اور مغلظات عراقی نوجوانوں کو مشتعل کر دیتیں اور وہ غصے سے پیچ و تاب کھا کر مسجد سے نکل کر تیزی کے ساتھ دوڑتے اور اندھا دھند AK-47 رائفلوں سے فائرنگ کرتے ہوئے امریکی مورچوں کی طرف بڑھتے تو تاک میں بیٹھے میرینز انہیں مار گراتے۔ گالیاں دو اور مار گراؤ کی یہ تکنیک رفتہ رفتہ پورے محاذ پر پھیل گئی۔

فلوجا میں تباہی و بربادی اور بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کی کہانیاں اور تصویریں عرب ٹیلی ویژن نیٹ ورک کے ذریعے باہر کی دنیا تک پہنچیں تو احتجاج، مظاہروں اور توڑ پھوڑ کا سلسلہ پورے عراق میں پھیلنے لگا اور امریکیوں کی طرف سے انہیں طاقت کے زور پر دبانے کی کوششیں ہونے لگیں۔ بغداد کے ساتھ ساتھ دوسرے شہروں کی مساجد میں انسانی ہمدردی کی بنیاد پر خون کے عطیات اور امدادی سامان جمع کرنے کے مراکز قائم ہو گئے۔

PdfStuff.blogspot.com

8 اپریل تک مقامی ہسپتال انسانی مصائب اور المیوں کی ایک دردناک تصویر پیش کر رہے تھے۔ 280 سے زیادہ لوگ مارے جا چکے تھے اور چار سو سے زیادہ زخمی تھے۔ بہت سے لوگ ابھی مختلف مقامات پر ملبوں تلے مُردہ یا زخمی دبے پڑے تھے۔ اس کا علم ہونے کے باوجود امدادی پارٹیوں کے لئے جنگ کی وجہ سے ان تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔

امریکی فوج کو انکار تھا کہ وہ عام عراقی شہریوں کے قتل عام میں ملوث ہے۔ اس کے نزدیک یہ شر پسند مزاحمت کار تھے، جو شہریوں کو ڈھال بنا کر انہیں امریکی گولیوں کا نشانہ بنوا رہے تھے۔ عام شہری اور مزاحمت کار باہم گڈمڈ ہو جائیں تو ان میں اچھے اور برے کی تمیز کرنا اور انہیں الگ الگ کرنا ممکن نہیں رہتا۔ واشنگٹن پوسٹ کے مطابق کرنل بائرن کا بیان تھا کہ مرنے والے زیادہ تر شر پسند ہی ہوتے ہیں۔ اس کا اندازہ تھا کہ فلوجا کی 80 فیصد آبادی غیر جانب دار یا امریکی افواج کی عراق میں موجودگی کی حامی ہے۔

کرنل کی یہ خوش فہمی زمینی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ بے پناہ انسانی قربانیوں کے باوجود مزاحمت کی شدت اور اس میں روز افزوں اضافہ بھی اس کی مکمل نفی کرتا تھا۔ امریکی تمام کوششوں کے باوجود فلوجا کو پوری طرح زیر کرنے میں ناکام رہے۔

واشنگٹن پوسٹ کے رپورٹر تھامس رِکس نے لکھا۔ دشمن کی تیاری توقع سے زیادہ اور مکمل تھی۔ اس نے لڑائی کے حوالے سے جو ڈسپیچ تیار کیا، اس میں میرینز کی اندرونی طور پر تیار کی گئی رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ حملے سے پہلے میرینز کو دشمن کے بارے میں جو اطلاعات اور معلومات فراہم کی گئی تھیں، وہ ناقص تھیں۔ دشمن کی تیاری اور قوت ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ تھی۔ ان کے حملوں میں ہم آہنگی، مشترکہ فائر اور موثر طریقے سے اپنے گولہ بارود اور اسلحے کا استعمال حیرت ناک تھا۔ اس نے حیران کن حد تک ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

محاصرے کو ایک ہفتہ ہونے لگا اور شہر میں لاشوں کے ڈھیر لگنے شروع ہوئے تو

فلوجا میں ناگوار سی بُو پھیل گئی۔ انہی دنوں شہر میں بغداد سے ایک امن مشن کے ساتھ آنے والے ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے۔ فلوجا میں آ کر جو منظر دیکھا، وہ ناقابلِ یقین تھا۔ امریکیوں نے بے گناہ عراقی شہریوں کا جو حشر کیا ہے، اسے دنیا کا کوئی معاشرہ، قانون، قاعدہ اور اخلاق حق بجانب قرار نہیں دے سکتا۔ ایک امریکی جرنلسٹ ڈہر جمائیل اور راہول مہاجن، جس نے ایک گشتی شفا خانے کی ایمرجنسی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ میرے سامنے زخمی عورتوں اور بچوں کی ایک لمبی قطار تھی، جو امریکیوں کی گولیوں کا نشانہ بنے تھے اور جن کو مرہم پٹی کے لئے رضا کار بھاگم بھاگ اس گندے کلینک میں لا رہے تھے اور ان کے پیچھے آہ و بکا کرتے ان کے عزیز و اقارب تھے۔ جمائیل نے محصور شہر سے اپنے مکتوب میں لکھا۔ ایک عورت اور ایک چھوٹے بچے کو گردن میں گولی ماری گئی تھی۔ بچے کی آنکھیں ایک جگہ ٹھہری فضا میں گھور رہی تھیں اور وہ مسلسل اُلٹیاں کئے جا رہا تھا۔ جبکہ ڈاکٹر اُس کی جان بچانے کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہے تھے۔ آدھ گھنٹے بعد محسوس ہونے لگا کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچ پائے گا۔ جمائیل نے لکھا۔ فلوجا فرات کے کنارے آباد سراجیوو ہے۔

راہول مہاجن نے اس دوران اپنی رپورٹوں میں لکھا کہ توپ خانے کی گولہ باری کے علاوہ جنگی طیاروں نے شہر میں پانچ سو، ایک ہزار اور دو ہزار پونڈ وزنی بم گرائے اور AC-130 SPECTRE GUNSHIP استعمال کئے جو ایک منٹ سے بھی کم وقت میں پورے شہر کو ملیامیٹ کر سکتے ہیں۔ میرینز اور مزاحمت کاروں کے درمیان فائرنگ کے تبادلے نے شہر کے بہت سے حصوں تک انسانی رسائی ناممکن اور مشکل بنا دی تھی اور وہ حقیقتاً نو مین لینڈ بن کر رہ گئے تھے، جہاں کوئی چیز تھوڑی سی حرکت کرتی نظر آتی، اس پر فوراً فائر کھول دیا جاتا۔ میرے سامنے 20 زخمی لائے گئے، جن میں صرف پانچ لڑکے ایسے تھے، جنہیں فوجی خدمت کے قابل سمجھا جا سکتا تھا وگرنہ زیادہ تر بوڑھے مرد اور عورتیں تھیں۔ ایک دس سال کا بچہ تھا، جسے سر میں گولی لگی تھی۔ بغداد میں شاید اس کا علاج ممکن ہوتا لیکن فلوجا میں اس

PdfStuff.blogspot.com

کی کوئی اُمید نہ تھی۔ زخمیوں کو لانے، لے جانے والی ایمبولینس گاڑیاں بھی نشانہ باز میرینز کے ہاتھوں محفوظ نہیں تھیں۔ ہر ایمبولینس جو میں نے دیکھی، گولیوں سے چھلنی تھی۔ بعض کی حالت دیکھ کر صاف پتہ چلتا کہ ان کو جان بوجھ کر قریب سے نشانہ بنایا گیا ہے۔ جمائیل کی رپورٹ تھی کہ لوگوں نے شہر کے دو فٹ بال گراؤنڈ قبرستانوں میں تبدیل کر لئے تھے۔

الجزیرہ اور جنگ

فلوجا کے محاصرے کے دوران عراقیوں نے جو مصائب برداشت کئے، ایک دنیا مانتی ہے کہ وہ عراق پر قبضے کے بعد امریکیوں کی طرف سے ظلم و تشدد کی انتہا تھی، لیکن امریکی ذرائع ابلاغ میں اس طرح کی خبروں اور واقعات کو بہت کم جگہ دی گئی۔ فوج کے ساتھ وابستہ جنگی رپورٹروں نے زیادہ تر وہی واقعات بیان کئے، جو حکومت اور فوجی ترجمان چاہتے تھے۔ تجزیئے اور خصوصی مضامین میں زیادہ تر حکومتی خواہش کے مطابق اس کی فراہم کردہ اطلاعات اور معلومات کی روشنی میں تحریر کئے گئے۔ فلوجا پر حملے کو چار بلیک واٹر کنٹریکٹرز کے قتل کو جواز بنایا گیا اور میڈیا میں ساری فضا بھی اسی واقعے کی بنیاد پر تیار کی گئی تھی۔ لیکن شہری آبادی پر امریکی فوج کے حملوں اور ظلم و تشدد کے بعد یہ سب کچھ پس منظر میں چلا گیا۔ نیو یارک ٹائمز کے نمائندے جیفری گیٹل نے فلوجا میں ہونے والی وسیع پیمانے پر انسانی تباہی و بربادی اور بنیادی حقوق کی پامالی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے لکھا۔ مزاحمت کار سخت جان ہی نہیں، مرنے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اس طرح کی جانبدارانہ رپورٹنگ اور سرکاری طور پر جاری کئے گئے پراپیگنڈا بیانات میں کچھ زیادہ فرق نہ تھا۔ جانبدار امریکی میڈیا کا فوکس زیادہ تر مضافاتی لڑائی پر تھا جبکہ عرب صحافی، جن کی اکثریت کا تعلق معروف عربی چینل سے تھا، ان کی رپورٹنگ محصور شہر کی حالت زار سے ہوتی۔ یہ صحافی دن رات کام کرتے۔ دنیا کو فلوجا کی حالتِ زار اور امریکی فوجوں کے مظالم کا سب سے پہلے علم انہی کی کوششوں سے ہوا۔ الجزیرہ کا صحافی احمد منصور اپنے کیمرہ مین میتھ مُستان کے ساتھ فلوجا میں محاصرے سے چند روز قبل داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

pdfstuff.blogspot.com

الجزیرہ اور العربیہ ٹی وی نیٹ ورک کی وجہ سے دنیا کو پہلی بار فلوجا میں امریکیوں کے ہاتھوں ہونے والے مظالم سے آگاہی ہوئی اور اسے پتہ چلا کہ امریکی فوجیوں کے ہاتھوں کس طرح بے گناہ اور معصوم بچے اور عورتیں قتل ہو رہی ہیں۔ امریکی طیاروں نے ایک گھر پر بمباری کر کے پورے خاندان کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے پڑوس اور گرد و نواح میں بھی کچھ ایسے ہی مناظر تھے۔ الجزیرہ نے ہسپتال میں لائی جانے والی لاشوں اور زخمیوں کے مناظر دکھائے۔ احمد منصور کا بیان ہے کہ اس نے ہسپتال میں لاشوں کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا، لگتا تھا جیسے لاشوں کا سیلاب آیا ہو۔ ان کی فلم بندی بڑا مشکل اور صبر آزما کام تھا۔ کیمرہ مین اور میں فلم بندی کے دوران مسلسل روتے جا رہے تھے۔ منظر ہی کچھ ایسا ہولناک اور دلگداز تھا کہ ضبط کے باوجود بار بار صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا اور اشکوں کی برسات ہونے لگتی۔

فلوجا میں قدم قدم پر زندگی کو خطرہ تھا، لیکن احمد منصور اور اس کے کیمرہ مین نے اس کے باوجود فلوجا میں رک کر جنگ کی کوریج جاری رکھنے کا پروگرام بنایا۔ فلوجا میں ایک تو صحافی کم تھے اور جو تھوڑے بہت تھے بھی تو وہ زیادہ تر امریکی نقطۂ نظر اور سرگرمیوں کی تشہیر پر مامور تھے، اس لئے بقول احمد منصور، میں نے بے پناہ خطرے کے باوجود شہر میں رک کر دنیا کو محصور شہر کے باسیوں پر گزرنے والی قیامت کی تفصیلات سے آگاہ کرنے کی ٹھانی۔ میں نے ایک بار بھی یہاں سے نکل جانے کا نہیں سوچا۔ میں نے اپنا مرنا جینا ان کے ساتھ کر لیا تھا اور اچھی طرح جانتا تھا کہ گرفتار ہونے کی صورت میں امریکی میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے لیکن سوچا کہ یہ زندہ رہے تو میں بھی بچ جاؤں گا ورنہ جو ان کا کارنامہ ہوگا، اس کو اپنا مقدر سمجھوں گا۔ محاصرے کے دوران احمد منصور براہ راست کوریج کرتا رہا۔ آخری رات امریکی ٹینکوں نے انہیں دو بار نشانہ بنانے کی کوشش کی مگر وہ ہر بار بچ گئے۔ بقول احمد منصور، امریکی چاہتے تھے کہ ہم فلوجا سے نکل جائیں۔ امریکی میڈیا کے نمائندوں اور نامہ نگاروں پر مضبوط گرفت ہونے کے باوجود امریکہ دنیا میں پراپیگنڈا

وار کے محاذ پر بری طرح ہار رہا تھا اور دنیا اس کا جو چہرہ دیکھ رہی تھی، وہ ایسا تھا، جو وہ دکھانا نہیں چاہتا تھا، اس لئے امریکہ نے پیام بر کو نشانے پر رکھنے کی کوشش کی۔ واشنگٹن نے 9 اپریل کو جنگ بندی کے لئے جو شرائط پیش کیں اس میں پہلا مطالبہ یہی تھا کہ الجزیرہ فلوجا چھوڑ دے۔ لیکن نیٹ ورک کی انتظامیہ نے انکار کر دیا اور ٹھکانہ بدل لیا۔ منصور نے لکھا اگلے روز امریکہ کے جنگی طیاروں نے ہمارے نئے ٹھکانے کو نشانہ بنایا اور اس کے گرد و نواح میں زبردست بمباری کی اور جس گھر میں ہم نے پچھلی رات گزاری تھی، اسے میزائل مار کر زمین بوس کر دیا، جس میں مالک مکان حسین سامبر ہلاک ہو گیا۔

دھمکیوں میں اضافہ ہونے پر الجزیرہ نے چند دنوں کے لئے اپنی نشریات روک دیں کہ جب بھی آن ایئر جانے کی کوشش کرتے، جنگی طیارے ان کا سراغ لگا کر سر پر پہنچ جاتے اور بمباری شروع کر دیتے۔ 12 اپریل کو کیمت کو الجزیرہ پر فلوجا میں شہریوں کے قتل عام کی دکھائی جانے والی فوٹیج کے حوالے سے سوال جواب کا سامنا کرنا پڑا تو جواب دیا۔ شہری اپنا چینل بدل لیں۔ کوئی اور اچھا چینل دیکھا کریں، جو صحیح اور ایماندار نیوز چینل ہو۔ الجزیرہ غلط چینل ہے، جو دنیا بھر میں عورتوں اور بچوں کی تصویریں دکھا کر امریکہ کو بدنام کر رہا ہے۔ یہ غیر قانونی اور غلط چینل ہے۔ اس کی خبروں کے ذرائع درست نہیں۔ یہ نرا امریکہ مخالف پراپیگنڈا اور سفید جھوٹ ہے۔ اسی طرح بریمر کے ترجمان ڈان سینز نے کہا۔ الجزیرہ اور العربیہ جنگ کی غلط رپورٹنگ کر رہے ہیں اور واقعات کو مسخ کر کے اور بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، جس سے دنیا کو ایک غلط میسج جا رہا ہے جب کہ زمین پر حقائق اور حالات اس سے مختلف ہیں۔ اس سے لوگوں میں اشتعال بڑھایا جا رہا ہے اور عراقیوں کے دلوں میں مخلوط حکومت کے خلاف نفرت و حقارت کے بیج بوئے جا رہے ہیں۔

15 اپریل کو ڈیفنس سیکرٹری ریمز فیلڈ نے انہی خیالات کی جگالی کرتے ہوئے کم و بیش انہی الفاظ میں لیکن قدرے زیادہ سخت اور درشت لہجے میں الجزیرہ کی رپورٹنگ کو بے سروپا اور غلط قرار دیتے ہوئے تنقید کا ہدف بنایا۔ اس نے الجزیرہ کی

PdfStuff.blogspot.com

رپورٹنگ کو جانبدارانہ، بے بنیاد اور ناقابل معافی قرار دیا۔ ایک رپورٹر نے ریمز فیلڈ سے سوال کیا کہ کیا امریکہ نے شہر میں سویلین ہلاکتوں کے اعداد و شمار اکٹھے کیے ہیں؟ ریمز فیلڈ نے فوراً جواب دیا۔ ''ہم شہر میں نہیں، باہر ہیں لیکن آپ جانتے ہیں ہماری فوجیں کیا کر رہی ہیں۔ وہ بے جا شہریوں کو سینکڑوں کی تعداد میں قتل کرتی نہیں پھرتیں۔ لیکن یہ الجزیرہ، جو کچھ کر رہا ہے وہ بہت ہی توہین آمیز اور اشتعال انگیز ہے۔''

اس سے اگلے ہی دن ایک برطانوی دستاویز کے مطابق جس پر ٹاپ سیکرٹ کی مہر لگی تھی، اس میں برطانوی اخبار ڈیلی مرر کے حوالے سے کہا گیا کہ امریکی صدر بش نے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کو مبینہ طور پر بتایا ہے کہ الجزیرہ پر بمباری اس کی خواہش ہے۔ اس نے بڑے واضح الفاظ میں کہا کہ وہ قطر اور کہیں بھی الجزیرہ پر بمباری کرنا چاہتا ہے۔ ایک ذریعے نے ڈیلی مرر کو بتایا کہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ بش کیا کرنا چاہتا تھا۔ احمد منصور نے کہا اسے یقین ہے کہ الجزیرہ فلوجا شہر کے اندر سے اپنی رپورٹوں میں جو کچھ بتا رہا تھا، وہ جانبدارانہ رپورٹوں اور امریکی افواج کے ترجمان اور ان کے زیر اثر میڈیا کی رپورٹوں میں توازن پیدا کرنے والی تھیں۔ امریکی اور مغربی میڈیا کے صحافی فوجی وردی میں امریکی طیاروں اور ٹینکوں میں امریکی فوجیوں کے ساتھ ساتھ چلتے اور وہیں سے ہدایات لیتے کہ یہ واقعہ کور کرو اور اس کو رپورٹ کرو۔ دنیا کے سامنے جنگ کے دونوں رخ آنے ضروری تھے۔ ہم شہریوں کے درمیان تھے۔ ہم ان کی حالت زار رپورٹ کرتے جبکہ وہ عراق پر قابض حملہ آور امریکی فوجیوں کی ضرورت اور خواہشات کے مطابق رپورٹنگ کرتے، جو وہ چاہتے تھے۔ ہم تصویر کا دوسرا رخ پیش کرتے تاکہ سچائی اور حقیقت من پسند رپورٹوں کی دھند میں گم نہ ہو جائے۔

اجتماعی سزا

فلوجا کے شہریوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور امریکی فوجیوں کی ناکامی کی خبریں عام ہوئیں اور دوسری طرف فلوجا کے شہریوں کی استقامت اور جرأت مندانہ مزاحمت کے چرچے ہوئے تو دوسرے عراقیوں کی بھی ہمت بندھی اور انہیں بھی حوصلہ ملا چنانچہ جوں جوں محاصرے نے طول کھینچا تو عراق کے طول و عرض سے فلوجا کے دفاع کے لئے دوسرے شہروں سے بھی لوگ فلوجا پہنچنا شروع ہو گئے۔ مسلم سکالرز کی ایسوسی ایشن کے ارکان نے محاصرے کے درمیان جمعہ کی نماز کے بعد ہزاروں نمازیوں کو تلقین کی کہ فلوجا کی جنگ تاریخ کی جنگ ہے۔ یہ عراق کی جنگ ہے۔ یہ قوم کی جنگ ہے۔ اے خدائے مہربان! امریکیوں سے اس بہائے گئے خون کا بدلہ لینا۔ اس قتل عام کا انتقام لینا۔ مقبوضین کے خلاف غیب سے اپنی امداد بھیج۔ اس وقت تک، جسے امریکی فائر بندی کا نام دیتے ہیں۔ 9 اپریل کے ویک اینڈ تک تقریباً 30 امریکی میرینز قتل ہو گئے لیکن خود عراقیوں کو بھی اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ ہفتہ بھر کے طویل محاصرے کے بعد تک کوئی چھ سو عراقی فلوجا میں قتل ہو چکے تھے، جن میں زیادہ تعداد بچوں اور عورتوں کی تھی۔ 13 اپریل کو صدر بش نے قومی ٹیلی ویژن پر اپنے خطاب میں کہا۔ عراق میں دوسرے ملکوں کے دہشت گرد داخل ہو کر منظم حملوں کی منصوبہ بندی اور حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ صدر بش نے وائٹ ہاؤس کے ایسٹ روم سے اعلان کیا کہ یہ مزاحمت عوامی نہیں بلکہ جس مزاحمت کا انہیں سامنا ہے وہ محض چند انتہا پسند اور ظالم عناصر ہیں، جو قوت و اقتدار کے بھوکے ہیں۔

لیکن فلوجا سے بھاگ کر عراق کے دوسرے حصوں میں پہنچنے والے عراقی اپنے ساتھ بے گناہ شہریوں کے قتل عام کی ہولناک کہانیاں اور تفصیلات لے کر گئے تھے،

PdfStuff.blogspot.com

ان کا مقابلہ اور دفاع اس طرح کی تقریروں اور پراپیگنڈا سے ممکن نہ تھا خواہ کتنا ہی زور لگا لیا جاتا۔ امریکیوں کا دعویٰ تھا کہ، فلوجا کو غیر ملکی جنگجوؤں سے خالی کرانے اور مقامی آبادی کو بعث پارٹی کے ارکان کے ظلم و تشدد سے بچانے کے لئے نجات دہندہ بن کر آئے ہیں لیکن عراقی یہ بات ہضم کرنے اور بھولنے کے لئے تیار نہ تھے کہ کرائے کے محض چار بلیک واٹر ارکان جو عراقیوں کی اکثریت کے نزدیک حقیقی غیر ملکی دہشت گرد تھے، کی موت کے انتقام میں سینکڑوں بے گناہ شہری قتل کئے جا رہے ہیں۔ اور اس میں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی کوئی تمیز اور فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ پورا شہر محاصرے میں ہے۔ شہری گھروں میں قید ہو کر رہ گئے ہیں۔ یہ کیسے نجات دہندہ ہیں؟

بغداد میں فلوجا کے شہریوں کے لئے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امدادی سامان اکٹھا کرنے کے ایک مرکز میں حیتم ساہا نے کہا۔ ہم جانتے ہیں امریکی کنٹریکٹرز کو کن لوگوں نے قتل کیا اور مقامی مسجد میں ایک مذہبی رہنما نے رپورٹر کو بتایا۔ امریکہ نے ہم سے مذاکرات کرنے کے بجائے بریمر کو اپنا انتقام لینے کی کھلی چھوٹ دے دی۔ خود امریکیوں کی ترتیب دی ہوئی عراقی گورننگ کونسل نے اس پر شدید تحفظات کا اظہار کیا اور ان آپریشنوں کو اجتماعی سزا قرار دیا۔ گورننگ کونسل کے صدر عدنان پاچاجی نے، جو صرف تین ماہ قبل واشنگٹن میں سٹیٹ آف یونین ایڈریس کے موقع پر فرسٹ لیڈی لارا بش کے ساتھ اس کے مہمان خصوصی کی حیثیت سے بیٹھا تھا، نے کہا۔ چند افراد کی غلطی کی سزا پورے فلوجا کو دینا ٹھیک نہیں۔ یہ امریکی آپریشن غیر قانونی اور ناقابلِ قبول ہیں۔

فلوجا میں آپریشن Vigilant Resolve کے نتیجے میں شہریوں کی اموات میں اضافہ ہوا تو امریکہ کی قائم کی گئی سکیورٹی فورس میں شامل عراقیوں نے اس سے علیحدگی اور لاتعلقی اختیار کرنا شروع کر دی۔ ان میں سے کچھ لوگ فلوجا کا محاصرہ کرنے والی امریکی فوج کے خلاف مزاحمت کرنے والوں کے ساتھ مل گئے۔ ان دنوں سول ڈیفنس، پولیس اور دوسری نئی سکیورٹی فورسز جو امریکیوں نے قائم کی تھیں،

ان میں ہر چار میں سے کم از کم ایک آدمی الگ ہوا ہوگا۔ انتھونی شاڈیڈ کے مطابق یہ لوگ الگ ہو کر یا تو مزاحمت کاروں کے ساتھ جا ملے یا پھر کام چھوڑ کر گھر بیٹھ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب امریکہ نے عجلت میں فلوجا کا انتظام اور ذمہ داری ایک عراقی فورس کو سونپی تو 80 عدد AK-47 رائفلیں، 27 پک اپ ٹرک اور پچاس وائرلیس سیٹ، جو میرینز نے اس بریگیڈ کے حوالے کیں، وہ سب مزاحمت کاروں کے پاس پہنچ گئیں۔ اس کا اعتراف بعد میں لیفٹیننٹ جنرل جیمز کانوے نے کرتے ہوئے کہا۔ جب ہمیں فلوجا پر حملہ کرنے کا حکم ملا تو ہم نے یقینی طور پر اس نفرت اور دشمن کی شدت میں کچھ اور اضافہ کر دیا جو پہلے سے مقامی لوگوں کے دلوں میں موجود تھی۔

امریکہ اور عوام کے درمیان اعتماد اور دشمن کی بگڑتی اور ابتر حالت کے بارے میں کیمت نے کہا کہ فلوجا کو اجتماعی سزا ملنے کی بنیاد میرے خیال میں وہ دہشت گرد اور وہ بزدل ہیں، جو مساجد، اسکولوں اور ہسپتالوں میں چھپ کر پناہ لیتے ہیں اور میرینز کے حملوں کے خلاف خواتین اور بچوں کو ڈھال کے طور پر استعمال کرتے ہیں حالانکہ میرینز فلوجا کے شہریوں کو ان بزدلوں سے نجات اور آزادی دلانے کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اکثر دنیا کے لئے اگرچہ اس اجتماعی سزا کا ذمہ دار امریکہ تھا لیکن ایک عربی ضرب المثل کے مطابق اسے فلسطینیوں کے خلاف اسرائیلی پالیسی کا تسلسل قرار دیا جاتا ہے۔ عراق کے لئے اقوام متحدہ کے نمائندہ لخدار براہیمی نے کہا کہ اجتماعی سزا اور شہر کا محاصرہ دونوں ہی ناقابل قبول ہیں۔ اب ایک شہر کا آپ محاصرہ کر لیتے ہیں، پھر بمباری کرتے ہیں اور لوگ مرہم پٹی کے لئے ہسپتال بھی نہیں جا سکتے تو اپنے اس عمل کو آپ کیا نام دے سکتے ہیں۔ یہ اجتماعی سزا نہیں تو اور کیا ہے۔

فلوجا کے تقریباً آٹھ سو عراقی اس محاصرے کے نتیجے میں قتل اور ہلاک ہوئے اور ہزاروں اپنا گھر بار چھوڑ کر شہر سے نکل گئے۔ شہر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا گیا، اس کے باوجود امریکی فلوجا کی روح کچلنے اور اسے زیر کرنے میں ناکام رہے۔ عراق

PdfStuff.blogspot.com

میں امریکہ کی برتری تسلیم کرنے کے بجائے فلوجا نے عملاً ثابت کر دکھایا کہ قابضین کے خلاف گوریلا جنگ کی حکمت عملی کتنی کامیاب ہے۔ سُنی عرب کے شورش زدہ علاقے کے قلب میں واقع چھوٹا سا شہر فلوجا عراق کے دوسرے سُنی علاقوں سے بالکل منفرد اور امتیازی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔ مشرق وسطیٰ کے ایک نمائندے پیٹرک کاک برن نے اپریل کے اواخر میں اپنی ایک رپورٹ میں فلوجا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔ یہ ایک اسلامی، قبائلی اور گزشتہ دورِ حکومت سے جڑا شہر دکھائی دیتا تھا۔ گوریلوں کی تعداد تین لاکھ کے شہر میں غالباً چار سو سے زیادہ نہ تھی، لیکن گنتی کے ان چار افراد کے کیے کی سزا ایک پورے شہر کو دینا زیادتی تھی۔ یہ کوئی لینن گراڈ تو نہ تھا لیکن امریکیوں نے اپنے عمل اور نادانی سے اسے قوم پرستی اور وطن دوستی کی ایک ایسی روشن علامت بنا دیا، جو لینن گراڈ سے کسی طور کمتر نہ تھی۔

اپریل کے چند ماہ بعد فلوجا کو ایک اور محاصرے کا سامنا کرنا پڑا جس میں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ تباہی اور بربادی ہوئی اور قابض فوجوں کے خلاف نفرت میں کچھ اور شدت آ گئی۔ اس دوران امریکی افواج نے لگ بھگ سات سو فضائی حملے کیے اور فلوجا کی 39 ہزار بلڈنگوں میں سے اٹھارہ ہزار بلڈنگوں کو نقصان پہنچایا۔ ان معرکوں میں ڈیڑھ سو کے قریب امریکی فوجی مارے گئے لیکن اس کے باوجود بلیک واٹر کے چار ارکان کے قاتلوں کا کوئی سراغ نہ لگایا جا سکا۔

منتقم مزاج سیاسی حلقے اور فوجی جنتا دونوں فلوجا والوں کو ابھی اور سبق سکھانا چاہتے تھے۔ میرینز نے پُل کا نام ہی بلیک واٹر برج رکھ دیا۔ ایک صحافی جمائیل نے بعد میں لکھا کہ اپریل 2004ء میں جب شہر پر حملہ جاری تھا اور لوگ جان بچانے کے لئے شہر سے بھاگ رہے تھے اور ان کا قتل عام ہو رہا تھا تو ذرائع ابلاغ پر ان کی مسخ شدہ لاشوں کی تصویریں دیکھ کر امریکہ میں آگاہی اور ردِعمل پیدا ہو رہا تھا لیکن اس ہمدردی کا سارا فوکس اور محور زیادہ تر 31 مارچ کو پیش آنے والا واقعہ تھا، جس میں بلیک واٹر جو پیشہ ور کرائے کے قاتل زیادہ اور امریکی فوجی کم تھے، کے چار

ارکان مارے گئے تھے اور پھر ان کی لاشوں کو مشتعل ہجوم نے آگ لگا دی تھی لیکن اس کے برعکس بے گناہ اور معصوم عراقی بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی لاشوں سے کسی کو ہمدردی نہ تھی، جن میں سے اکثر کے سر ہی غائب تھے۔

PdfStuff.blogspot.com

پرنس۔ واشنگٹن میں

عراق پر حملے سے پہلے جب 'سول کنٹریکٹرز' کی اصطلاح سننے میں آئی تو فوری طور پر کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بلٹ پروف جیکٹ پہنے، رائفلوں سے لیس، جسم پر الیکٹرانک آلات سجائے فراٹے بھرتی گاڑیوں میں کسی اور ہی طرح کی مخلوق سے واسطہ پڑے گا۔ خیال تھا سول کنٹریکٹرز عام تعمیراتی ٹھیکیدار اور کارکن ہوں گے اور یہی کچھ ان لوگوں کے خاندان والوں کا حال تھا، جن کے افراد کو بھرتی کر کے عراق اور افغانستان بھجوایا گیا تھا لیکن دلچسپ بات تھی کہ اکثر گھروں میں باہمی بات چیت اور گفتگو میں جب بھی ان کا ذکر آتا تو وہ ہمیشہ اسپیشل فورسز کے حوالے سے ہوتا یا پھر کہا جاتا کہ فوج کے ساتھ خدمات انجام دے رہے تھے۔ اس پس منظر میں نام، کام اور حقیقی مالک کا تذکرہ بے معنی تھا کہ یہ عراق یا افغانستان میں وہی کام کر رہے تھے، جو ہمیشہ سے کرتے آ رہے تھے۔ مار دھاڑ اور جنگ۔ یہاں بھی وہ اپنے ملک کے لئے لڑ رہے تھے۔ ایک بلیک واٹر کے والدین، جن کا بیٹا عراق میں مارا گیا تھا، نے بتایا کہ یہ ان کے بیٹے کی وطن سے گہری محبت کا احساس اور اپنے عیسائی ہونے کا فخر تھا، جو اسے مسلمانوں سے لڑنے اور جنگ کرنے کے لئے کشاں کشاں عراق لے گیا۔ اور یہ خیال اور جذبہ اس پرائیویٹ آدمی کی پوری برادری میں موجود تھا۔ چنانچہ 31 مارچ 2004ء کو جب یہ خبریں امریکہ پہنچنا شروع ہوئیں کہ فلوجا میں چار امریکی سویلین کنٹریکٹرز پر اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا گیا ہے، تو بہت سے خاندانوں کا اس طرف دھیان ہی نہ گیا کہ قتل ہونے والے ان کے اپنے پیارے بھی ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ ان کے خیال میں ان کے پیارے سویلین نہیں، فوجی تھے۔ اوہائیو میں جیری کی ماں ڈینیکا زو کو نے ریڈیو پر خبر سنی کہ امریکی کنٹریکٹرز مارے گئے اور ٹی وی پر تصویریں آنا شروع ہوئیں تو اس نے اسی وقت بیٹے کو ای میل پر پیغام بھیجا کہ محتاط رہنا، عراق میں بھی لوگ صومالیہ کی طرح

امریکیوں کو مارنا شروع ہو گئے ہیں۔

سکاٹ کی ماں کیٹی ہالوینسٹن فلوریڈا میں گھر بیٹھی کام کر رہی تھی۔ ٹی وی چل رہا تھا۔ اس نے ذہن پر زور دیتے ہوئے بتایا کہ اچانک سی این این پر دوپہر کی خبروں نے میری توجہ مبذول کر لی اور میں نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو ٹی وی اسکرین پر ایک گاڑی شعلوں میں لپٹی نظر آئی اور میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ اوہ! خدایا!! تب ذہن میں ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہ آیا کہ میں ٹی وی پر جو تصویر دیکھ رہی ہوں، وہ میرے اپنے بیٹے سکاٹی کی دلخراش موت کا منظر ہے۔ جب نیوز ریڈر نے کنٹریکٹرز کہا تو میں نے سوچا کوئی تعمیراتی کام کرنے والے کارکن ہیں، جو پائپ لائن بچھا رہے ہیں یا کوئی اور کام کر رہے ہیں۔ میں نے چینل بدل دیا کہ یہ پاگل پن ہے۔ میں اسے مزید نہیں دیکھ سکتی اور دوبارہ اپنے کام میں لگ گئی، لیکن پھر خبروں میں سنا کہ مرنے والوں کی شناخت سکیورٹی کنٹریکٹرز کے طور پر بتائی جا رہی ہے۔ اس نے مجھے پریشان کر دیا اور میرے منہ سے نکلا۔ میرے خدایا! میرا سکاٹی بھی تو ایک سکیورٹی کنٹریکٹر ہے۔ لیکن وہ فلوجا میں تو نہیں۔ وہ تو بغداد میں پال بریمر کی حفاظت پر مامور ہے۔ اپنے دوسرے بیٹے جے سن سے رابطہ کیا تو اس نے کہا۔ مام! آپ ضرورت سے زیادہ فکر کرتی ہیں اور اس نے یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لی کہ اس کا بیٹا ابھی چند روز پہلے ہی تو بغداد پہنچا ہے، اس کا کسی مشن پر ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر وہ سہ پہر کو ایک میٹنگ میں چلی گئی اور رات سات بجے گھر لوٹی تو پیغامات وصول کرنے والی مشین پر اس کے لئے اٹھارہ نئے پیغام موجود تھے۔ پہلے چار اس کے بیٹے جے سن کی طرف سے تھے، جن میں کہا گیا تھا کہ مام! یہ بلیک واٹر تھے جن پر چھپ کر حملہ کیا گیا۔ تب اس نے بلیک واٹر کے ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کیا۔ وہاں سے جواب ملا۔ اس طرح کے تقریباً چار سو افراد کی لسٹ آئی ہے۔ چیکنگ ہو رہی ہے۔ ابھی صرف 250 نام چیک ہوئے ہیں۔ ان میں سکاٹی کا نام نہیں۔ اس کے بعد خاتون نے ہر گھنٹے بعد فون کر کے تازہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ اس دوران اس نے نقشے پر فلوجا کا محل وقوع تلاش کیا جو بغداد سے

PdfStuff.blogspot.com

زیادہ دور نہیں تھا۔ آدھی رات تک اس کی مامتا کی تڑپ، بے قراری اور محسوسات نے اسے احساس دلایا کہ اس کا بیٹا اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔ سکاٹی جب بھی کہیں باہر جاتا، اسے بڑی باقاعدگی سے فون کر کے یا ای میلز کے ذریعے اپنی خیریت سے برابر آگاہ رکھتا۔ اسے معلوم تھا کہ مام اس کی خیریت کی خبر نہ ملنے سے پریشان ہو جاتی ہے اور اب اتنی خاموشی۔ کیٹی نے مان لیا کہ وہ اب زندہ نہیں رہا۔

ایک طرف وہ خاندان، جن کے بچوں کی فلوجا سے کوئی خیر خبر نہیں مل رہی تھی، وہ صدمے اور رنج سے سکتے کی سی کیفیت سے دوچار تھے تو دوسری طرف دنیا بشمول واشنگٹن میں، اعلیٰ حکومتی عہدے دار سوچ رہے تھے کہ جنگ کو کس طرح عام لوگوں کی ذمہ داری بنا کر فلوجا میں ہلاک ہونے والے کرائے کے قاتلوں کے حصار کو مضبوطی اور استحکام عطا کیا جائے۔

1991ء کی گلف وار میں اتحادیوں کی طرف سے اتاری گئی فوج میں ہر ساٹھ افراد میں ایک کی شرح سے کرائے کا فوجی تھا۔ یہ شرح 2003ء تک بڑھ کر ہر تین میں سے ایک ہو گئی۔ ایرک پرنس کے لئے فلوجا کے قتل عام اور نجف کی لڑائی نے ایک ایسا سنہری موقع پیدا کر دیا، جس کا اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اس موقع پر ہونے والے جانی، مالی نقصان کی آڑ میں وہ اور اس کے چرب زبان ساتھی واشنگٹن کے پاور بروکرز کو اس پر قابو پانے اور کم سے کم کرنے کے لئے بلیک واٹر کی مزید خدمات اور سہولیات فراہم کرنے کے لئے سودا بازی کی بہتر پوزیشن میں آ گئے تھے کہ سینیٹرز اور کانگریس مین بھی اب مفتوحہ علاقوں میں امن و استحکام کی خاطر کرائے کے فوجیوں کی ضرورت اور اہمیت کے ساتھ ساتھ اس سے جڑے منافع کو بخوبی محسوس کرنے لگے تھے۔ عراق کی کیفیت اس وقت ایک ایسے مریض کی سی تھی، جو شدید درد اور تکلیف میں مبتلا بے چارگی اور بے بسی سے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ایسے میں بلیک واٹر کی صورت میں اسے ایک بہترین اور فوری آرام پہنچانے والی درد کش گولی کی پیشکش سے مختلف نہ تھی۔

بلیک واٹر کے لابسٹ

فلوجا میں بلیک واٹر پر حملے کے بعد ایرک پرنس کو اپنے پرانے دوست پال بی ہیرنڈس کی یاد آئی، جو ایک با اثر ری پبلکن لابنگ فرم الیگزینڈر سٹریٹجی گروپ کا حصہ دار تھا اور ایک وقت میں صدر ریگن کا معاون بھی رہ چکا تھا۔ ایرک پرنس سے اس کی بڑی پرانی سیاسی، کاروباری اور مذہبی دوستی اور سانجھے داری تھی، جس نے بلیک واٹر کو غیر معمولی فائدہ اور قوت پہنچائی۔ پال بی ہیرنڈس مئی 1998ء میں پہلی بار سرکاری طور پر بلیک واٹر کے لئے لابسٹ رجسٹرڈ ہوا اور اس نے کمپنی کی پروموشن شروع کی، جو حادثات اور قدرتی آفات میں امدادی سرگرمیوں سے لے کر خارجہ تعلقات تک کے مختلف معاملات پر محیط تھی۔ اس نے ایوانِ نمائندگان کے دو مخالف ارکان کی کوششوں کو ناکام بنا کر میوک میں بلیک واٹر کے عظیم الشان آغاز کے لئے راہ ہموار کی۔ ایرک پرنس نے جب پال بی ہیرنڈس کی لابنگ کی مدد اور تعاون سے بلیک واٹر کی 'ایمپائر' کھڑی کر لی تو تب پال بی ہیرنڈس امریکہ کی خارجہ پالیسی کے ان 'ایریاز' میں بھی گہری دلچسپی لینے لگا تھا، جو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن بننے والے تھے اور بلیک واٹر کے لئے لامحدود آمدن کا ذریعہ۔ ان میں ایک انتہائی داؤ پر لگی بڑی تیل کی سپلائی کی سکیم تھی جس کی محرک پٹرول کی بڑی اور معروف کمپنی یونوکول تھی، جو طالبان کے زیر اثر افغانستان سے پائپ لائن گزارنا چاہتی تھی۔ پال بی ہیرنڈس نے ڈیلٹا آئل کے لئے لابنگ کی جو یونوکول کی اس اسکیم میں پارٹنر تھی۔ اس نے امریکی حکومت پر زور دیا کہ افغان حکومت کو تسلیم کر لیا جائے۔ پرنس اور پال بی ہیرنڈس کا ایک سابقہ باس روہراب ایچر (ROHRAB ACHER) بھی بہت عرصے سے افغانستان کے معاملات میں دلچسپی لے رہا تھا جب وہ ریگن دور میں وائٹ ہاؤس کا 'پیچ رائٹر' ہوا کرتا تھا اور امریکہ افغان مجاہدین

PdfStuff.blogspot.com

کی روس کے خلاف بڑی سرگرم حمایت و امداد کر رہا تھا۔ اس کی امریکی حمایت یافتہ کئی افغان فریڈم فائٹرز سے یاد اللہ بھی تھی اور کانگریس مین کا باقاعدہ حلف اٹھانے سے قبل 1988ء میں خود بھی افغانستان جا کر مجاہدین کے ساتھ روس کے خلاف جنگ میں عملی حصہ لے چکا تھا۔ اس لئے یہ بات کسی طرح حیران کن نہ تھی جب بلیک واٹر 9/11 کے بعد پہلی ایک پرائیویٹ فوجی فرم کے طور پر سامنے آئی، جس کے ساتھ امریکی فوج کا افغانستان کے اندر آپریشن کرنے کے لئے معاہدہ ہوا۔

ایرک پرنس اور پال بی ہیرنڈس نے ایک طویل عرصے تک اکٹھے کرسچین فریڈم انٹرنیشنل کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بھی خدمات انجام دی تھیں، جو عیسائیت کے پرچار اور فروغ کے لئے ایک مشنری تنظیم تھی، جسے ریگن انتظامیہ نے قائم کیا اور چلا رہے تھے۔ ایران کونٹرا اسکینڈل کے کئی اہم اور بڑے کھلاڑی اس تنظیم کے ارکان تھے جو بعد میں جارج ڈبلیو بش کی انتظامیہ میں شامل رہے۔ کرسچین فریڈم انٹرنیشنل (CFI) بڑے جذباتی انداز میں بش انتظامیہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ کی حمایت کرتی تھی۔ وائٹ ہاؤس کے ساتھ عراق، افغانستان میں لڑائی بارے اگر کہیں کوئی اختلاف تھا تو صرف اس بات پر کہ مقبوضہ علاقوں میں عیسائیت کے تحفظ اور ترویج کے لئے کچھ کیوں نہیں کیا جا رہا۔

فلوجا کے وقوعے تک بہت کم لابیاں ایسی تھیں، جو الیگزینڈر سٹرتیجی جتنی موثر تھیں اور کیپٹل ہل کے اعلیٰ حلقوں میں رسائی اور اثر و نفوذ رکھتی تھیں۔ جی او پی کے ایک مرکزی کردار کی حیثیت سے اس نے ''کے سٹریٹ پراجیکٹ'' میں اپنے موکلوں سے بے پناہ سرمایہ اکٹھا کیا لیکن محض اس امر کو یقینی بنانے کے لئے کہ کانگریس میں ری پبلکن کی اکثریت قائم رہے، اس اطاعت شعاری اور خدمت کے بدلے میں ''لیڈر شپ'' نے لابسٹ کو نہ صرف پالیسی سازوں تک رسائی کی اجازت دے دی بلکہ انہیں قانون سازی کی مراعات دینے سے بھی گریز نہیں کیا اور کانگریس کے واچ ڈاگ گروپ پبلک سٹیزن کے مطابق پال بی ہیرنڈس اور اس کے ساتھیوں نے موقع ملنے پر ایرک پرنس اور بلیک واٹر کے لئے کام کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ وہ

جو چاہتے اور جس طرح چاہتے، انہیں بلیک واٹر کی تصویر ''پینٹ'' کرنے کی پوری آزادی تھی۔

فلوجا کے سانحے کے ایک ہفتہ بعد ایرک پرنس سینٹ کی آرمڈ سروسز کمیٹی کے چار سینئر ارکان کے ساتھ بیٹھا تھا، جن میں کمیٹی کا چیئرمین جان وارنر بھی تھا۔ سینیٹر رکسان تورم نے اس میٹنگ کا اہتمام کیا تھا۔ بعد ازاں ایرک پرنس اور اس کے ساتھیوں کی دوسرے با اثر پالیسی ساز ارکان اور کلیدی عہدے داروں کے ساتھ بھی میٹنگیں ہوئیں۔ ان میں کیا بات چیت ہوئی، طرفین میں سے کسی نے اس بارے کبھی زبان نہیں کھولی، تاہم اتنا سمجھ لینا مشکل نہ تھا کہ اب کمپنی کی قسمت کا ستارا چمکنے والا ہے اور واقعی جلد ہی بلیک واٹر کو امریکی قوانین میں ضروری رد و بدل کر کے اسے ایک صنعت کا درجہ اور حیثیت مل گئی۔ جون 2007ء میں بلیک واٹر کا ایک انتہائی مہنگا کنٹریکٹ انٹرنیشنل سکیورٹی کنٹریکٹ دیا گیا، جس کے تحت اسے سفارت کاروں اور اہم اداروں کی حفاظت کا فرض انجام دینا تھا۔ مزید برآں اس کے ساتھ ہی پال بریمر نے بلیک واٹر کو خود اپنی حفاظت کی خاطر عراق میں آپریشنز کے دوران ہر طرح کی جوابدہی سے استثنا دے دیا۔ جب بلیک واٹر کی انتظامیہ کیپٹل ہل میں جی او پی کے نمایاں افراد پر کام کر رہی تھی، دوسرے ارکان کانگریس میں یہ سوال اٹھا رہے تھے کہ بلیک واٹر آخر عراق میں کیا کر رہے ہیں۔ تب تک فلوجا کا تذکرہ سننے میں نہیں آیا تھا۔ اس سانحے کے سات دن بعد تیرہ ڈیموکریٹک سینیٹرز نے رہوڈز آئی لینڈ کے جیک ریڈ کی سربراہی میں ڈونلڈ ریمز فیلڈ کو لکھا کہ پینٹاگان عراق میں پرائیویٹ طور پر مسلح غیر امریکی افراد کی مکمل فہرست پیش کرے، جو وہاں مختلف شعبوں میں فرائض انجام دے رہے ہیں۔ خط میں خدشہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ سکیورٹی کنٹریکٹرز جس طرح مسلح ہیں اور جس انداز سے کارروائی کرتے ہیں، اس کی وجہ سے ان میں اور باقاعدہ امریکی فوجیوں بالخصوص سپیشل آپریشنز فورسز میں فرق اور تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ پرائیویٹ سکیورٹی کمپنیاں ملٹری کنٹرول میں نہیں اور نہ مسلح افواج کے افراد پر لاگو ہونے والے قواعد و ضوابط ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ کسی بھی

PdfStuff.blogspot.com

پرائیویٹ آرمی کو یوں بے لگام حکومتی اور فوجی کنٹرول اور کمانڈ سے ماورا کام کرنے کی اجازت دینا اور انہیں صرف ان افراد کے سامنے جواب دہ بنانا، جو ان کو تنخواہ دیتے ہیں، ایک بڑی مثال ہو گی۔ سینیٹرز نے کہا کہ دشمن سرزمین اور ناموافق حالات میں سکیورٹی خالصتاً کلاسک ملٹری مشن ہے۔ اسے پرائیویٹ کنٹریکٹرز کے سپرد کر دینے سے سنجیدہ سوالات اور خدشات جنم لیتے ہیں۔ ریمز فیلڈ نے اس خط کا کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اس کے بجائے عراق کی تعمیر نو نے کرائے کے سپاہیوں کے آگے بندھا بند کھول دیا اور بلیک واٹر جیسی کمپنیوں کی بن آئی اور کرائے کے سپاہیوں کے ساتھ کنٹریکٹ کی بھرمار ہو گئی۔ نیو یارک ٹائمز نے لکھا۔ خوفناک شورش اور اربوں ڈالر کی امدادی رقم نے وار زون میں مارکیٹ کی منہ زور قوتوں کی مداخلت ناگزیر بنا دی اور نتیجہ یہ کہ نت نئی سکیورٹی کمپنیاں مہنگے اور طویل مدتی کنٹریکٹ حاصل کرنے کی خاطر بڑے جارحانہ انداز میں ایک دوسرے کے مقابل آ گئیں۔

فلوجا کے سانحے کے پندرہ دن بعد بلیک واٹر نے میوک میں ایک نئے عظیم الشان بلاک کا آغاز کیا۔ یہ 64 ہزار مربع فٹ رقبے پر پھیلی ایڈمنسٹریٹو بلڈنگ تھی، جو ابتدائی نقشے میں تجویز کی گئی عمارت سے دُگنے رقبے پر قائم ہونی تھی۔ یہ بلیک واٹر کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ چھ سال قبل مقامی حکومت کے اعتراضات اور اس منصوبے کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے اس کی تعمیر کھٹائی میں پڑی ہوئی تھی۔ فلوجا کے واقعے کے بعد کے دنوں میں کاؤنٹی کے حکام نے بلیک واٹر کے اس منصوبے میں توسیع کے لئے اپنے مقامی قوانین اور ضابطوں میں ترمیم کی۔ اس نئے اجازت نامے کے ساتھ ہی بلیک واٹر کو علاقے میں ایسی رینجز اور چھاتہ بردار زون قائم کرنے کی چھوٹ دے دی گئی جہاں اس کے ارکان ہر قسم کے روایتی اور جدید اسلحہ کے استعمال، دھماکہ خیز مواد کے ساتھ تربیت حاصل کرنے اور دست بدست لڑائی کی تربیت حاصل کر سکتے تھے۔ کمپنی کے صدر گیری جیکسن نے کہا۔ یہ ہمارا انٹرنیشنل ہیڈ کوارٹر ہو گا۔

اس دوران بلیک واٹر نے ایک پریس ریلیز جاری کی جس میں بلیک واٹر کے

زیر اہتمام یرغمالیوں کو چھڑانے، خودکش حملہ آوروں سے نمٹنے، ان کی شناخت اور نامساعد حالات اور حادثات کی صورت میں خود کو زندہ رکھنے جیسے اہم موضوعات پر ورکشاپس اور سیمینار کرانے کا اعلان کیا گیا تھا جو اپنی نوعیت کی پہلی اور منفرد کوشش تھی۔ ایک سیمینار میں ریٹائرڈ لیفٹیننٹ کرنل ڈیوڈ گراس مین نے ایک ہوٹل کے بال روم میں اسٹیج پر ٹہل ٹہل کر حاضرین سے خطاب کیا اور کہا۔ اسکولوں پر القاعدہ کے حملوں کی صورت میں ایک نیا دورِ جاہلیت آنے والا ہے۔ برے لوگ اسلحہ اور خودکش بمباروں کی شکل میں آ رہے ہیں۔ یہ ایک ہی دن میں ہمارا طرزِ زندگی تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ اس نے کہا دنیا بھیڑوں سے بھری ہوتی ہے اور یہ بلیک واٹر کے سیمینار میں اکٹھے ہونے والے جنگجوؤں کا فرض ہے کہ وہ ان بھیڑوں کو بھیڑیوں سے بچائیں۔ اپنے اندر جنگجو جیسا جذبہ پیدا کرو۔ ہمیں بہادر جنگجو لوگ چاہئیں، جو صرف ایک بات پر ایمان رکھتے ہوں۔ دشمن کو قتل کر دو۔

امریکہ کی موجودہ تاریخ میں جے کوفر بلیک جاسوسی کی دنیا کا ایک اہم اور معروف کردار ہے۔ 9/11 کے بعد کے دنوں میں سی آئی اے کے انسداد دہشت گردی ڈویژن کا سربراہ بھی رہا۔ اس نے انہی دنوں وائس چیئرمین کی حیثیت سے بلیک واٹر میں شمولیت اختیار کی۔ یہ ان سابق اعلیٰ افسران میں سے ایک تھا، جن کی خدمات کمپنی نے بلیک واٹر کے استحکام اور توسیع کے لئے حاصل کیں اور ان کے تجربے، اثر و رسوخ اور شہرت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ بلیک واٹر نے نہ صرف اپنی تنظیم میں عظیم الشان توسیع کی بلکہ کرائے کے فوجیوں کی بھرتی کو ایک باقاعدہ صنعت اور تجارت کا درجہ دینے کا سبب بھی بنی۔

مقبوضہ علاقوں میں قتل و غارت گری کے واقعات اور مار دھاڑ میں اضافہ ہوا تو بلیک واٹر نے اپنا کاروبار بڑھانے کی خاطر با اثر اور مؤثر اور طاقت ور لابیوں کی خدمات حاصل کیں تو دوسری طرف کیلی فورنیا میں قائم سٹیل فاؤنڈیشن، جو عراق میں سب سے پہلے بھجوائی جانے والی پرائیویٹ سکیورٹی کمپنی تھی، اس نے 13 اپریل 2004ء کو تنازعہ بلقان کے اہم کردار اور سابق سفیر رابرٹ فروِک کی خدمات

PdfStuff.blogspot.com

حاصل کیں کہ واشنگٹن میں حکومت کے ساتھ تعلقات کی بہتری کے لئے مدد کرے۔
انہی دنوں سینیٹر وارنر نے نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ میرے نزدیک بلیک واٹر اس جنگ میں ہمارے خاموش ساتھی ہیں۔ نیویارک ٹائمز ہی کی اطلاع تھی کہ سینئر فوجی افسر شاکی ہیں کہ پانچ سے پندرہ سو ڈالر روزانہ کی کشش نے ان کے بہت سے انتہائی قابل اور تربیت یافتہ افسروں کو ان سے چھین لیا ہے۔

عراق میں صورتِ حال ہر گزرنے والے دن کے ساتھ خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی تھی۔ 13 اپریل کی اپنی رپورٹ میں بغداد سے برطانوی نمائندے رابرٹ فسک اور پیٹرک کاک نے لکھا۔

''کم از کم 80 غیر ملکی کرائے کے قاتل فوجی، جن کو یورپ، امریکہ اور جنوبی افریقہ سے بھرتی کر کے لایا گیا، عراق میں گزشتہ آٹھ دنوں میں مارے گئے۔ وہ مختلف امریکی کمپنیوں کے لئے کام کر رہے تھے۔''

قتل و غارت اور تشدد نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، جس کی وجہ سے ملک میں تعمیر نو کا بہت سا کام ٹھپ ہو کر رہ گیا تھا اور کنٹریکٹرز نمایاں تعداد میں اغوا اور قتل ہو رہے تھے۔ 31 مارچ کے بلیک واٹر کے واقعے کے بعد کے مہینے میں بے شمار غیر ملکی کنٹریکٹرز اغواء کئے گئے۔ غیر ملکی کنٹریکٹرز کو نشانہ بنانے کی وجہ سے دنیا میں عراق پر واشنگٹن کے قبضے کے حق میں آوازیں اُٹھنے لگیں اور اسے عراق کی تعمیر نو کے کاموں میں ان کا تاوان اور حمایت حاصل ہوئی۔ امدادی کارکن، صحافی امریکی فوج کے خلاف لڑنے والے مزاحمت کاروں کے لئے فنڈز کی فراہمی کا اہم ذریعہ تھے۔ امریکی قانون میں اگرچہ کسی طرح کا تعاون ادا کرنے کی گنجائش موجود نہیں لیکن امریکی حکومت کی ہی ایک مصدقہ رپورٹ کے مطابق عراق میں مزاحمت کار امریکی حکومت سے 36 ملین ڈالر سالانہ تاوان کے ضمن میں وصول کرتے رہے۔ اپریل 2004ء میں روس نے عراق سے اپنے آٹھ سو کے قریب شہری کارکن عراق سے واپس بلوا لئے اور جرمنی نے اس کی پیروی کی جبکہ ایک اعلیٰ عراقی افسر کے مطابق اس ماہ میں پندرہ سو سے زائد غیر ملکی کنٹریکٹرز نے عراق کو

خیر باد کہا۔ جبکہ امریکہ نے زیادہ سے زیادہ کمپنیوں کو کاروبار اور سرمایہ کاری کی خاطر عراق کے اکھاڑے میں اتارنے کے لئے دس بلین ڈالر کے نئے ٹھیکے دیئے۔ عراق اور افغانستان میں کاروباری اداروں اور کمپنیوں کو سرمایہ کاری کی ترغیب دلانے کی خاطر دبئی اور فلاڈلفیا میں عالمی کانفرنسیں کرائی گئیں اور مفتوحہ علاقوں میں کاروبار کے سینکڑوں نئے گوشے اور کاروبار سامنے آئے۔ دبئی کانفرنس، جو فلوجا کے واقعے کے تین ہفتے بعد ہوئی تھی، ایک مقامی اخبار نے اس کے بارے سرخی جمائی۔ ''عراق میں چھوٹے ٹھیکے لے کر لاکھوں ڈالر کمانے کا سنہری موقع۔''

عراق میں یقیناً زندگی بھر کے لئے کمائی کے شاندار مواقع موجود تھے لیکن یہاں کی دولت سے فائدہ اٹھانے کے لئے خود اپنی سکیورٹی اوّلین ضرورت تھی، جس سے کرائے کے فوجیوں کے نرخوں میں بھی آئے روز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ جو کمپنی عراق میں سرمایہ کاری میں دلچسپی رکھتی، اسے بریفنگ کے موقع پر کرائے کے فوجی بھرتی اور فراہم کرنے والی کمپنیوں کی فہرست بھی فراہم کی جاتی تھی۔

ابتداء میں خیال تھا کہ اتحادی فورسز اندرونی سکیورٹی میں بھی ہاتھ بٹائیں گی، لیکن بڑھتی ہوئی شورش، ہنگاموں اور امن و امان کی زوال پذیر مایوس کن صورت حال سے پرائیویٹ سکیورٹی کنٹریکٹرز کی مانگ میں اضافہ ہو گیا۔ ابتداء میں تعمیراتی بجٹ میں سکیورٹی کی مد میں مختص کیا گیا حصہ کا تخمینہ صرف دس فیصد ہوتا تھا، جو بعد میں بڑھا کر 25 فیصد تک پہنچ گیا۔ خود امریکی فوج بھی سکیورٹی گارڈ کی طلب اور مانگ میں اضافہ کا سبب ٹھہری کہ فوج نے اپنی بہت سی ذمہ داریاں، جو ماضی میں وہ خود انجام دیتی چلی آ رہی تھی، اب نقد ادائیگی کر کے باہر سے حاصل کرنے لگی جن کو ان خدمات کی انجام دہی کے لئے خود اپنی حفاظت اور سکیورٹی کی ضرورت تھی۔ خوراک، ایندھن، پانی، سپاہیوں کے لئے رہائش جیسی بنیادی سہولیات کی فراہمی کے لئے بھی پرائیویٹ کنٹریکٹرز پر انحصار بڑھ گیا، جس سے قابضین کے لئے عراق میں ان کنٹریکٹرز اور کمپنیوں کا تعاون اور موجودگی ناگزیر ہو گئی۔ انتظامیہ نے بھی اس طرزِ عمل کی خوب حوصلہ افزائی کی اور کرائے کے ان قاتلوں کی صنعت کو بڑھاوا

PdfStuff.blogspot.com

دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

جب ہالی برٹن کی ٹیم پائپ لائنوں کی تعمیر نو کے لئے عراق آئی تو اس کی حفاظت کے لئے فوج کا کور موجود تھا لیکن اب بقول فارچون میگزین، انہیں پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی سکیورٹی کی ضرورت لاحق ہے اور بڑی کمپنیاں بیچٹل اور ہالی برٹن جیسے اپنے کارکنوں کی حفاظت اور سلامتی کے لئے لاکھوں ڈالر خرچ کرتی ہیں۔ خصوصی بکتر بند گاڑیوں میں نقل وحرکت پر ایک لاکھ ڈالر فی گاڑی خرچہ اُٹھتا ہے اور مسلح گارڈ ایک ہزار ڈالر روزانہ میں پڑتا ہے۔ یوں حکومتی بجٹ کا ایک بڑا حصہ سکیورٹی کے ان انتظامات پر اٹھ جاتا ہے اور تعمیراتی کام کے لئے بہت کم رقم بچتی ہے۔ فلوجا اور نجف کے واقعات کے بعد عراق پر قبضہ برقرار رکھنے کے لئے کرائے کے قاتلوں کی ضرورت اور اہمیت کچھ اور بڑھ گئی کہ وار زون کے شورش زدہ علاقے میں کسی وقت بھی کسی جگہ محاذ کھل سکتا تھا۔ عراق پر قبضے کے ایک سال بعد ہی پرائیویٹ کنٹریکٹرز میں خاصا اضافہ ہوا۔ گلوبل رسک سٹریٹجی جو عراق پہنچنے والی پہلی کرائے کے فوجی مہیا کرنے والی کمپنی تھی، ابتداء میں یہ صرف 90 افراد پر مشتمل تھی، جن کی تعداد بعد میں بڑھ کر پندرہ سو ہوگئی۔ سٹیل فاؤنڈیشن کے پچاس افراد تھے، وہ پانچ سو ہو گئے اور جس پر ایرینی (ERINY) ایک غیر معروف کمپنی نے ترقی کرتے ہوئے اپنے ہاں چار ہزار عراقیوں کو بطور پرائیویٹ فوجی بھرتی کیا۔ پھر امریکہ کی معروف انجینئرنگ کمپنی گلوبل انجینئرنگ ہے، اسے عراق میں دو بلین ڈالر کا ٹھیکہ ملا تو اس کی افرادی قوت ساڑھے تین سو افراد تھی۔ ان کی حفاظت کے لئے کمپنی کو تقریباً سات سو تنخواہ دار سکیورٹی گارڈ رکھنے پڑے۔ بڑھتی ہوئی مانگ پوری کرنے کے لئے کمپنیاں ہر اس شخص کو بھرتی کر لیتی ہیں، جو ان تک پہنچتا ہے۔ ان میں کچھ سپیشل فورسز کے افراد ہوتے ہیں، کچھ عام، کچھ اچھے اور کچھ برے بھی آ جاتے ہیں۔

فلوجا اور نجف کے واقعات کے بعد اکثر کمپنیوں نے ایک دوسرے کے ساتھ اشتراکِ عمل شروع کر دیا اور آپس میں ضروری انٹیلی جنس معلومات کا تبادلہ ہونے

لگا۔ یوں ایک بڑی سکیورٹی تنظیم معرضِ وجود میں آنے لگی۔ کرائے کے قاتلوں کا یہ تجربہ جو عراق کی لیبارٹری میں ہو رہا تھا، بتدریج خود اپنے لئے بلائے جان ثابت ہونے لگا۔ بلیک واٹر کے ارکان اپنے جسم پر طرح طرح کا اسلحہ لٹکائے اور الیکٹرانک آلات سجائے بغداد کی گلیوں میں دندناتے پھرتے اور راستے میں آنے والوں کو دھکے اور مکے مار کر ہٹاتے جاتے اور مقابلے کی صورت میں بے دھڑک گولی مار دیتے۔ ایک برطانوی سکیورٹی فرم کے ارکان راہ چلتی گاڑیوں پر فائرنگ کھول دیتے اور جب اس کی شکایات بڑھیں تو سینیٹر جان کیری، ایڈورڈ کینیڈی، ہیلری کلنٹن، کرسٹوفر ڈوڈا اور چارلس شومر نے سیکرٹری دفاع ریمز فیلڈ سے شکایت کر کے اس کی باقاعدہ تحقیقات کا مطالبہ کیا اور ثبوت میں خود تنظیم کے ایک رکن کی تیار کردہ وڈیو پیش کی، جس میں ہائی وے پر جاتی گاڑیوں پر سکیورٹی گارڈ مشین گن سے فائرنگ کرتے نظر آ رہے تھے۔

2004ء کے موسم گرما میں بلیک واٹر کے مزید ارکان پر حملہ ہو گیا کہ حالات برابر بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔ یہ ارکان جون میں اپنے مشن پر بغداد ایئرپورٹ کی طرف اپنی گاڑیوں میں جا رہے تھے کہ مزاحمت کاران کے پیچھے لگ گئے۔ آگے پیچھے دو گاڑیاں تھیں، جن میں خود کار اسلحہ سے مسلح افراد موجود تھے۔ بلیک واٹر کے ارکان جو پولینڈ کی گوریلا فورس سے متعلق تھے، چار لین کی موٹروے پر پوری رفتار سے جا رہے تھے کہ پیچھے آنے والی مزاحمت کاروں کی پہلی گاڑی سے راکٹ گرینیڈ فائر ہوا جو سیدھا پٹرول کی ٹینکی میں آ کر لگا اور گاڑی شعلوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ پچھلی گاڑی کمک لئے ہوئے تھی۔ زوردار مقابلہ ہوا تاہم دو پولش کنٹریکٹرز ٹرک کے دوسری طرف اُتر کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے، دو مارے گئے۔ یہ حملہ بغداد کی گرین زون سے ایئرپورٹ جانے والی قرمزی سڑک پر ہوا تھا اور اس سے بلیک واٹر ایک مرتبہ پھر اخبارات کی شہ سرخیوں کا موضوع بن گئی۔ نیویارک ٹائمز نے لکھا۔ عراق پر قبضے کے ایک سال بعد بھی بغداد ایئرپورٹ سے بغداد شہر آنے والی مرکزی شاہراہ کو محفوظ نہیں بنایا جا سکے تو ان حالات میں آپ

PdfStuff.blogspot.com

یہاں تعمیر نو کا کیا کام انجام دیں گے۔

پال بریمر عراقیوں کو مقامی طور پر خود مختاری دینے کے اعلان کردہ شیڈول سے دو دن پہلے ہی 28 جون 2004ء کو عراق سے اچانک چوری چھپے نکل بھاگا۔ اس سے پہلے اپنے عراقی اتحادیوں کو الوداع کہنے لگا، تو اس کے سکیورٹی انچارج نے متعلقہ حکام پر زور دیا کہ گورنر کو بھرپور سکیورٹی فراہم کی جائے۔ اس نے سترہ سے زائد بکتر بند گاڑیاں منگوائیں جنہوں نے کانوائے کے راستے کو محفوظ بنانا تھا۔ بلیک واٹر کے تینوں ہیلی کاپٹرز طلب کر لئے گئے جو گاڑیوں کے قافلے کے ساتھ ساتھ فضا میں اُڑتے۔ مزید براں فوج سے دو اپاچی ہیلی کاپٹر مسلح فوجی عملے سمیت منگوائے گئے۔ اس کے باوجود ان انتظامات کو ناکامی جان کر ایف۔سولہ لڑاکا طیاروں کو بھی گورنر کے قافلے کی حفاظت کے لئے اوپر فضا میں موجود رہنے کا حکم ملا۔

ڈیتھ اسکواڈ اور اِل سلواڈور آپشن

28 جون 2004ء کو جب پال بریمر اچانک بغداد سے رخصت ہوا تو پورا ملک افراتفری، بے یقینی اور انتشار کی لپیٹ میں تھا، لیکن وائٹ ہاؤس کو اس کی فکر نہ تھی کہ اس کے نزدیک یہ نیا آزاد اور خود مختار عراق تھا۔

پال بریمر کے دمِ رخصت عراق کی صورتِ حال کتنی غیر مستحکم اور خراب تھی، اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ پال بریمر کو بغداد سے صحیح سالم نکلنے کے لئے دو مختلف طیاروں میں سفر کرنے کا ڈھونگ رچانا پڑا۔ ذرائع ابلاغ کو دکھانے اور تصاویر بنوانے کے لئے پہلے ایک طیارے میں سفر کیا، پھر اس سے اتر کر خاموشی سے ایک خفیہ پرواز سے عراق سے نکل گیا۔

صدر ڈبلیو جارج بش کی طرف سے عراقیوں کو ان کی آزادی اور خود مختاری واپس کرنے کا اعلان ایک طرح سے امریکی حکام کے لئے اس امر کی گنجائش پیدا کرنا تھا کہ حالات کنٹرول سے باہر ہونے کی صورت میں بغداد کی کٹھ پتلی حکومت کو اس سب کے لئے موردِ الزام ٹھہرا سکیں۔

ہر گزرتے دن کے ساتھ امریکہ کے خلاف حملوں میں شدت آتی جا رہی تھی اور ملک میں مزید کرائے کے قاتل بھرتی کر کے لائے جا رہے تھے، جنہیں اب سرکاری طور پر جوابدہی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ وہ اپنے کسی فعل اور عمل کے لئے اپنی ایجنسی کے سوا اور کسی اتھارٹی یا عدالت کے سامنے جواب دہ نہیں تھے۔ دریں اثنا عراق میں مزاحمتی گروپ بھی تیار ہونا شروع ہو گئے اور امریکی قبضے کے خلاف مسلح جدوجہد کی باتیں ہونے لگیں۔ ان تیاریوں کے درمیان پال بریمر کا جانشین جان نیگروپونٹے بغداد میں اُترا۔

جان نیگروپونٹے کے لئے خون خرابہ اور ڈیتھ اسکواڈ طرز کے آپریشن کوئی نئی

PdfStuff.blogspot.com

بات نہ تھی۔ اسے اس وقت کی ویت نام کی جنگ میں خاصا تجربہ تھا، جب وہ ہنری کسنجر کی ماتحتی میں کام کر رہا تھا۔ 1981ء میں نیگروپونٹے ریگن انتظامیہ کا ایک اہم رکن تھا۔ وسطی امریکہ میں جب وہ لاطینی امریکہ کے دوسرے بڑے سفارت خانے اور سی آئی اے کے سب سے بڑے اسٹیشن کا انچارج ہوا کرتا تھا تو اس نے ڈیتھ اسکواڈز کی سرپرستی کر کے اسے خوب بڑھاوا دیا۔

اپنی سفارت کے دوران اس نے ہنڈراس کی حکمران جنتا اور نکاراگوا میں کونٹرا کے ڈیتھ اسکواڈ کے لئے واشنگٹن کی خفیہ امداد اور تعاون سے بڑا کام کیا۔ اپنی خونخوار اور قاتل بٹالین 316 کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے پونٹے جو رپورٹیں تیار کروا کر واشنگٹن بھجواتا، اس کے بارے میں ہنڈراس میں اس کے ماتحت کام کرنے والے امریکی حکام کا کہنا ہے کہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی انسانی حقوق سے متعلق رپورٹیں اس طرح تیار کی جاتیں، جو بڑی حد تک ناروے کی صورت حال سے ملتی جلتی۔ یعنی سب اچھا۔

ان رپورٹوں میں ہنڈراس میں موجود حقیقی صورتِ حال کا کہیں ہلکا سا بھی شائبہ نہ ہوتا۔ پونٹے کے بعد ہنڈراس میں آنے والے نئے امریکی سفیر نے نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ پونٹے کو اغواء، تشدد اور ہنڈراس کے بدنامِ زمانہ یونٹوں کے ہاتھوں قتل و غارت کی رپورٹیں بھجوانے کی حوصلہ شکنی کرتا تھا۔ اس نے نیگروپونٹے کو بدعنوانی اور انسانی حقوق کی پامالی میں طاق قرار دیا اور اس نے اختیارات سے تجاوز کر کے اور بدعنوانی کی رپورٹوں اور سرگرمیوں کو روکنے کی کوشش کر کے ثابت کیا کہ وہ کانگریس سے مخلص نہیں اور حقائق چھپا کر اسے اندھیرے میں رکھنا چاہتا ہے۔ وال اسٹریٹ جرنل کی رپورٹ تھی کہ ہنڈراس میں نیگروپونٹے اپنے اثر و رسوخ کے حوالے سے ملک کے صدر پر بھی بھاری تھا۔ اس کا واحد حریف اگر کوئی تھا تو وہ ہنڈراس فوج کا چیف تھا۔

1980ء کے اوائل میں وہ اس قدر با اثر تھا کہ اسے سفیر امریکہ کے بجائے پروکونسل کے نام سے یاد کیا جاتا۔ یہ خطاب نو آبادیاتی دور میں سب سے طاقت ور

ایڈمنسٹریٹر کے لئے مخصوص تھا۔ جرنل نے اپنی ایک اسٹوری میں لکھا، جو نیگروپونٹے کی عراق کے لئے نامزدگی کے تھوڑے دن بعد چھپی کہ اب بش نے اسے عراق میں ہنڈراس والا کردار ادا کرنے کے لئے منتخب کر لیا ہے۔ ستم ظریفی دیکھئے کہ اپریل 2004ء میں نیگروپونٹے کی بطور سفیر عراق تعیناتی ہوئی اور اس کے چند دن بعد ہی ہنڈراس سرکار نے عراق سے اپنے 370 فوجی واپس بلانے کا اعلان کر دیا۔

جان نیگروپونٹے کے خلاف قتل، اغواء اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے واضح دستاویزی ثبوت موجود ہونے کے باوجود عراق میں اس کی سفارت کی توثیق کر دی گئی اور سینٹ نے 6 مئی 2004ء کو تین کے مقابلے میں 96 ووٹوں سے اس کی منظوری دے دی۔

سینیٹر ٹام ہارکن، جس نے کانگریس مین کے طور پر 1980ء میں نیگروپونٹے کی وسطی امریکہ میں پراسرار سرگرمیوں کی تحقیقات انجام دی تھیں، اس تقرر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ کاش! میں نیگروپونٹے کی تقرری کو روکنے کے لئے ووٹ دینے کے علاوہ کچھ اور بھی کر سکتا۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک ایسا آدمی، جس نے وسطی امریکہ میں سینکڑوں آدمی دن دہاڑے گھروں سے اُٹھوا کر غائب کر دیئے، وہ کس طرح آگے آ گیا ہے۔ اس نے واشنگٹن کو جھوٹی من گھڑت رپورٹیں بھجوائیں اور حقائق کو چھپایا۔ اور اب وہی شخص موجودہ حالات میں عراق میں ہمارا نمائندہ بن کر جا رہا ہے۔

جان نیگروپونٹے نے جون میں بغداد میں قدم رکھا۔ بلیک واٹر کے ارکان اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اس نے آتے ہی دنیا میں سب سے بڑے امریکی سفارت خانے کی تعمیر و توسیع کا کام شروع کر دیا، جہاں 37 سو ارکان تھے اور ان میں سے 25 سو سیکورٹی کے ارکان تھے۔ یہ تعداد میرینز کی ایک مکمل رجمنٹ سے کچھ ہی کم تھی۔

بغداد ایمبیسی میں سی آئی اے کے پانچ سو ارکان کام کرتے تھے۔ انہی دنوں

PdfStuff.blogspot.com

بلیک واٹر کو سینکڑوں ڈالر کا مالیتی سفارتی سکیورٹی کنٹریکٹ بھی دے دیا گیا۔ ان دنوں بلیک واٹر کے ساتھ ساتھ اور کئی امریکی، پرائیویٹ سکیورٹی ایجنسیاں بھی عراق میں نمایاں ہو رہی تھیں۔ چونکہ مقبوضین کی طرف سے کرائے کے فوجیوں کی خدمات حاصل کرنے کے علاوہ تعمیر نو کی صنعت میں بھی ان کی کھپت اور ڈیمانڈ بڑھ رہی تھی اور شیعہ سُنی شورش کے آغاز کے بعد کئی گروپوں نے اپنے مسلح فوجی دستے بنا کر ملک بھر میں سرگرمیاں شروع کر دی تھیں۔

نیگروپونٹے کی عراق میں آمد کے چھ ماہ بعد 8 جنوری 2005ء کو نیوز ویک نے خبر دی کہ امریکہ عراق میں شورش کو دبانے اور کچلنے کے لئے نئی حکمت عملی پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے اور دو عشرے پہلے کا پونٹے کا قدیمی طریقہ کار آزمانا چاہتا ہے، جو سلواڈور آپشن کے نام سے معروف ہے۔

یہ حکمت عملی واشنگٹن میں ریگن انتظامیہ کی 1980ء کے شروع میں ال سلواڈور کے بائیں بازو کی گوریلا شورش کچلنے کے لئے اختیار کی گئی تھی۔ اس کے تحت امریکہ اور نیگروپونٹے نے ال سلواڈور میں کیا کیا گل کھلائے، اس کی بہت سی تفصیلات تا حال منظر عام پر نہیں آئیں۔ تب سلواڈور کے باغیوں کے مقابلے میں امریکہ نے ہارتی ہوئی جنگ میں قوم پرستوں کی امداد کی تھی اور انہیں خفیہ طور پر سرمایہ فراہم کیا تھا اور مبینہ طور پر مسلح فوجی دستے تیار کئے تھے، جن کو یہ ہدایات تھیں کہ باغی لیڈروں کو تلاش کریں اور انہیں اور ان کی حمایت کرنے والوں کو خفیہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیں۔ اس نظریئے کے مطابق لگتا تھا کہ امریکہ، عراق میں ڈیتھ اسکواڈ کو غیر ملکی قبضے کے خلاف مقامی شورش کو کچلنے کے ساتھ ساتھ خفیہ طور پر ڈالر پھیلا کر مزاحمتی گروپوں کو باہم لڑانے اور فرقہ واریت کو ہوا دینا چاہتا ہے۔

ریمز فیلڈ نے نیوز ویک کی اس رپورٹ کو واہیات، بکواس قرار دیا اور ساتھ میں یہ اعتراف بھی کیا کہ میں نے رپورٹ نہیں پڑھی، جو زمین پر حالات کی ایک دوسری ہی تصویر پیش کرتی ہے۔

فروری 2005ء تک وال اسٹریٹ جرنل نے بغداد سے خبر دی کہ 57 ہزار کے

قریب عراقی فوجی مجوزہ دستوں میں کام کر رہے تھے، جو اس موسمِ گرما میں امریکی اور عراقی کمانڈروں کی زیرنگرانی بڑی احتیاط اور محنت سے تیار کئے گئے تھے۔ دوسری طرف اس دوران مختلف ملیشیا گروپ منظر عام پر آ گئے جن کی سرپرستی اور قیادت عراقی کابینہ کے مختلف ارکان اور قبائلی شیخ کر رہے تھے۔

بغداد کے محافظ، سپیشل پولیس کمانڈوز اور عمارہ بریگیڈ کے مختلف ناموں سے کام کرنے والے ان گروپوں میں سے اکثر نہ صرف عراقی حکومت کے حمایت یافتہ تھے بلکہ حکومتی فنڈ اور سہولیات اور مراعات سے بھی باقاعدہ استفادہ کرتے۔ کچھ امریکیوں نے عراق میں ان مسلح فوجی گروپوں کی موجودگی کو شورش سے نمٹنے کے لئے خوش آئند قرار دیا جبکہ کچھ لوگوں کو تشویش تھی کہ اس سے معاملات آگے چل کر خراب ہو سکتے ہیں۔

وال اسٹریٹ جرنل نے اپنی رپورٹ میں چھ ایسے ملیشیا گروپوں کی نشاندہی کی، جن میں سے ہر ایک کے پاس کئی ہزار فوجی تھے اور جن کے پاس راکٹ، گرینیڈ، لانچر، ماسٹرز ٹیوبز اور کئی قسم کا اسلحہ بارود بڑی وافر مقدار میں موجود تھا۔

بغداد آنے کے بعد پونٹے کی امریکہ اور کئی دوسرے پرانے افسروں سے بھی ملاقات ہو گئی، جو وسطی امریکہ میں اپنے جنگی جرائم اور غلط کارروائیوں کے لئے امریکی افواج کے مانے جانے نام تھے۔ ان میں پال بریمر کا سابق ڈپٹی جیمز شیل بھی موجود تھا جو پونٹے کے ساتھ ان چند کلیدی افسروں میں شامل تھا، جنہوں نے 1980ء میں ال سلواڈور کے خلاف واشنگٹن کی بہیمانہ اینٹی شورش مہم میں بھرپور حصہ لیا تھا۔

ایک صحافی پیٹر یاس نے اس وقت نیویارک ٹائمز میگزین میں لکھا کہ عراق کے لئے آج نمونہ ویت نام نہیں جس کے ساتھ اس کا اکثر موازنہ کیا جاتا ہے، بلکہ ال سلواڈور ہے، جہاں دائیں بازو کی ایک حکومت نے امریکی آشیرباد اور سرپرستی میں بائیں بازو کی شورش کے خلاف بارہ سالہ طویل جنگ لڑی، جو 1980ء میں شروع ہوئی اور جس میں بے انتہا جانی، مالی نقصان ہوا اور لاتعداد افراد لاپتہ ہوئے۔

PdfStuff.blogspot.com

اس جنگ میں ایک ایسے ملک کے ستر ہزار کے لگ بھگ لوگ مارے گئے جس کی کل آبادی صرف ساٹھ لاکھ کی تھی اور مارے جانے والوں میں سے اکثریت بے گناہ اور معصوم شہریوں کی تھی۔ زیادہ تر اموات اور ہلاکتیں فوج اور اس سے وابستہ ڈیتھ اسکواڈ کے ہاتھوں ہوئیں۔ ان میں ماورائے عدالت موت کی سزائیں، دوسری غیر قانونی حرکتیں اور اغواء اور تشدد کی کارروائیاں شامل تھیں۔ آپریشن کے دوران گاؤں کے گاؤں اجاڑ دیئے گئے اور وہاں کے مکینوں کا قتل عام کیا گیا۔ صدر ریگن کی کمیونزم مخالف پالیسی کے تحت سلواڈور کی فوج کو کئی ملین ڈالرز کی امداد دی گئی۔ جم شیل اور اس کے ساتھیوں نے ان فرنٹ لائن یونٹوں کو طویل مدت تک خصوصی تربیت دی جن پر بعد میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے الزامات عائد کئے گئے۔ عراق میں امریکی فوجیوں کی تعداد سلواڈور کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار کے قریب ہے اور آج وہ بھی عراقی شورش پسندوں کے خلاف سلواڈور میں استعمال کی جانے والی حکمت عملی کو ہی آزمانے میں لگی ہوئی ہے۔ اس کے تحت مقامی طاقتوں کو ہلا شیری دے کر فسادات بھڑکانے پر اُکسایا جاتا ہے۔ یہ کوئی اتفاق نہیں ہے کہ اس نئی حکمت عملی کے اثرات پیرا ملٹری فورسز میں زیادہ نمایاں ہیں بالکل ویسے ہی جیسے سلواڈور میں قائم کی جانے والی پیرا ملٹری فورسز میں اس وقت نمایاں ہوئے تھے، جب جم سٹیل وہاں امریکی پالیسیوں کے نفاذ کے لئے سرگرم اور کلیدی کردار ادا کر رہا تھا۔

سٹیل جانتا تھا کہ بغاوت اور شورش کو کچلنے کے لئے مقامی طاقتوں سے کیسے کام لیا جاتا ہے۔ عراق میں اس تجربے کا حامل وہ واحد امریکی نہیں ہے بلکہ وہاں پر امریکی وزارتِ داخلہ کا سینئر مشیر، جس کے پاس کمانڈوز کا آپریشنل کنٹرول ہے، سٹیو کاسٹیل بھی موجود ہے، جو ڈرگ انفورسمنٹ ایڈمنسٹریشن کا ایک سابق اعلیٰ عہدے دار ہے اور جس کی ملازمت کا زیادہ حصہ لاطینی امریکہ میں منشیات کے پھیلاؤ کے خلاف جنگ لڑتے گزرا ہے اور ماضی میں پیرو، بولیویا اور کولمبیا میں مقامی طاقتوں کے ساتھ بھی کام کرتا رہا ہے۔

نیوز ویک نے عراق میں استعمال کی جانے والی سلواڈور آپشن کے بارے میں ایک رپورٹ میں لکھا کہ امریکہ اپنی اسپیشل فورسز ٹیموں کو عراقی دستوں کی مدد، رہنمائی اور تربیت کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ گمان غالب ہے کہ ان دستوں میں خصوصی طور پر چُنے گئے کُرد جنگجو اور شیعہ عسکری رضا کار شامل ہیں تاکہ وہ سنی باغیوں اور ان کے حمایتیوں کو اپنا نشانہ بنا سکیں۔

وسطی امریکہ میں 1980ء کے دوران قائم ہونے والے خفیہ ڈیتھ اسکواڈ کی موجودگی کا راز ایلین فارن نامی ایک صحافی نے منکشف کیا تھا۔ اس نے لکھا تھا۔ اس بات سے قطع نظر کہ سلواڈور آپشن کی ترکیب میں جان نیگرو پونٹے ملوث تھا یا نہیں، ایسے منصوبے، جن میں غیر ملکی شہریوں کو قتل کر کے ظالمانہ کارروائیوں کا جواز گھڑا جاتا ہے، امریکی پالیسی کا باقاعدہ حصہ رہے ہیں اور یہ کئی ملکوں میں استعمال کی جانے والی امریکی پالیسی کا لازمی جزو ہیں اور اس کی جڑیں امریکی پالیسیوں میں بہت گہرائی تک چلی گئی ہیں۔

ڈوین کلارج جس نے ہینڈراس میں بیٹھ کر پورے وسطی امریکہ میں کمیونزم کے خلاف ہونے والی سی آئی اے کی خفیہ جنگ کی کمان کی تھی، 2004ء کے موسم گرما میں اپنے پرانے ساتھی جان نیگرو پونٹے سے ملنے بغداد پہنچا اور بعد ازاں نیویارک ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے اس نے کہا۔ نیگرو پونٹے کو ہدایات دی گئی تھیں کہ وہ خود پیچھے رہتے ہوئے عراقیوں کو آگے آنے میں مدد کرے۔ اور وہ کام کرنے کے اس طریقے کو بہت پسند کرتا ہے۔

ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق پونٹے نے عراق کی تعمیر نو کے منصوبوں کی مد میں ملنے والی رقم میں سے تقریباً ایک بلین ڈالر عراقی فوج کی تشکیل پر خرچ کئے تھے اور یہ حربہ آزمانے کی تحریک اسے جنوبی ویت نامی فوج بارے اپنے گزشتہ تجربے سے ملی تھی، جس میں اس نے ویت نامی فوجیوں کی شخصی کمزوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اپنے مطلب کے لئے استعمال کیا تھا۔

جنوری 2004ء کے آغاز میں رابرٹ ڈریفس نے عراق میں جاری ایک

PdfStuff.blogspot.com

ایسے خفیہ امریکی پروگرام کی خبر دی، جو سی آئی اے کے ہاتھوں ویت نام میں ہونے والی ہلاکتوں کے انوکھے پروگرام، لاطینی امریکہ کے ڈیتھ اسکواڈ یا فلسطینی مجاہدین کی ٹارگٹ کلنگ کی اسرائیلی سرکاری پالیسی سے ملتا جلتا تھا۔ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا تھا کہ امریکہ نے نومبر 2003ء میں کانگریس کی جانب سے عراق کی تعمیر نو اور حکومت کی بحالی کی مد میں پاس ہونے والے 87 بلین ڈالرز کے بل میں خفیہ طور پر تین بلین ڈالرز انتہائی چالاکی سے ایسے ہی کالے کارناموں کے لئے مختص کروائے تھے۔ یہ پیسہ عراق کے ملک بدر کئے جانے والے سابقہ گروپوں سے منسلک عسکری رضا کاروں پر مشتمل ایک پیراملٹری یونٹ کی تشکیل پر خرچ کیا جانا تھا، جس نے بعد میں عراقی خفیہ اداروں کے سابق سینئر عہدے داروں کی حمایت اور مدد سے کارروائیاں سرانجام دینا تھیں۔

''سلواڈور آپشن'' سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے جان نیگروپونٹے نے ایک بار کہا کہ میرا اس سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔ میرا نام اس کے ساتھ بلا جواز جوڑا جاتا ہے۔ لیکن انسانی حقوق کے ان وکلاء نے جنہوں نے اس کے کیریئر کا بغور جائزہ لیا اور اس کی سرگرمیوں پر مسلسل نظر رکھی ہوئی تھی، نیگروپونٹے کی تردید کو رد کرتے ہوئے کہا کہ اس کی بغداد میں آمد کے ساتھ ہی ڈیتھ اسکواڈ کی سرگرمیوں میں شدت آجانا اور ان میں اضافہ فراموش کر دینا ناممکن ہے۔

انسانی حقوق کی ایک انجمن کے لاطینی امریکی پروگرام کے ڈائریکٹر اینڈرس کونٹریس کا بیان ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ امریکی فوج عراق میں جنگ ہار رہی ہے، اس لئے وہاں سلواڈور آپشن کا نسخہ آزمایا جا رہا ہے، جو دوسرے لفظوں میں قاتل دستوں کی تشکیل اور ان کا خفیہ استعمال ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں کہ نیگروپونٹے جو ہینڈراس میں اپنی سفیر کی حیثیت سے تعیناتی کے دوران ڈیتھ اسکواڈ کی حمایت اور مالی و سیاسی امداد میں ملوث رہا، عراق میں اس کے قدم رکھتے ہی اس ظالمانہ خفیہ امریکی پالیسی پر عمل درآمد شروع ہو گیا، جس کا مقصد صرف امریکہ مخالفت اور مزاحمت کو کچلنا ہی نہیں تھا بلکہ مزاحمت کاروں کو چن چن کر ہلاک کرنا، ان پر اذیت

ناک تشدد کرنا اور ان کے خاندان والوں پر ظلم ڈھانا، ان کے حواریوں کی سرکوبی کرنا اور جن علاقوں میں مزاحمت ہو رہی تھی، وہاں کے رہنے والوں پر عرصہ حیات تنگ کر دینا بھی اسی پالیسی کے ایجنڈے کا حصہ تھا اور اس طرح کی پالیسیاں جنگی جرائم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتیں۔

2005ء میں نائٹ رائڈر نامی نیوز ایجنسی کے ٹام لیسٹر نے عراقی فوج کی چھٹی ڈویژن کے فرسٹ بریگیڈ کے ساتھ کچھ وقت گزارنے کے بعد لکھا کہ اس یونٹ کے ذمہ بغداد میں موجود سُنی اکثریتی علاقوں کی حفاظت کرنا تھا لیکن یہ قوم کو دو حصوں میں تقسیم کرنے والے نسل اور فرقہ ورانہ فتنے پر قابو پانے اور دبانے کے بجائے شیعہ سُنی کو مستقبل میں متوقع طور پر لڑی جانے والی سول وار کی طرف لے جا رہے تھے۔ شیعہ صدام دور میں سُنیوں کے طرزِ عمل سے خاصے نالاں تھے کہ انہوں نے ان کو خاصا دبائے رکھا تھا اور اب وہ امریکی فوج کی سرپرستی میں ان سے انتقام لینے کی بھرپور تیاریاں کر رہے تھے۔ ایک شیعہ میجر سوادی غیلال نے اسے بتایا کہ وہ عراق میں موجود زیادہ سے زیادہ سُنیوں کو قتل کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ سب دیکھ لیں کہ عراق میں اب کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔ فوج کو انہیں چن چن کر قتل کرنا چاہئے تاکہ وہ مستقبل کا سبق حال ہی سے سیکھ لیں۔

نائٹ رائڈر کے رپورٹر ٹام لیسٹر نے لکھا کہ شیعہ فوجی افسران کی اکثریت عراق میں ایک مستقل شیعہ حکومت کا قیام یقینی بنانے کی حامی ہے تاکہ انہیں زیادہ سے زیادہ سنی اقلیت کو ختم کرنے کی کھلی چھوٹ مل جائے۔ ٹام لیسٹر کے مطابق فرسٹ بریگیڈ عراق کی قومی فوج کم اور شیعہ فوج زیادہ لگتی تھی۔ ایک نوجوان افسر نے اسے بتایا کہ ایک مرتبہ ہمارا آئین بن جائے اور انتخابات ہو جائیں، پھر ہم وہی کریں گے جو صدام حسین نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ ہر علاقے سے پانچ آدمی پکڑیں گے اور بیچ چوراہے میں قتل کر کے وہاں سے غائب ہو جائیں گے۔

ایک اندازے کے مطابق نومبر 2006ء تک ہر ہفتے تقریباً ایک ہزار عراقیوں کو موت کے گھاٹ اُتارا جا رہا تھا اور 2003ء میں ہونے والے امریکی حملے سے لے

PdfStuff.blogspot.com

کر اب تک تقریباً چھ لاکھ عراقی اپنی جانیں گنوا چکے تھے۔ عراق اس وقت تک ایک پرائیویٹ جنگ و جدل کا عالمی اکھاڑہ بن چکا تھا، جس میں مختلف وفاداریوں اور ایجنڈوں کے ساتھ میدان میں اُترنے والے کئی نجی جنگجو گروپ شامل ہو چکے تھے، جو عراق پر امریکی قبضے کے خلاف لڑنے کے ساتھ ساتھ آپس میں بھی برسر پیکار رہتے تھے۔

عراق میں پونٹے کا کردار زیادہ تر پس پردہ رہا۔ اس نے خود کو پیچھے رکھ کر مقامی افراد کو آگے رکھا۔ اس کے باوجود عراق میں اس کا قیام مختصر ثابت ہوا۔ 17 فروری 2005ء میں صدر بش نے اُسے نیشنل انٹیلی جنس کا ڈائریکٹر نامزد کر دیا تاہم اس دوران نیگرو پونٹے کے ذمے عراق میں جو کام لگایا گیا تھا، وہ اس نے پورا کر دیا تھا اور اس کے بعد ہی اس کی رخصتی عمل میں آئی اور اس سال مئی تک واپس امریکہ پہنچ گیا۔ اس دوران عراق میں شیعہ اور کُرد ملیشیا نے سکیورٹی فورسز کے ساتھ مل کر ان گنت ڈیتھ اسکواڈ اسٹائل کارروائیاں کیں، جن کے نتیجے میں بے شمار لوگ قتل اور اغوا ہوئے اور پھر بالکل ہی لاپتہ ہو گئے۔

ان گروپوں نے شمالی اور جنوبی عراق میں اپنی گرفت مضبوط کر لی اور ملک کی تقسیم کو لسانی اور فرقوں کی بنیاد پر دھڑے بندیاں بنانے کے لئے سازگار بنا دیا۔ اس سے ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں میں اضافہ ہوا اور ملک میں خانہ جنگی کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔ تاہم اس سارے منظر نامے سے ہٹ کر 2005ء کے دوران ایک چیز جو سب سے بڑی حقیقت بن کر عالمی سطح پر نمایاں ہوئی وہ عراق میں جنگ کو مختلف پرائیویٹ فوجی دستوں کی مدد سے لڑنا اور جیتنے کی کوشش کرنا تھا، جس میں کئی گروپ مختلف وفاداریوں اور متصادم ایجنڈوں کے تحت اپنا اپنا کردار ادا کرنے کے لئے سرگرم عمل تھے۔

بغداد میں امریکہ کے تربیت یافتہ ڈیتھ اسکواڈ اور سُنی شیعہ القاعدہ کے تعاون سے لڑنے والے مزاحمتی ملیشیا گروپ موجود تھے۔ بش انتظامیہ نے حکومتی پالیسی کے طور پر کچھ مخصوص گروپوں سے اپنی لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے ان پر زور دیا کہ

آزاد عراق میں ملیشیا کے سابق ارکان اپنی وفاداریاں قومی حکومت کے نام کر دیں اور قانون و آئین کے تحت عمل کرنا سیکھیں، لیکن ملیشیا کے اس بلند و بالا اہرام کی چوٹی پر وہ سرکاری کرائے کے فوجی تھے جو خود واشنگٹن نے عراق میں درآمد کئے تھے۔ ایک طرف پرائیویٹ ملٹری کمپنیوں کو جن میں بلیک واٹر اس صنعت کی پانی ہونے کے ناطے سرِفہرست تھی اور اس کے ساتھ کچھ مزید عراقی ملیشیا کو ختم کرنے کے لئے ہدایات جاری کی جا رہی تھیں تو دوسری طرف خود امریکہ کھلم کھلا اپنی پسند کے کرائے کے فوجیوں کو عراق میں قانون سے ماورا کام کرنے کی اجازت دے رہا تھا۔

نیگرو پونٹے کے عراق میں قیام کے خاتمے پر ملیشیا کی بڑھتی ہوئی کارروائیوں نے بلیک واٹر کو ایک بار پھر اخباری شہ سرخیوں کا موضوع بنا دیا۔ 21 اپریل 2005ء کے دن جب نیگرو پونٹے کی واشنگٹن میں ڈائریکٹر نیشنل انٹیلی جنس کی نئی پوسٹ کی کنفرمیشن ہو رہی تھی، عراق میں اس کے چند سابق بلیک واٹر محافظ زندگی کی بازی ہار رہے تھے۔ اس دن ایک بلغارین ہیلی کاپٹر ایم آئی۔8، جو بلیک واٹر کے ساتھ کنٹریکٹ میں تھا، گرین زون سے صدام حسین کے آبائی قصبے تکریت جانے کے لئے فضا میں بلند ہوا۔ اس میں چھ امریکی بلیک واٹر سوار تھے، جو امریکہ کے سفارتی سکیورٹی بیورو کے ارکان تھے۔ ان کے ساتھ عملے کے تین بلغارین اور دو فجی کے کرائے کے فوجی ہیلی کاپٹر میں موجود تھے۔

ایک بج کر 45 منٹ پر ہیلی کاپٹر نے دجلہ کنارے بغداد سے بارہ میل مغرب میں سُنی آبادی والا ایک چھوٹا سا قصبہ تارمیہ عبور کیا۔ پائلٹ احتیاط کے طور پر کم بلندی پر پرواز کر رہا تھا، جو خطرناک حملوں سے محفوظ رہنے کی ایک عام تکنیک ہے۔ تارمیہ قصبے کے قریب واقع ایک بلند سطح مرتفع پر ایک عراقی کھڑا تھا جس کے بارے میں بعد میں انکشاف ہوا کہ وہ گزشتہ تین دنوں سے یہاں آ کر اس انتظار میں ہوتا کہ کوئی طیارہ نچلی پرواز کرتا ہوا اس کے اتنا قریب آ جائے کہ اسے آسانی سے نشانہ بنایا جا سکے اور اس دن اس کا مشن پورا ہو گیا۔ جب کم بلندی پر پرواز کرتا ہیلی کاپٹر

PdfStuff.blogspot.com

اس کے نشانے کی زد میں آیا تو اس نے روسی ساخت کا ایک میزائل داغ دیا، جو سیدھا نشانے پر جا کر لگا اور ہیلی کاپٹر لق و دق صحرا میں آگ کا گولہ بن کر گر گیا۔ تب حملہ آور اور اس کے ساتھیوں نے جلتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی وڈیو تیار کی۔ ہیلی کاپٹر کے ٹکڑے کھلے صحرائی میدان میں بکھر گئے تھے اور جگہ جگہ آگ کے چھوٹے چھوٹے الاؤ روشن تھے۔ ہیلی کاپٹر کے تمام سوار ہلاک ہو چکے تھے اور چند ایک کوئلہ بنی لاشیں رہ گئی تھیں۔

اگلے دو گھنٹے کے اندر عراق اسلامک آرمی نے حملے کی ذمہ داری قبول کر لی اور ساتھ میں وڈیو بھی الجزیرہ چینل کو فراہم کر دی گئی۔ حادثے کے بعد بلیک واٹر کی طرف سے ایک پریس ریلیز میں کہا گیا کہ ہیلی کاپٹر کے حادثے میں ہلاک ہونے والے چھ مسافر تھے جو ایک تجارتی ہیلی کاپٹر میں کاروباری سفر پر تھے جو سکائی لنک نامی کمپنی سے بلیک واٹر کے لئے معاہدے کے تحت ایک دفاعی شعبے کی امداد کی خاطر دیا گیا تھا۔

حیرت انگیز بات ہے کہ اس کے مبینہ فوجی استعمال کے باوجود ذرائع ابلاغ اسے بتکرار ایک سویلین اور کمرشل ہیلی کاپٹر قرار دیئے جا رہے تھے۔ جس دن ہیلی کاپٹر کا حادثہ پیش آیا، اس دن عراق میں بلیک واٹر کے سات کارکن مارے گئے تھے۔ ساتواں مرنے والا کرائے کا فوجی کرٹس ہینڈلے تھا، جو رامادی میں بلیک واٹر کی بکتر بند گاڑی کے قریب بم دھماکے میں مارا گیا۔ یہ اب تک کی جنگ میں بلیک واٹر کا ایک دن میں سب سے زیادہ نقصان تھا جس پر ایک اخبار نے سرخی جمائی۔

''کالے پانی کا سیاہ دن —— Black Water's Black Day''

عراق میں بلیک واٹر کے ارکان کی اس طرح کی ہلاکتوں نے کرائے کے فوجیوں کی ضرورت اور اہمیت کو ایک بار پھر بحث مباحثے کا موضوع بنا دیا اور ان کی تائید و حمایت میں آوازیں اُٹھنے لگیں۔ ایک دن میں بلیک واٹر کے سات ارکان کی ہلاکت کے بعد امریکی سینٹ نے اکیاسی بلین ڈالر کا ایک متنازعہ بل منظور کر لیا، جس سے جنگ پر اُٹھنے والے اخراجات کا تخمینہ تین سو بلین ڈالر تک پہنچ گیا، جس

میں سب سے زیادہ رقم عراق میں سکیورٹی کے لئے مختص کی گئی تھی۔ عراق پر حملے کے بعد سے قریب ایک ہزار پانچ سو چونسٹھ باقاعدہ امریکی فوجی ہلاک ہوئے جبکہ ہلاک ہونے والے کرائے کے فوجیوں کی تعداد کا کوئی شمار نہ تھا۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان ایڈم ایریلی نے بلیک واٹر کے ارکان کی ہلاکتوں کے حوالے سے پریس کانفرنس میں بتایا کہ پرائیویٹ سکیورٹی کمپنیاں عراق جنگ کے آغاز سے اس کا حصہ چلی آ رہی ہیں، اس لئے ایسے واقعات کوئی نئی بات نہیں ہیں۔ عراق میں کچھ اس طرح کی سکیورٹی کی ضرورت ہے جو امریکہ کے اپنے فوجیوں کی مہیا کردہ سکیورٹی سے بہت مختلف ہے۔ چنانچہ اس کے لئے نجی کمپنیوں کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں، جو ایک معمول کی مشق ہے۔ عراق میں سکیورٹی کے حالات خراب ہیں۔ آپ فرائض کی ادائیگی کے لئے آزادانہ گھوم پھر نہیں سکتے۔ چنانچہ وہاں ہر گھڑی اور ہر لمحہ آپ کو سکیورٹی کی ضرورت رہتی ہے..... یوں اس طرح ایک مرتبہ پھر بلیک واٹر کے ارکان کی اموات کرائے کے فوجیوں کی ضرورت اور امریکی افواج کی مدد کا ایک مضبوط جواز بن گئیں اور ایرک پرنس اور اس کے ساتھیوں کے لئے کاروباری منافع پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ جانے کے امکانات روشن ہو گئے۔

PdfStuff.blogspot.com

بلیک واٹر کی پراسرار فضائی کمپنی

بلیک واٹر کے دوسرے معاملات زیر بحث رہنے سے اس کے شعبہ ہوابازی کی طرف توجہ ہمیشہ کم ہی رہی ہے۔ کمپنی نے امریکی حکومت سے کئی معاہدے کر رکھے ہیں جس کے تحت وہ امریکی حکومت کو کرائے کے فوجی اور طیارے اور پائلٹ بھی فراہم کرتی ہے۔ امریکی حکومت کی طرف سے بلیک واٹر کے طیاروں کے استعمال سے متعلق معلومات کا حصول خاصا مشکل ہے، لیکن یہ بات بہرحال واضح ہے کہ انٹیلی جنس ایجنسیاں اور فوج قیدیوں کو دنیا بھر میں پھیلے امریکی قید خانوں سے لانے اور لے جانے کے لئے پرائیویٹ فضائی کمپنیوں کے جہاز استعمال کرتی رہی ہے۔ بالخصوص بش انتظامیہ کے دور میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر چوری چھپے قیدیوں کو بعض اوقات ایسے ممالک میں بھی پہنچایا گیا جن کا ریکارڈ بنیادی انسانی حقوق کے حوالے سے قابلِ گرفت اور خاصا ہولناک تھا اور جہاں دنیا کی نظروں سے کسی قاعدے قانون سے ماورا، پُرتشدد تفتیش کی جاتی ہے۔ دنیا کی نظروں میں دُھول جھونکنے کے لئے قیدیوں کی ٹرانسپورٹیشن کے لئے عام طور پر غیر معروف اور مشکوک حقوق ملکیت رکھنے والی پرائیویٹ فضائی کمپنیوں کے جہاز استعمال کئے جاتے ہیں۔ مشتبہ دہشت گردوں کو امریکی ایجنٹ چہروں پر نقاب پہن کر یورپ، افریقہ، ایشیا اور مشرق وسطیٰ سے اغواء کر کے زبردستی سٹریم کے دی جیٹ طیارے میں بٹھا کر اپنے زیر اثر دوسرے ملکوں میں بھجوا دیتے ہیں۔ دی نیو یارکر میگزین کی ایک رپورٹ کے مطابق اس طیارے کو غیر ممالک میں موجود امریکی چھاؤنیوں اور اڈوں تک پہنچنے اور وہاں اُترنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس طرح غیر ممالک میں لائے گئے مشتبہ افراد بعد میں اکثر ہمیشہ کے لئے غائب کر دیئے جاتے ہیں۔ حراست میں رکھے جانے والوں کو وکیل مہیا نہیں کئے جاتے اور نہ ان کے خاندان

والوں کو ان کے بارے میں کوئی خبر یا اطلاع دی جاتی ہے۔ بظاہر اس سارے گورکھ دھندے میں بلیک واٹر کا براہِ راست کوئی کردار اور ہاتھ نظر نہیں آتا لیکن اس غیر معمولی ڈرامے کے کئی ایسے ناقابلِ تردید حادثاتی اور اتفاقی شواہد موجود ہیں کہ جن کی اگر محنت اور غیر جانبداری سے چھان بین کی جائے تو اس ساری تحقیق اور تفتیش کے عمل میں یہ تنظیم برابر کی شریک نظر آتی ہے۔

پرائیویٹ فضائی کمپنیوں کے جہازوں کے ذریعے قیدیوں کی خفیہ ٹرانسپورٹیشن کا پروگرام صرف بش انتظامیہ سے مخصوص نہیں بلکہ اس کے تانے بانے 1990ء کے وسط میں کلنٹن انتظامیہ کے دور تک پھیلے نظر آتے ہیں، جب سی آئی اے نے وائٹ ہاؤس کی رضامندی اور صدارتی فرمان کے ذریعے دہشت گردی کے شبے میں پکڑے جانے والے افراد کو مصر بھیجنا شروع کیا تھا جہاں امریکی قانون سے دُور اور مقررہ ضوابط سے ہٹ کر ایجنٹ اپنے مخصوص طریقوں اور ہتھکنڈوں سے ان سے پوچھ گچھ کرتے۔ 1998ء میں امریکی کانگریس نے ایک قانون پاس کیا، جس کی رُو سے امریکہ کی یہ پالیسی طے پائی کہ کسی شخص کو زبردستی اس ملک کے حوالے نہیں کیا جائے گا جہاں اس بات کے ثابت کرنے کے قوی امکانات موجود ہوں کہ وہاں اس کی زندگی کو خطرہ ہے یا وہاں اسے تشدد کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ملزم جسمانی طور پر امریکہ میں موجود ہے یا نہیں۔ 9/11 کے بعد بش انتظامیہ نے قانون کی یہ شق معطل کر دی جس کے بعد دہشت گردی کے شبے میں ملوث کسی بھی شخص کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ اس کے پس پردہ کارفرما سوچ کو نائب صدر ڈک چینی نے این بی سی کے پروگرام میٹ دی پریس میں یہ کہہ کر الفاظ کا جامہ پہنایا کہ حکومت کو ہمیشہ تاریک پہلو کو مدِنظر رکھ کر کام کرنا چاہئے۔ بہت سی باتیں اور چیزیں ایسی ہوتی ہیں، جو کسی قسم کے بحث مباحثے کے بغیر خاموشی سے انجام دی جانی چاہئیں۔ اگر ہم نے کامیابی حاصل کرنی ہے تو ہماری انٹیلی جنس ایجنسیوں کو وہ تمام وسائل اور طریقے استعمال کرنے چاہئیں جو انہیں مہیا اور دستیاب ہوں۔ یہ حکومتی عہدے داروں کے جذبات اور سوچ کا انداز تھا۔ انہی

PdfStuff.blogspot.com

جذبات اور احساسات کی بازگشت سی آئی اے کے تیسرے اہم عہدے دار بوزی کرون گارڈ کے ان الفاظ میں سنائی دیتی ہے، جس کو افغانستان میں بلیک واٹر کے پہلے سکیورٹی کنٹریکٹ کے لئے ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ فورسز کی طرف سے بڑے اقدامات ہی کے ذریعے جیتی جا سکتی ہے۔ ایسے اقدامات، جسے آپ نہیں جانتے، نہ ایکشن کے دوران یہ آپ کو نظر آتے ہیں اور نہ اس دوران آپ ان کے بارے جاننا چاہتے ہیں۔

امریکہ کی طرف سے خفیہ فضائی کمپنیوں کے استعمال کا سلسلہ ویت نام کی جنگ (1962ء سے 1975ء) تک پھیلا ہوا ہے، جب سی آئی اے نے اپنی ملکیتی خفیہ ایئر لائن ایئر امریکہ، جو بعد میں کمرشل ایئر لائن کے طور پر بھی استعمال ہوتی رہی، استعمال کی۔ یہ جہاز ایسے خفیہ مشنوں کے دوران استعمال ہوئے کہ جن کی تفصیلات منظر عام پر آ جائیں تو آج بھی حکومت کے خلاف عوامی غم و غصے کا طوفان اُٹھ کھڑا ہو۔ ایئر امریکہ سی آئی اے کی اپنی ایک خفیہ ایئر لائن تھی، جو لاؤس میں سی آئی اے آپریشن کا حصہ رہی، 1970ء تک سی آئی اے کے پاس دو درجن دھرے انجنوں والے ٹرانسپورٹ، دو درجن مختلف قطعہ زمین پر سے فوری فضا میں بلند ہونے اور لینڈ کرنے والے طیارے تھے اور 30 ہیلی کاپٹر۔ لاؤس، تھائی لینڈ آپریشن کے دوران ایجنسی کے پاس تین سو سے زیادہ پائلٹ، معاون پائلٹ، فلائٹ مکینک اور فریٹ سپیشلسٹ تھے۔ یہ طیارے کئی اہم مشنوں میں استعمال ہوئے۔ کئی عشرے بعد بش انتظامیہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ چھیڑی تو اسے بھی خفیہ پروازوں کے لئے طیاروں کے خفیہ بیڑے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ 9/11 کے بعد جلد ہی انتظامیہ نے ایک پروگرام کے تحت پرائیویٹ فضائی کمپنیوں کا نیٹ ورک استعمال کرنا شروع کیا، جسے کچھ حلقوں نے نیو ایئر امریکہ کا نام دیا۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں تفتیشی مراکز اور قید خانوں کی تعداد بڑھی تو خفیہ پروازوں کا سلسلہ بھی دراز تر ہو گیا۔ بش انتظامیہ کے دور میں اس طرح کی کئی خفیہ پروازوں کے لئے استعمال ہونے والے جہاز مبینہ طور پر زیادہ شیل کمپنی کے ملکیتی تھے۔ حکومت کے برعکس

بلیک واٹر کے پاس اپنے جہاز ہیں اور اسے امریکہ کی فوجی کارروائیوں میں اپنی حصہ داری پر فخر ہے۔

بلیک واٹر کا شعبہ ہوا بازی اپریل 2003ء میں قائم ہوا جب کہ عراق پر ابھی قبضے کا معاملہ چل رہا تھا۔ پرنس گروپ نے حالات کو دیکھتے ہوئے ایوی ایشن ورلڈ وائڈ سروسز (AWS) اور اس کے ذیلی ادارے پریذیڈنشل ایئر ویز کو خرید لیا۔ 2001ء کے اوائل میں اے ایس ڈبلیو کنسورشیم وجود میں آئی اور ٹم چلڈرے اور رچرڈ بیری سربراہ مقرر ہوئے۔ ان کی توجہ کا مرکز فوجی تربیتی کارروائیوں اور امریکی حکومت کے لئے فضائی خدمات مہیا کرنا تھا۔ پریذیڈنشل ایئر ویز کو افغانستان میں کنٹریکٹ کے ساتھ فضائی کیریئر کا لائسنس بھی دے دیا گیا۔ اس کے کچھ جہاز امریکی آپریشنل کمانڈ کے لئے مخصوص تھے۔ بلیک واٹر نے دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور سرحدوں کی دیکھ بھال اور نگرانی کے لئے چھوٹے طیاروں کی تیاری کا کام بھی شروع کر دیا۔

پریذیڈنشل ایئر ویز اور امریکی حکومت کے درمیان تین ماہ کے طویل مذاکرات کے بعد 34.8 ملین ڈالر کا معاہدہ طے پایا تھا۔ اس کے تحت پریذیڈنشل ایئر ویز نے افغانستان، ازبکستان اور پاکستان میں مختصر دورانیے کی پروازوں کی سہولت مہیا کرنی تھی۔ پریذیڈنشل ایئر ویز نے افغانستان کے اندر مختلف مقامات کے لئے روزانہ چھ پروازیں اور بقیہ علاقوں کے لئے ضرورت کے تحت پروازیں چلانے پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ اس معاہدے میں اندازہ لگایا گیا تھا کہ بلیک واٹر کے تین جہاز سال میں تقریباً آٹھ ہزار سات سو ساٹھ گھنٹے پرواز کریں گے۔

افغانستان کا فضائی روٹ، یورپ اور امریکہ کے فضائی روٹ سے قطعی مختلف تھا۔ افغانستان میں پہاڑوں کے آڑھے ترچھے سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ براعظم امریکہ کے اونچے ترین مقام کیلی فورنیا میں واقع ماؤنٹ وائٹنی کی اونچائی 14 ہزار چار سو پچانوے فٹ سے قدرے زیادہ ہے جبکہ افغانستان میں پہاڑوں کی اوسط اونچائی 25 ہزار فٹ کے لگ بھگ ہے۔ افغانستان میں پرواز کرنا جیسے قبل مسیح میں

PdfStuff.blogspot.com

پرواز کرنا تھا کہ جدید ٹیکنالوجی کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا۔ پائلٹ کی رہنمائی کے لئے کابل، بگرام اور شنداد کی چھاؤنیوں میں زمینی کنٹرول ٹاور موجود تھے لیکن باقی جگہوں پر ایسا کوئی انتظام نہیں تھا۔ پائلٹ کی اپنی نظر اور خطرے کو قبل از وقت بھانپنے کی صلاحیت ہی جہاز کی حفاظت کی ضامن ہوتی تھی۔ بلیک واٹر نے ان غیر معمولی اور خطرناک حالات میں پرواز کرنے کے لئے پرانے تجربہ کار ہوابازوں کا انتخاب کیا تھا، تاہم وہ بھی اکثر و بیشتر نامساعد حالات کا شکار ہو جاتے تھے۔

2006ء میں بلیک واٹر نے نارتھ کیرولینا میں اپنے جہازوں کی پرواز کے لئے ایک پرائیویٹ ہوائی اڈہ تعمیر کرنے کی اجازت مانگی، جس میں دو رن وے بھی شامل تھے۔ جیکسن نے کہا کہ ہمارے پاس ہر طیارے کا گاہک موجود ہے اور وہ کسی نہ کسی کے لئے معاہدے کے تحت محو پرواز ہوتا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے دوران ان جہازوں کا کیا کردار رہا، یہ واضح نہیں تاہم یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ افغانستان آپریشن کے دوران دہشت گردی کے شبہے میں پکڑے گئے افراد کو تفتیشی اڈوں تک لانے اور لے جانے کے لئے سی آئی اے اور امریکی فوج کی طرف سے دوسری فضائی کمپنیوں کے ساتھ ساتھ بلیک واٹر کے جہاز بھی استعمال ہوتے رہے ہیں اور ان کی پروازوں کا ایک بڑا روٹ ازبکستان ہوتا۔ بلیک واٹر کے جہاز سفر کے دوران اکثر ایریزونا میں واقع پائنل ایئر پارک اڈے پر قیام کرتے تھے جو ایئر امریکہ کے فضائی بیڑے کا مستقر ہوا کرتا تھا۔ سی آئی اے نے شدید عوامی احتجاج اور تنقید کے بعد اس اڈے کو خالی کر کے بیچ دیا جسے بعد ازاں ایک دوسری فضائی کمپنی ایور گرین انٹرنیشنل ایوی ایشن نے خرید لیا۔ 2006ء میں بھی ایور گرین ہی اس ہوائی اڈے کی مالک تھی اور وہاں عام طور پر استعمال نہ ہونے والے جہاز کھڑے کئے جاتے تھے۔ یہاں کی صحرائی آب و ہوا کی وجہ سے جہازوں کے زنگ کھانے یا خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہونے کے برابر تھا اور دیکھ بھال کے لئے کم وقت اور پیسہ درکار ہوتا تھا۔ پائنل ایئر پارک کے علاوہ بلیک واٹر کے جہازوں نے کئی دوسرے ہوائی اڈوں کا بھی کافی مرتبہ استعمال کیا جو مبینہ طور پر اسی سال جنگی

کارروائی کا حصہ تھے۔ بلیک واٹر کے جہاز اگرچہ عمومی طور پر افغانستان میں پرواز کیا کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ جہاز افغانستان سے باہر ازبکستان سمیت دوسرے ملکوں میں بھی جاتے تھے۔ ازبکستان امریکی فوج اور سی آئی اے دونوں کی کارروائیوں میں خصوصی اہمیت رکھتا تھا۔ یہاں مبینہ طور پر افغانستان سے قیدیوں کو تفتیش اور اپنے اپنے ملکوں میں واپس بھجوانے کے لئے لایا جاتا تھا۔ افغانستان میں بگرام سے باہر کارروائیاں ہوتی تھیں۔ بگرام ایک بہت مشہور امریکی قید خانہ اور اذیت خانہ ہے۔ بلیک واٹر پریذیڈنشل کے کنٹریکٹ کے مطابق تمام ملازمین کے پاس خفیہ سکیورٹی کلیئرنس ہوتی ہے۔

بلیک واٹر اور حکومت کے درمیان خفیہ معاہدوں کے بارے میں کچھ جاننا تقریباً ناممکن ہے اور نہ ہی عوام کے سامنے کبھی ان معاہدوں کا ذکر ہوا ہے حالانکہ بلیک واٹر کا صدر گیری جیکسن خاصا بڑبولا ہے اور اپنی کمپنی کے بارے میں مبالغہ آرائی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ یہ معاہدے اتنے خفیہ ہوتے ہیں کہ ایک وفاقی ایجنسی کے ساتھ کئے جانے والے کام کے بارے میں دوسری وفاقی ایجنسی کو بھی کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

PdfStuff.blogspot.com

جنگ کے زخم

بلیک واٹر فلوجا کے بعد اپنے کاروبار کو وسعت دینے اور عراق میں موجود فوج کو عالمی فوج کا درجہ دینے کی منصوبہ بندی میں مصروف تھی تو اسی لمحے فلوجا کے سانحے میں ہلاک ہونے والے چار بلیک واٹرز کے پس ماندگان سراپا احتجاج بنے ہوئے تھے کہ انہیں ان کے پیاروں کی موت کے حقائق بتائے جائیں۔ شورش زدہ شہر کے عین قلب میں اس صبح ان پر کیا گزری؟ وہ جان کی بازی کیسے ہارے؟ یہ سب محبِّ وطن فوجی روایات کے حامل امریکی خاندان تھے۔

زوکو خاندان کے لئے فلوجا کے سانحے کے بعد سے زندگی کی ساری دلچسپیاں اپنے بیٹے کی موت کی وجوہات جاننے اور سمجھنے کے مختصر سے دائرے تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ جیری کی ماں ڈینیکا زوکو مہینوں بیٹے کی بکھری یادیں اپنی یادداشت کی لڑی میں پرونے میں مصروف رہی۔

وہ 2003ء کی گرمیوں کی ایک شام تھی، جب اس کا بیٹا جیری عراق جانے سے پہلے اسے ملنے آیا تھا۔ توانائی کے قومی بحران کے باعث بجلی کی لوڈشیڈنگ ہو رہی تھی اور اوہائیو کے شہر کلیولینڈ میں واقع اس کا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس لمحے کو یاد کرتے ہوئے ڈینیکا زوکو بتاتی ہے۔ ہمارے پاس گھر میں مل بیٹھ کر گزارنے کے لئے بہت سارا وقت تھا۔ نہ ٹی وی، نہ ریڈیو اور نہ کچھ اور۔ صرف باتیں۔ ہم بس گھر کے برآمدے میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ میں اس سے اس کے کام کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔ تب ہی اس نے کہا تھا کہ انسانی زندگی میں جو سب سے بہترین کام کر سکتا ہے وہ کسی اچھے کام کی بنیاد رکھنا یعنی بیج بونا ہے۔ اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق پوری دیانت داری سے کام کرے اور پھر نتیجے کا انتظار کرے۔ ایسے میں پھر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کہاں جاتے ہو یا کیا کرتے ہو۔ پیچھے رہ

جانے والے بھی خوش اور جانے والا بھی مطمئن کہ اپنے پیچھے کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ آیا ہے جن پر انحصار کیا جا سکتا ہے۔ اب سوچتی ہوں تو لگتا ہے کہ ہم نے وہ ساری باتیں اس لئے کی تھیں کہ یہی حقیقت بن کر سامنے آنے والی تھیں۔

شروع میں ڈینیکا کے ذہن میں یہ بات تھی کہ فلوجا کے باغی اس کے بیٹے کی موت کے ذمہ دار ہیں۔ بیٹے کی موت کے بعد اس کا دل بجھ سا گیا اور اس نے دنیا کی ساری دلچسپیوں سے ایک طرح کی کنارہ کشی اختیار کر لی۔ ٹی وی دیکھنا، اخبار پڑھنا اور ریڈیو سننا تک چھوڑ دیا۔ لیکن ایسے میں بھی بیٹے کی دلخراش موت کا روگ جان سے چمٹا رہا۔ اس کے ذہن کے کسی گوشے میں یہ شک موجود تھا کہ جیری کی الم ناک موت کے ذمہ دار تنہا فلوجا کے باغی نہیں، اس کی کمپنی کے لوگ بھی اس میں ملوث ہیں۔ اس کا کہنا ہے 31 مارچ 2004ء کی رات آٹھ بجے ایرک پرنس کچھ لوگوں کے ہمراہ اس کے گھر آیا اور بتایا کہ فلوجا میں قتل ہونے والوں میں جیری بھی شامل تھا۔ اس کی بات سن کر ہم پر سکتہ سا طاری ہو گیا اور چپ لگ گئی۔ وہ کہتا رہا کہ عراق کی جنگ میں اگر کوئی زندہ بچ سکتا تھا تو وہ جیری تھا۔ میری اس سے بغداد میں ملاقات ہوئی تھی اور وہ مجھے بے حد عزیز تھا۔

ایرک پرنس نے ڈینیکا زوکو کو ایک فارم پُر کرنے کے لئے دیا۔ ساتھ میں ایک لفافہ تھا، جس میں جیری کی آخری رسومات کی ادائیگی کے لئے تین ہزار ڈالر تھے۔ اس نے وعدہ کیا کہ جیری کی میت جلد ہی گھر پہنچا دی جائے گی اور وہ خود بھی اس کی تدفین کی رسومات میں شریک ہو گا۔

6 اپریل کو زوکو خاندان کو پال بریمر کا ایک تعزیتی خط ملا، جس میں کہا گیا تھا کہ میں ذاتی طور پر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جیری ایک اچھے اور نیک مقصد کے لئے کام کر رہا تھا۔ فرض کی راہ میں اس نے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا۔ اس قربانی کے صدقے میں عراقی جمہوری اور آزاد معاشرے کی سمت میں جاری اپنے لمبے سفر میں ایک دن ضرور کامیاب ہوں گے۔ ہمارے حکام جیری کے قتل کی تحقیقات بڑی جانفشانی سے کر رہے ہیں اور جب تک اس قتل کے ذمہ داران کو قرار واقعی سزا نہیں

PdfStuff.blogspot.com

مل جاتی، وہ سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔ آپ اور آپ کا خاندان ہمیشہ ہماری سوچوں اور دعاؤں میں موجود رہے گا اور عراق کے لوگ بھی ان کی آزادی کی خاطر قربانی دینے والے جیری کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

یہ خط ملنے کے تین دن بعد جیری کی باقیات کو ایلومینیم کے ایک ڈبے میں بند کر کے امریکہ لایا گیا اور ایرک پرنس بھی وعدے کے مطابق جیری کی آخری رسومات کی تقریب میں شریک ہوا۔

ٹیمپا، فلوریڈا میں اسی دوران سکاٹ کے خاندان نے فلوریڈا نیشنل گرجا کے احاطے میں اس کی آخری رسومات کا انتظام کیا۔ تقریب کے شرکاء نے اس کی مدح سرائی کرتے ہوئے اسے جنگجو برائے امن کا خطاب دیا، جو اپنے دل و دماغ اور دنیا کے سکون کی خاطر اپنی جان پر کھیل گیا۔ چند ہفتے بعد سکاٹ کے سکول کے دوستوں نے اس کے آبائی شہر میں ایک تقریب منعقد کی جس میں امریکی خاتونِ اوّل لارا بش اور صدر کے بھائی فلوریڈا کے گورنر جیکب بش نے بھی شرکت کی۔ سکاٹ کے دوستوں کو توقع تھی کہ سکاٹ کو اس کی خدمات کے عوض کسی قومی اعزاز سے نوازا جائے گا، لیکن ریاست کے ری پبلکن نمائندے باکٹر ٹراؤٹ مین نے معذرت کر لی کہ سکاٹ ایک پرائیویٹ کمپنی کا ملازم تھا، باقاعدہ اور سرگرم امریکی فوجی نہیں۔ ٹراؤٹ مین نے کہا کہ آج کی تقریب حاضر سروس فوجی مردوں اور عورتوں کی عزت افزائی کے لئے منعقد کی گئی تھی، جو عراق میں اپنی مرضی سے نہیں گئے۔ میرے لئے یہ بہت بڑا فرق ہے کہ اگر میں کسی کمپنی کا ملازم ہوں اور اس کام کو پسند نہیں کرتا، جو میرے ذمہ لگایا گیا ہے تو میں نوکری چھوڑ کر گھر آ سکتا ہوں۔

کیٹی ہیلوسٹن ایک سال تک اپنے بیٹے سکاٹ کے غم میں آنسو بہاتی رہی۔ جب بھی اس کی یاد آتی، آنکھوں سے جھڑی لگ جاتی۔ اس نے سکاٹ کے ساتھ ہلاک ہونے والے دوسرے لوگوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو ڈیبکا زوکو کا پتہ چلا اور وہ اس سے جا کر ملی اور دونوں نے ایک دوسری کو اپنے بیٹوں پر گزرنے والی بپتا سنائی تو آپس میں دوستی ہو گئی۔ پہلے دو ماہ تک تو یہ کیفیت رہی کہ

ہر ہفتے باری باری دونوں ایک دوسرے کے پاس پہنچ جاتیں اور گھنٹوں بیٹھی ایک دوسری کو تسلی دلاسا دیتی رہتیں۔

ذرائع ابلاغ میں فلوجا کے واقعے کی جزئیات اور تفصیلات آنا شروع ہوئیں تو متاثرہ خاندانوں کے ذہنوں میں بھی نت نئے سوال اُٹھنے لگے۔ جیری کا بھائی ٹام زوکو حیران تھا کہ وہ اکیلے کیوں گئے؟ ان کی حفاظت کے لئے کوئی اور کیوں ان کے ساتھ نہیں تھا؟ جیری اتنا لاپروا تو نہ تھا۔ ڈیبکا زوکو کو عراق میں کام کرنے والے فوجیوں کی زبانی فلوجا کے واقعے کی تفصیلات کا علم ہوا تو اس نے کہا۔ مجھے یقین نہیں آتا، میں مان ہی نہیں سکتی کہ میرا بیٹا راشن کے ٹرکوں کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ جا رہا تھا۔ وہ میرا بیٹا نہیں تھا۔ یہ سب کچھ سننے کے بعد مجھے یقین سا ہونے لگا ہے کہ وہ میرا بیٹا جیری نہیں، کوئی اور تھا۔ میں نے اس کی میت نہیں دیکھی تھی۔ دوسرے سب بتا رہے تھے کہ تابوت میں وہی ہے۔ میں اب بھی خواب میں دیکھتی ہوں، میرا جیری زندہ ہے۔ بس مجھے فون نہیں کر سکتا یا اس کے پاس اپنا کمپیوٹر نہیں۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔ لیکن آپ سوائے اُمید لگانے کے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ ڈیبکا زوکو کو یہ سب کچھ اس وقت اور بھی زیادہ عجیب لگنے لگا جب بلیک واٹر نے جیری کا سامان واپس کیا تو اس میں کچھ اشیاء غائب تھیں اور جب اس نے ان اشیاء کی واپسی یا ان کے بارے میں معلومات کا تقاضا کیا تو کمپنی نے نہایت پراسرار انداز سے ٹال مٹول کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ اس اثناء میں اس نے فلوجا کے واقعے اور جیری کے پراسرار مالکان کے بارے میں چھپنے والی خبریں اور مضامین پڑھنے شروع کئے تو حیرت سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اسے معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا عراق میں جو کچھ کر رہا تھا، اس کے نظم و نسق کے لئے کوئی قواعد وضوابط ہی سرے سے موجود نہیں تھے۔ یہ ایک کھلی جنگ تھی اور وہ ایک ایسی کمپنی کے لئے کام کر رہا تھا، جو جہاں چاہتی، جیسے چاہتی اور جو چاہتی کرتی ہے۔ اور پھر اس کے ذہن میں اپنے بیٹے پر ہونے والے حملے کے بارے میں سوال اُبھرا کہ آخر وہ فلوجا میں کر کیا رہا تھا؟ اس سوال کا کہیں سے کوئی مثبت جواب نہ ملا تو

PdfStuff.blogspot.com

احساس ہوا دال میں ضرور کچھ کالا اور گڑبڑ ہے۔ اور پھر اس گڑبڑ کا احساس صرف متاثرہ خاندانوں تک محدود نہ رہا، جلد ہی اس کی گونج ہر چہار جانب سنائی دینے لگی۔ یہ حقیقت ہے کہ جس دن فلوجا کا سانحہ پیش آیا، اسی دن فوکس نیوز چینل کے ایک پروگرام میں ریٹائرڈ کرنل رالف پیٹرز نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ عراق میں غیر محفوظ عام گاڑیوں میں کون گھوم رہا ہے؟ یہ لوگ یا تو آج کے بہت ہی بے وقوف کاروباری لوگ ہیں یا پھر یہ جاسوسی اور سراغ رسانی کے اداروں والے ہیں، جو حکومت کے دشمنوں اور باغیوں کی بُو سونگھتے پھرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس نے کہا کہ اگر تو یہ کاروباری لوگ ہیں، تو سمجھو یہ بڑے طاقت ور لوگ ہیں اور جو طاقت ور ہو گا، وہی زندہ بچے گا کے نظریہ پر کام کر رہے ہیں۔

اس سے اگلے ہی دن نیشنل ریڈیو پر نیو یارک ٹائمز کے نمائندے جیفرے جنتلمین نے فلوجا سے واپسی پر یہی سوال اٹھایا کہ یہ بات بڑی پراسرار لگتی ہے کہ آخر دو غیر محفوظ گاڑیاں کس حفاظتی حسار کے بغیر عراق کے سب سے خطرناک شہروں میں سے ایک شہر کی گلیوں میں کیوں سفر کر رہی تھیں۔ تربیت یافتہ، پیشہ ور لوگوں کا یہ حشر ہو سکتا ہے تو عام شہری جو فلوجا جیسے شہروں میں ایسی صورت حال میں پھنس جاتے ہوں گے، ان کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ برا سلوک ممکن ہے۔ بلیک واٹر کے علاوہ کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی دوسری کمپنیوں سے بھی اسی طرح کے سوال پوچھے گئے تو جواب ملا۔ ہماری پالیسی ہے کہ ہمیشہ مسلح گاڑیاں استعمال کرتے ہیں اور تب تک کسی مشن پر نہیں نکلتے جب تک مسلح گاڑیاں فراہم نہ کی جائیں۔ چند دن بعد لندن آبزرور نے فلوجا میں گھات لگا کر ہونے والے حملے کے حوالے سے ایک مضمون ــــ ڈھکا چھپا خطرہ ــــ ایک عام گاڑی اب کیوں عراق میں خطرناک سواری ہے؟ چھاپا۔ مضمون نگار نے SUV کو اپنی مرضی کی گاڑی پر قبضہ کا نام دیا اور لکھا کہ فلوجا امریکہ مخالف مزاحمت کا گڑھ بن چکا ہے، جہاں پولیس والے بھی امریکیوں سے کوئی تعاون نہیں کرتے اور نہ امریکی فوجی فلوجا میں زیادہ آزادانہ گھومتے پھرتے ہیں اور جب کبھی وہ کہیں آتے جاتے ہیں تو ان کے

ساتھ مسلح ہیلی کاپٹر اور بھاری اسلحہ ہوتا ہے۔ امریکی بحریہ کے ایک سابق رکن کا کہنا ہے کہ ہر وہ غیر ملکی، جو یہاں مارا گیا، وہ محض اپنی حماقت اور بے وقوفی سے مارا گیا ہے۔ وہ صحیح طریقِ کار کی پیروی نہیں کرتے اور نہ حفاظتی ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔

عمان اور بغداد میں فلوجا کے ردعمل میں پروفیسر مارک لی وائن نے سائنس مانیٹر میں لکھا۔ یہاں بہت سے لوگ فلوجا میں گزشتہ ہفتے ہونے والے امریکیوں کے جانی نقصان کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ غیر ملکی فوجیوں کو عام پرانی گاڑیوں میں سوار کروا کر فلوجا کی ٹریفک سے بھری سڑکوں پر بھیجنا، جہاں وہ بیٹھی ہوئی بطخوں کی طرح بالکل ناکارہ ہو جائیں۔ اس طرح دشمنوں کو جان بوجھ کر دی گئی امریکی شہ بھی سمجھا جا سکتا ہے تاکہ ایسی تخریب کاری اور تشدد کی آڑ میں امریکی فوج اپنے بھگوڑوں کو سزا دینے کے لئے ایک جھوٹا بہانا گھڑ سکے۔ انسانوں کو بے رحمی سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے تصویری مناظر کی تشہیر ہوئی اور ساتھ میں پینٹا گان اور وائٹ ہاؤس کی طرف سے ملازموں کے خلاف شدید انتقامی کارروائیاں کرنے کے موثر بیانات جاری ہوئے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ بلیک واٹر کے خلاف اس کے اس دن کے مشن سے متعلق یقینی سوالات وقتی طور پر دب گئے، لیکن یقیناً پوری طرح غائب نہیں ہوئے۔ اور کمپنی بھی جانتی تھی کہ جلد یا بدیر اسے ان سوالات کا سامنا کرنا اور جواب دینا پڑے گا۔

فلوجا میں حملے کے ایک ہفتہ بعد بلیک واٹر نے وضاحتی بیان جاری کیا جس کے بارے میں نیو یارک ٹائمز نے لکھا کہ یہ بلیک واٹر کو اس واقعے کے الزام سے بری کر سکتا تھا۔ شاندار فوجی ریکارڈ کے حامل بلیک واٹر کے نائب صدر پیٹرک ٹوہے نے نیویارک ٹائمز کو بتایا کہ سچ تو یہ ہے کہ ہمیں جان بوجھ کر اس جگہ تک لے جایا گیا جہاں دشمن گھات لگا کر بیٹھا تھا۔ ٹائمز کو دیئے گئے بلیک واٹر کے بیان کے مطابق ان کے چار آدمیوں کو باقاعدہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت وقوعے کی جگہ تک لے جایا گیا تھا اور ان کو وہاں تک لے جانے والے عراقی انتظامیہ کے وہ

PdfStuff.blogspot.com

حلیف تھے، جنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ وہ بلیک واٹر کے فوجی قافلے کو خطرناک شہر کے محفوظ راستوں سے تیز رفتاری کے ساتھ نکال کر منزل پر پہنچا دیں گے لیکن انہوں نے وعدہ خلافی کی اور چند کلومیٹر بعد ہی اچانک سڑک بلاک کر دی، جس کی وجہ سے بلیک واٹر کے تمام ارکان کے لئے فرار کے راستے بند ہو گئے اور وہ سب کے سب وہاں پہلے سے انتظار میں چھپے بیٹھے مسلح افراد کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ فلوجا میں شدید کشیدگی اور نفرتوں کے باوجود ٹائمز نے کمپنی کے بتائے خطوط کی رپورٹ میں مسلح گاڑیوں کی کمی کے بارے میں یا اس حقیقت کے بارے میں کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا کہ مشن پر چھ کے بجائے چار آدمی کیوں بھجوائے گئے۔ ٹائمز نے بلیک واٹر کی بیان کردہ کہانی کو سچ مانتے ہوئے اعلان کیا کہ تحقیقات سینئر امریکی عہدیداروں کی عراقی فوجیوں کے بارے میں حالیہ شکایات سے بالکل ہم آہنگ ہیں۔

مشرق وسطیٰ میں موجود چوٹی کے امریکی کمانڈر جنرل جان پی۔ ابی زید نے گزشتہ ماہ سینٹ کی مسلح افواج سے متعلق کمیٹی کے روبرو تحریری بیان دیا تھا، جس میں اس نے عراقی سکیورٹی اور پولیس فورسز کے بارے میں برملا اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ عراق میں اس وقت دو لاکھ سے بھی زیادہ سکیورٹی اہلکار موجود ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گرد اور باغی، سکیورٹی فورسز میں نقب لگا کر داخل ہونے کی کوشش کریں گے اور ہم جانتے ہیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور ہو چکا ہے۔ فوجیوں کا چناؤ اور انتخاب کرتے وقت ہم پوری پوری احتیاط کرتے ہیں کہ غلط اور جرائم پیشہ لوگ فورسز کی صفوں میں نہ گھسنے پائیں۔ دوسری طرف پینٹاگان کو ایسی نئی خفیہ اطلاعات بھی ملی ہیں جن میں خبردار کیا گیا ہے کہ سُنی اور شیعہ رضا کار گروپ کچھ شہروں میں عراقی تھانوں میں لوٹ مار کرنے کے بعد پولیس کی وردیاں اور اسلحہ مشتعل لوگوں میں بانٹ رہے ہیں، لیکن عراق میں پال بریمر کے نائب جم سٹیل نے، جسے خفیہ طور پر بلیک واٹرز کی لاشیں واپس لانے اور واقعے کی تحقیقات کے لئے فلوجا میں بھیجا گیا تھا، اس نے اور دوسرے سینئر امریکی

عہدیداروں نے اس کہانی کو بڑے زوردار طریقے سے جھٹلا دیا۔ دی نیویارکر میگزین کے جان لی، اینڈرسن نے بغداد میں جم سٹیل سے ملاقات کے بعد لکھا کہ جم سٹیل نے اپنی تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ کرائے کے فوجیوں سے عراقی پولیس کی غداری اور عدم تعاون کا کوئی ثبوت نہیں ملا۔ دہشت گردی سے متعلق ایف بی آئی کے مشیر میلک نائس نے، جو ایک سابق بحری انٹیلی جنس افسر تھا اور ایک وقت عراق میں ایک پرائیویٹ سکیورٹی کمپنی کا سربراہ رہ چکا تھا، اس نے بھی شیل کے بیان کی تصدیق اور تائید کی۔ اس نے کہا فلوجا میں ایک عراقی پولیس کے آدمی کی ضمانت کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ فلوجا جیسی جگہ پر مقامی فوج کے آدمی کی کسی بات پر کبھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا، خاص طور پر اس وقت جب آپ ایک اہم قافلہ لے کر جا رہے ہوں جیسے کہ یہ لوگ جا رہے تھے۔ نیوی کے ایک اور انٹیلی جنس افسر رچرڈ پیری جو فوج میں ملازمت کے دنوں میں سکاٹ کے ساتھ تھا، اس نے کہا کہ فلوجا کا واقعہ ایک سنگین غلطی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا آخر وہ لوگ عراق کے خطرناک ترین علاقے میں کسی بھی فوجی حفاظت کے بغیر ان دو گاڑیوں میں سفر کیوں کر رہے تھے جبکہ ان کے پاس صرف ہلکے ہتھیار تھے۔

ٹائم میگزین نے بلیک واٹر کے آپریشنل حربوں سے واقف ایک سابق فوجی کے حوالے سے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ بلیک واٹر نے افغانستان میں موجود کرائے کے تمام جنگجوؤں کو جارحانہ ڈرائیونگ کرنے کی مناسب تربیت نہیں دی تھی۔ انہیں جو مشن سونپے جاتے تھے، ان میں اگرچہ اعلیٰ شخصیات کی حفاظت کے ساتھ ساتھ جارحانہ ڈرائیونگ کے فرائض بھی شامل ہوتے تھے۔ محتاط ڈرائیونگ اور گھات سے بچنے کے طریقے ان کی عسکری تربیت کا حصہ نہیں تھے۔ اسی اثنا میں سانس فرانسسکو کرانیکل نے لندن سے رپورٹ دی کہ بلیک واٹر سے معاہدہ رکھنے والے ایک فرم کنٹرول رسک گروپ نے اس وقت بلیک واٹر کو خبردار کیا تھا کہ فلوجا میں سفر کرنا محفوظ نہیں۔ بغداد میں کام کرنے والی دوسری سکیورٹی کمپنیوں کے اعلیٰ عہدے داروں کے مطابق بلیک واٹر کا یہ فیصلہ کہ وہ کسی بھی حال میں یہ سفر کریں گے، اس

PdfStuff.blogspot.com

کی اپنے نئے کلائنٹس کو متاثر کرنے کی خواہش کا شاخسانہ تھا۔ ایک عہدے دار نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ اس فیصلے پر بڑا ہنگامہ اور گرمی سردی ہوئی تھی۔ قافلے کی روانگی سے تھوڑی دیر پہلے کنٹرول رسک گروپ نے ایک بار پھر بلیک واٹر کو آگاہ کیا کہ فلوجا میں سفر کرنا خطرناک ہے، لیکن بلیک واٹر والے دکھانا چاہتے تھے کہ ان کے لئے کچھ پُرخطر نہیں۔ بلیک واٹر کے ترجمان بریٹلی نے خیال ظاہر کیا کہ کچھ عجب نہیں بلیک واٹر کی کچھ حریف اور مسابقتی کمپنیاں اس افسوس ناک واقعے کی آڑ لے کر بلیک واٹر کی شہرت اور نیک نامی کو نقصان پہنچا کر اپنا کاروبار چمکانا چاہتی ہیں۔ بلیک واٹر کے بریٹلی نے کرانیکل کو اپنے تفصیلی بیان میں بتایا کہ ہماری اندرونی تحقیقات جاری ہیں۔ دوسری پرائیویٹ سکیورٹی کمپنیوں سمیت کسی کی بھی طرف سے دی جانے والی ایسی کسی بھی وارننگ کا ہمیں علم نہیں کہ 31 مارچ کو قافلے کی رہنمائی کرنے والے مقامی آبادی کے تمام خطرناک راستوں سے بہت اچھی طرح واقف تھے اور انہیں قافلہ کو محفوظ راستوں سے لے کر جانے کا خاصا تجربہ تھا۔ یہ سارے لوگ اعلیٰ تربیت یافتہ امریکی بحریہ کے گوریلے اور اسپیشل فورسز کے لوگ تھے۔ یہ خفیہ حملہ ایسے طریقے سے ہوا کہ قافلے کی حفاظت کے لئے اضافی نفری ہوتی، تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

اس دوران شمالی کیرولینا کے مقامی صحافیوں نے چھان بین اور حقیقت تک پہنچنے کی خاطر بلیک واٹر کے لوگوں تک رسائی حاصل کرنا شروع کر دی۔ ان لوگوں نے انہیں بتایا کہ بلیک واٹر کے متعین کردہ معیار کے مطابق ایک گاڑی میں کم از کم تین افراد ہونا چاہئے تھے، نہ کہ دو.....اور وہ دو کاروں میں دو، دو کی ٹیم میں جا رہے تھے۔

فلوجا کے حملے کے کئی دن بعد 13 اپریل 2004ء کو ہیلونسٹن کے گھر والوں کو الاسکا کی رہائشی کیتھی پوٹر کی جانب سے ایک ای میل موصول ہوئی۔ کیتھی پوٹر ہیلونسٹن کے کویت میں قیام کے دوران وہاں کے بلیک واٹر سٹی آفس میں تعینات تھی۔ کیتھی پوٹر نے تعزیت کرتے ہوئے بتایا کہ ہیلونسٹن جب جنوبی عراق میں کام

کر رہا تھا تو اس کی ٹیم میں چھ لوگ ہی تھے نہ کہ چار، جو اس دن اس کے ساتھ فلوجا میں داخل ہوئے۔ اور جب اصل منصوبہ ناکام ہو گیا تو ہیلونسٹن نے اپنی حفاظت اور مدد کے لئے امدادی گاڑیوں اور ہنگامی کمک حاصل کرنے کی کوشش بھی کی۔ ہیلونسٹن فیملی نے کمپنی کے عہدے داروں سے رابطہ کیا تو انہوں نے اس پر بات کرنے سے انکار کر دیا کہ ایگزیکٹو سکیورٹی کے لئے مسلح گاڑیاں کیوں فراہم نہیں کی گئیں۔

فلوریڈا میں سکاٹ کی ماں کیٹی کے دل و دماغ میں کشمکش جاری تھی اور بہت سارے سوال سر اٹھا رہے تھے۔ اس نے آخر کار ایرک پرنس سے براہِ راست رابطہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کا کہنا ہے کہ حیران کن حد تک یہ رابطہ بڑی آسانی سے ہو گیا۔ میں نے فون کر کے ایرک کو بتایا کہ میں سکاٹ کو پیش آنے والے واقعے کی تفصیلی رپورٹ اور اس نے کمپنی سے جو معاہدہ کیا تھا، اس کی ایک کاپی لینا چاہتی ہوں۔ اس پر ایرک نے پوچھا، کیوں؟ میں نے کہا، میں اس دن پیش آنے والے واقعے کی محض تفصیل جاننا چاہتی ہوں تاکہ دل کو سکون اور قرار آ جائے۔ ایرک نے بتایا کہ آپ کو یہ دونوں چیزیں چند ہفتوں میں مل جائیں گی تو میں نے اسے بتایا کہ آپ پہلے ہی ایک رپورٹ لکھ چکے ہیں، وہ مجھے کل ہی کیوں نہیں مل سکتی؟ کیا آپ اسے میرے پڑھنے کے لئے دوبارہ لکھنا چاہتے ہیں؟ کیٹی کو وہ رپورٹ کبھی نہیں ملی۔ البتہ چند دن بعد ایک کال موصول ہوئی اور بتایا گیا کہ بلیک واٹر جلد ہی اپنے مرنے والے ساتھی فوجیوں کی یاد میں ایک بہت بڑی تعزیتی تقریب منعقد کرنے والی ہے۔

تعزیتی ریفرنس کی یہ یادگاری تقریب اکتوبر 2004ء کے وسط میں شمالی کیرولینا میں بلیک واٹر کے دفتری احاطے میں منعقد ہونا طے پائی تھی۔ لیکن بلیک واٹر نے اس سے ایک ہفتہ قبل ہی ایک مختلف قسم کی تقریب کا انعقاد کر ڈالا، جس میں عسکری تربیتی اہداف تیار کرنے والے نئے پلانٹ کا افتتاح ہوا۔ تقریب کے دوران حاضرین کو بلیک واٹر کی حیرت انگیز ترقی اور تیز رفتاری سے پھیلنے کے بارے میں

PdfStuff.blogspot.com

بتاتے ہوئے کمپنی کے صدر گیری جیکسن کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے بتایا کہ کمپنی کی ترقی کے اعداد و شمار خاصے حیران کن ہیں۔ گزشتہ ڈیڑھ سال کے عرصے میں ہمارے منافع میں چھ سو فیصد اضافہ ہوا ہے اور عنقریب شمالی کیرولینا میں بلیک واٹر کے ارکان کی تعداد دُگنی ہو جائے گی۔ کمپنی نے بغداد اور اُردن میں بھی اپنے دفاتر کا آغاز کر دیا ہے۔ گیری جیکسن نے حاضرین کو بتایا کہ یہ ایک ایسی صنعت ہے، جس میں منافع اربوں ڈالرز کی صورت میں ملتا ہے اور بلیک واٹر نے تو ابھی صرف اس کی اوپری سطح کو ہلکا سا چھوا ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس نے تقریب میں شریک گورنر مائیک ایزلے کے حوالے سے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ گورنر مائیک ایزلے نے ایک عالمی سکیورٹی کمپنی کے ہیڈ کوارٹرز کے شمالی کیرولینا میں ہونے کو خوش آئند قرار دیا کیونکہ وہ اپنی ریاست کو ملک کی سب سے زیادہ 'ملٹری فرینڈلی' ریاست کہتا ہے۔

چند دن بعد 17 اکتوبر کو کمپنی نے فلوجا میں کام کرنے والے اکثر فوجیوں کے اہلِ خانہ کو شمالی کیرولینا میں بلوایا، جہاں ایرک پرنس نے فلوجا میں کارروائیوں کے دوران مرنے والے بلیک واٹر کے فوجیوں کے اعزاز میں کمپنی کی طرف سے یادگاری تختی کی نقاب کشائی کرنا تھی۔ فلوجا میں مرنے والے چار بلیک واٹرز کے رشتہ داروں کے علاوہ تین خاندان اور تھے جن کے عزیز بلیک واٹر کے لئے کام کرتے ہوئے عراق میں قتل کر دیئے گئے تھے۔ کمپنی سب کو رہائش کے لئے ایک ہوٹل میں لے گئی، جہاں ان کے کمروں میں ان کے آرام و آسائش اور ضرورت کا ہر سامان موجود تھا اور ٹوکریوں میں قیمتی تحائف رکھے تھے۔ ڈیبکا کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔ ایک عجیب سی بے سکونی تھی۔ لگتا تھا جیسے کوئی مسلسل ہمیں دیکھ رہا ہے لیکن معلوم نہیں ہوتا تھا کہ وہ کون ہے؟ ایک بلاوجہ سا تناؤ جسم میں پھیلا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ تمام خاندانوں کے ہر فرد کے ساتھ بلیک واٹر کا ایک ایک گارڈ مقرر کر دیا گیا، جو ہمہ وقت ساتھ رہتا اور آپس میں بات چیت کے وقت بھی وہ وہاں سے نہیں ہلتا تھا بلکہ اگر کبھی گفتگو کا رخ فلوجا کے مخصوص

موضوع کی طرف مڑنے لگتا تو فوراً مداخلت کر کے گفتگو کا موضوع بدل دیتا۔ ان لوگوں کو محسوس ہوا جیسے کمپنی ان خاندانوں کو فلوجا کے واقعات کے بارے میں بات کرنے سے روکنا چاہتی ہے۔

پھر یادگاری تقریب ہوئی۔ ایک چھوٹے سے قطعے میں مرنے والوں کے نام کی تختیاں لگائی گئیں اور بلیک واٹر نے مہمانوں کو اپنی عمارت اور ٹریننگ سنٹرل کی سیر کرائی۔ کمپنی کے دفتری احاطے میں دو جھنڈے لگے تھے جن میں سے ایک پر جیری اور اس کے باقی ساتھیوں کے نام گاڑے گئے تھے۔ کمپنی کے ایک نمائندے نے بتایا کہ یہ جھنڈا عراق میں کام کرنے والے بلیک واٹر کے ارکان نے بنا کر بھیجا تھا۔ تقریب کے اختتام پر اعلان ہوا کہ کل 18 اکتوبر کو کمپنی نے اپنے مہمانوں کے لئے ایک چھوٹی سی میٹنگ کا اہتمام کیا ہے، جس میں فلوجا میں پیش آنے والے واقعات کے بارے کمپنی انتظامیہ سے سوالات کر سکیں گے۔

زوکو فیملی والے بتاتے ہیں کہ 18 اکتوبر کو دوسری منزل پر واقع میٹنگ روم میں پہنچے اور بڑی سی کانفرنس ٹیبل کے گرد بٹھا دیئے گئے۔ ایرک پرنس کمرے میں نہیں تھا۔ زیادہ لوگ نہیں تھے۔ میز کے ایک سرے پر بھرے بالوں والی ایک گوری عورت بیٹھی تھی جس کا نام عینی تھا۔ اس کے علاوہ بلیک واٹر کا ایک اعلیٰ عہدے دار مائیک رش بھی موجود تھا، جس کا تعارف مہمانوں سے عراق میں موجود 'تیز ترین بندوق' کہہ کر کروایا گیا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ حال ہی میں عراق میں اپنا گھر بیچنے اور بیوی کو طلاق دینے کے بعد واپس امریکہ آیا ہے اور چند دن بعد یہ سارے کام نمٹا کر واپس عراق جانے والا ہے۔ میٹنگ شروع ہوئی تو ڈیبکا بتاتی ہے کہ اس نے سب سے پہلے اپنے بیٹے کی گم شدہ اشیاء کی بابت دریافت کیا۔ اسے بتایا گیا کہ جیری فلوجا جاتے ہوئے اپنی ساری چیزیں ساتھ لے گیا تھا، جو وہاں تباہ ہو گئی تھیں۔ باقی جتنی ملیں، وہ سب اکٹھی کر کے آپ کو بھجوائی جا چکی ہیں۔ اس کے بعد جب واقعے کی تفاصیل کے بارے سوال شروع ہوئے تو وہاں موجود بلیک واٹر کے نمائندوں کی گفتگو میں تلخی جھلکنے لگی اور ماحول گرم ہونے لگا۔ اصل میں یہ گفتگو کا

PdfStuff.blogspot.com

وہ مقام تھا جہاں بلیک واٹر والے متاثرہ خاندانوں کو ایسی کوئی بات نہیں بتا رہے تھے جو وہ جاننا چاہتے تھے، اس لئے وہ ان کے سوالوں سے بدمزہ ہونے لگے تھے۔ تب عینی اچانک اپنی کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی اور بولی۔

''آپ لوگ جو باتیں پوچھ رہے ہیں، وہ کمپنی کی پالیسی کے تحت انتہائی حساس اور خفیہ ہیں، جو نہیں بتائی جاسکتیں۔ اس کے باوجود اگر سب کچھ جاننا چاہتے ہیں تو آپ کو اس کے لئے ہم پر مقدمہ کرنا ہوگا۔''

اس پر ڈینیکا زو کو نے سر ہلایا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں ضرور ایسا کروں گی۔''

دو ہفتے بعد امریکہ کے صدارتی انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوا۔ جارج ڈبلیو بش 2004ء کا صدارتی الیکشن جیت گیا۔ بلیک واٹر کے اعلیٰ عہدے داروں نے ایرک پرنس کی سربراہی میں بش اور ری پبلکن پارٹی کے چندہ اکٹھا کرنے والوں پر پیسوں کی بارش کر دی اور بش کے چار سال کے لئے دوبارہ انتخاب کو اپنے کاروبار کے پھیلاؤ اور کرائے کے فوجیوں کی بھرتی اور تعیناتی کی صنعت کے بے مثال پھیلاؤ کے لئے انتہائی بہترین قرار دیا۔ امریکی فوج نے انہی دنوں فلوجا کے گرد اپنا محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا اور امریکی فوجی گھر گھر چھاپے مار کر لوگوں پر تشدد کرنے لگے۔ اس دوران مزید سینکڑوں عراقیوں کو قتل اور ہزاروں کو گھروں سے بے گھر کر دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ مقبوضہ عراق میں غاصبوں یعنی امریکیوں کے خلاف مزاحمت کی تحریک مضبوط ہوتی اور پھیلتی گئی۔ حیرت انگیز بات ہے کہ شہر میں ہونے والی اندھا دھند گرفتاریوں اور دہشت ناک حملوں کے باوجود بلیک واٹر کے چار آدمیوں کے قاتلوں کو گرفتار نہ کیا جا سکا۔ 14 نومبر کو فوجیوں نے علامتی طور پر فلوجا میں دریائے فرات پر بنے ایک غیر معروف پُل کو آمدورفت کے لئے کھول دیا اور تب ہی کسی نے پُل پر موٹے موٹے کالے حروف میں لکھا۔

''یہ بلیک واٹر کے ان امریکیوں کے لئے ہے، جنہیں ستمبر 2004ء میں یہاں قتل کر دیا گیا تھا..... سیمپر فنڈیلس پی ایس تم پر تھوکتا ہے۔''

بلیک واٹر انتظامیہ کے روّیے اور طرزِ عمل سے برگشتہ ہو کر سکاٹ، جیری

کے باقی ساتھیوں باٹالونا اور مائیک ٹیگ کے خاندان والوں نے 5 جنوری 2005ء کو شمالی کیرولینا کی ویک کاؤنٹی کی اعلیٰ عدالت میں بلیک واٹر کے خلاف ظالمانہ قتل اور ہرجانے کا دعویٰ کر دیا۔ وکیل ڈین کلاہن نے عدالت کو بتایا کہ بلیک واٹر عراق میں ہر وہ کام کرنے پر آزادانہ قادر ہے جس کے کرنے کی کوئی تہذیب یافتہ معاشرہ اجازت نہیں دیتا اور دہشت گردی سے کہیں زیادہ قابلِ نفرین ہے۔ ہم اس کیس میں بلیک واٹر کے ساتھ ساتھ اس ناکارہ اور کرپٹ سسٹم کو بھی بے نقاب کرنا چاہتے ہیں، جو اس وقت عراق میں رائج ہے۔ اس کیس میں بلیک واٹر پر الزام لگایا گیا کہ اگر بلیک واٹر، سکاٹ جیری اور اس کے ساتھیوں کو اس اہم مشن پر کسی خاص تیاری کے بغیر نہ بھیجتی تو آج وہ بھی زندہ ہوتے۔ ان چار آدمیوں کو بکتر بند گاڑیوں اور خود کار ہتھیاروں کے بغیر فلوجا کے جنگ زدہ انتہائی پُرخطر علاقے میں بھیجنا محض اتفاق یا حادثہ نہ تھا، بلکہ اس ٹیم کو ضروری اسلحے اور افراد کے بغیر بھیجنے والے بلیک واٹر کے ہی لوگ تھے جو وہاں ان کی دیکھ بھال پر مامور تھے۔

بادی النظر میں لگتا تھا کہ یہ کیس خاصا طویل چلے گا۔ مارے جانے والے لوگ آخر بلیک واٹر کے کرائے پر لئے گئے فوجی ہی تھے۔ وہ سب اپنی مرضی سے وہاں گئے تھے، جہاں انہیں اچھی تنخواہیں ملتی تھیں اور وہ جانتے تھے کہ وہاں ان کے قتل ہونے یا زندگی بھر کے لئے معذور اور اپاہج ہونے کے قوی امکانات ہیں۔ یہ ساری باتیں انتہائی ہولناک تفصیل کے ساتھ بلیک واٹر اور ان کے درمیان ہونے والے معاہدے میں صاف صاف تحریر تھیں۔ اس معاہدے میں انہیں آگاہ اور خبردار کیا گیا تھا کہ ایکشن کے دوران ان کو کوئی بھی حادثہ پیش آ سکتا ہے اور ان کی جان تک جا سکتی ہے یا کسی قسم کی جسمانی معذوری بھی لاحق ہو سکتی ہے۔ بلیک واٹر کی طرف سے عدالت کو کیس خارج کرنے کی جو درخواست دی گئی، اس میں ان تمام شرائط کا پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا تھا اور عدالت پر زور دیا گیا تھا کہ جنہوں نے اس معاہدے پر دستخط کئے، انہوں نے ان سارے خطرات کو بخوشی قبول کیا اور اپنی مرضی اور خوشی سے ان سارے خطرات اور ان سے بالواسطہ اور بلاواسطہ جڑے دوسرے

PdfStuff.blogspot.com

خطرات میں کودنا پسند کیا۔

کلاہن اور اس کی لیگل ٹیم نے اس سے انکار نہیں کیا۔ تاہم ان کا اصرار تھا اور الزام تھا کہ بلیک واٹر نے معاہدے میں جو حفاظتی کور مہیا کرنے کی ضمانت دی تھی، وہ جان بوجھ کر ان کو فراہم نہیں کیا گیا۔ معاہدے کے مطابق بلیک واٹر انتظامیہ کو انہیں مسلح بکتر بند گاڑیاں دی جانی چاہئے تھیں اور ہر گاڑی میں تین افراد ہونے چاہئیں تھے۔ ایک ڈرائیور، ایک راستہ بتانے والا اور ایک پیچھے گن مین، جس کے پاس بھاری خودکار SAW MATCH-46 ہتھیار ہونا چاہئے تھا جو ایک منٹ میں 850 راؤنڈز فائر کرتی ہے۔ اس سے گن مین کو عقب سے ہونے والے کسی بھی حملے کو ناکام بنانے میں آسانی ہوتی جبکہ ان کے پاس اپنی حفاظت کے لئے کچھ بھی موجود نہ تھا۔ ہر گاڑی میں صرف دو لوگ سوار تھے، جن کے پاس بہت ہی کم طاقت والی مشین گن اور بندوقیں تھیں، جنہیں استعمال کرنے کا انہیں موقع ہی نہیں ملا۔ کلاہن نے عدالت کو توجہ دلائی کہ بڑے ہتھیار کے بغیر، تیسرے آدمی کے بغیر، بکتر بند گاڑی کے بغیر ان کے موکلین کے پیاروں کو ایک خطرناک شہر میں بھجوانا فی الحقیقت انہیں موت کے منہ میں جان بوجھ کر دھکیلنے کے مترادف تھا۔

مقدمہ آگے بڑھا تو انکشاف ہوا کہ فلوجا میں قتل ہونے والے کرائے کے فوجی بلیک واٹر اور قبرص میں رجسٹرڈ ایک کمپنی یورسٹ سپورٹ سروسز (ESS) کے درمیان طے پانے والے ایک معاہدے کے تحت کام کر رہے تھے۔ یہ کمپنی ایک برطانوی فرم کامپس گروپ کی شاخ ہے۔ یورسٹ سپورٹ سروسز کے علاوہ بلیک واٹر کویت میں کام کرنے والی ایک کمپنی ریجنسی ہوٹل اینڈ ہاسپٹل کمپنی (RHHC) کے ساتھ بھی شراکت داری کر چکی تھی اور ان دونوں نے مل کر فوجی قافلوں کی حفاظت اور فوجیوں کو کچن کی اشیاء کی سپلائی کرنے کا ٹھیکہ حاصل کیا تھا۔ بلیک واٹر پر مقدمے کے دوران یہ الزام بھی لگایا گیا کہ وہ یورسٹ سپورٹ سروسز کی دوسری شاخ سے، جو عراق میں جاری تعمیری منصوبوں کے لئے اپنی خدمات مہیا کر رہی تھی، اس کے ساتھ مزید منافع بخش معاہدے کرنے کی شدید خواہش مند تھی اور 31 مارچ

کا بدقسمت مشن اصل میں بلیک واٹر کی یورسٹ سپورٹ سروسز کو متاثر کرنے کی ایک احمقانہ کوشش تھی، جس میں وہ یورسٹ پر ثابت کرنا چاہتی تھی کہ بلیک واٹر ان کی توقعات سے کہیں بڑھ کر ان کے لئے سکیورٹی کے مقاصد پورے کر سکتی ہے خواہ اسے ناکافی گاڑیوں، ادھورے آلاتِ حرب اور فوج کی نقل و حرکت کے لئے ناکافی امداد کا سامنا ہی کیوں نہ ہو۔ گویا عراق میں کرائے کے فوجیوں کی جانب سے کی جانے والی بہت سی دوسری کارروائیوں کی طرح فلوجا کا مشن بھی بہت سے ذیلی معاہدوں کی تہوں میں چھپا ہوا تھا اور اس بات کا تعین کرنا خاصا مشکل تھا کہ کون کس کے لئے کام کر رہا ہے کیونکہ ہر کمپنی عراق میں اپنے ذیلی کنٹریکٹرز کی پردہ پوشی پر مُصر تھی۔ البتہ یورسٹ سپورٹ سروسز کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ بلیک واٹر کی سکیورٹی سروسز کے لئے اٹھنے والے اخراجات کی تفصیل امریکہ کی وفاقی حکومت کو بھیجتی تھی اور ان سے وصولیاں کرتی تھی۔

مقدمے کی سماعت کے دوران ایک مرحلے پر متاثرین کے ایک وکیل مارک مائلز نے الزام لگایا کہ بلیک واٹر اور کویت کی ریجنسی کمپنی کے درمیان شراکت داری کا معاہدہ ہوا تو اس میں کرائے کے فوجیوں کے لئے معاہدے کی تمام اصلی شقیں شامل کی گئیں لیکن ایک لفظ ''مسلح'' حذف کر دیا گیا۔ اصل معاہدے میں درج تھا کہ تمام آپریشنز کے لئے ارکان کو مسلح گاڑیاں مہیا کی جائیں گی اور ہر گاڑی میں کم از کم تین افراد سوار ہوں گے کیونکہ اس بندوبست کے بغیر عراق کی موجودہ پُرخطر صورتِ حال کے پیشِ نظر کسی طرح کی بھی کارروائی خطرناک ہوگی۔ مارک مائلز نے کہا کہ مسلح گاڑیاں کم تعداد میں خریدنے سے بلیک واٹر نے ڈیڑھ ملین ڈالر بچائے، جو سب کے سب ایرک پرنس کے ذاتی اکاؤنٹ میں جمع ہو گئے۔ ستم کی بات تھی کہ جن لوگوں کو فلوجا بھیجا جا رہا تھا ان کے پاس وہاں کا تفصیلی نقشہ بھی نہیں تھا۔ اس کے لئے مطالبہ کیا گیا تو بلیک واٹر کے ایک عہدے دار نے حکم دیا کہ نقشوں کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں، تمہیں جو کہا گیا ہے، وہ کرو۔ اس طرح ٹیم کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ بلیک واٹر نے اس واقعے کے رونما ہو جانے کے بعد اپنی

PdfStuff.blogspot.com

غلطیوں کو چھپانے کے لئے ایمرجنسی نوعیت کے کاغذات تیار کئے۔ مارک مائلز نے کہا کہ بلیک واٹر نے مبینہ طور پر عراق میں جو کچھ کیا ہے، اگر امریکہ میں کیا ہوتا تو اس کے خلاف فوجداری مقدمات قائم کئے جاتے۔

جنوری 2005ء میں بلیک واٹر کے خلاف مقدمہ دائر ہوا اور سست روی سے قانونی پیچیدگیوں اور موشگافیوں کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ اس دوران عدالت کے دائرۂ اختیار پر بھی لے دے ہوئی۔ بلیک واٹر نے ابتدا ہی سے مقدمے کی پیروی کے لئے امریکہ کے چوٹی کے وکیلوں اور قانونی فرموں کی خدمات حاصل کیں۔ فلوجا کیس میں بلیک واٹر کا بڑا وکیل امریکی صدر ریگن کا سابق میئر فریڈ فیلڈنگ تھا، جس کے معاونین میں امریکہ کا مستقبل کا چیف جسٹس جان رابرٹس بھی شامل تھا۔ فیلڈنگ صدر نکسن کے دور میں بھی چوٹی کے وکیلوں میں شمار ہوتا تھا اور بعد میں 9/11 کے واقعے کے تحقیقاتی کمیشن کا رکن بھی رہا۔ اس کے تعلقات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 2007ء کے اوائل میں صدر بش نے ہیریٹ مائرز کو ہٹا کر اسے وائٹ ہاؤس کا مشیر مقرر کیا تھا۔ مقدمہ دائر ہونے کے بعد بلیک واٹر نے مقدمے کی سماعت رکوانے کی متعدد کوششیں کیں اور عدالت کو باور کرانے کے لئے یہ موقف اختیار کیا کہ چونکہ اس مقدمے میں قومی سلامتی اور عراق میں جاری امریکی فوج کی کارروائیوں سے متعلق حساس نوعیت کی اہم اور خفیہ معلومات افشا ہونے کا خطرہ ہے، اس لئے مقدمہ خارج کیا جائے جبکہ مائلز اور اس کے ساتھیوں نے دلیل دی کہ درحقیقت بلیک واٹر کے کرائے کے فوجی سی آئی اے کے خفیہ نمائندوں کی حیثیت سے کام نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک معاہدے کے تحت ایک غیر ملکی ہوٹل کمپنی کے کچن سے متعلقہ سامان کی حفاظت پر مامور تھے۔ جاسوسی یا قومی سلامتی کا اس کیس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تاہم حکومت اور امریکی فوج نے بلیک واٹر کے موقف کو سچ گردانا اور اس کی حمایت کی۔ کمپنی کے مطابق بلیک واٹر چونکہ فوجی کارروائیاں کرنے کے لئے امریکی فوج کو عسکری خدمات مہیا کر رہی تھی اور پینٹاگان اس کے پرائیویٹ فوجیوں کو امریکہ کی کل فوج کا ایک لازمی حصہ سمجھتا ہے،

جو خطرناک مہمات کو انجام دینے کے لئے دنیا کے مختلف مقامات پر امریکی فوج کے ساتھ سرگرمِ عمل ہے لہٰذا اس سے اپنے فوجیوں کی اموات یا زخمی ہونے کی صورت میں کوئی ہرجانہ طلب نہیں کیا جا سکتا کہ اس طرح جنگ کے علاقے میں ہونے والی اموات کے خلاف ہرجانے کا دعویٰ دائر کرنے کا مطلب گویا کمانڈر انچیف کی اتھارٹی کو چیلنج کرنے یا حملہ کرنے کے مترادف ہوگا۔ بلیک واٹر نے ان دلائل کا سہارا لے کر اپنے خلاف مقدمہ ختم کروانے کی کوشش کی۔ عدالت اگر یہ دلائل قبول کر لیتی تو اس سے بلیک واٹر کو امریکی جنگ کے علاقوں میں اپنے فوجیوں کی تعیناتی کے بعد ان سے متعلق تمام تر ذمہ داری سے آزادی مل جاتی۔ بلیک واٹر نے اس کیس کو برخاست کرانے یا کم از کم اسے وفاقی عدالت تک لے جانے کے لئے امریکہ کی پانچ بڑی معروف اور با اثر قانونی فرموں کا سہارا لیا۔ اکتوبر 2006ء میں مقدمے کی پیروی کے لئے ملک کے چوٹی کے وکیلوں میں سے ایک کینتھ سٹار کو چنا گیا، جس نے مونیکا لیونسکی اور صدر بل کلنٹن کے جنسی اسکینڈل پر 1999ء میں بل کلنٹن کے مواخذے کا کیس لڑا تھا۔ بلیک واٹر کے کیس میں اس کا نام پہلی بار 18 اکتوبر 2006ء کو سامنے آیا جب امریکی چیف جسٹس جان رابرٹس کے روبرو پیش کی گئی ایک درخواست میں استدعا کی گئی کہ مقدمہ کی سماعت کچھ مدت کے لئے مؤخر کر دی جائے تاکہ بلیک واٹر اپنے وکیل کو پچھلی عدالتوں میں ہونے والی سماعتوں کی نقول فراہم کر سکے۔ یہ التوا مل جاتا تو بلیک واٹر کے لئے امریکی سپریم کورٹ میں اس کیس کو خارج کرانے کا مقدمہ لڑنے میں آسانی ہو جاتی اور وہ اس طرح کہ اس وقت سپریم کورٹ میں تعینات ججوں کی بڑی تعداد ری پبلکن پارٹی کی مقرر کردہ تھی۔

سٹار اور اس کے ساتھی وکیلوں نے موقف اختیار کیا کہ بلیک واٹر کو اس طرح کے مقدمات سے آئینی تحفظ حاصل ہے اور اگر اس کیس کو مزید بڑھایا گیا تو اس سے بلیک واٹر کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔ ملک کی کسی دوسری عدالت میں کسی بھی سکیورٹی کمپنی پر ایسا کوئی مقدمہ نہیں چل رہا ہے کیونکہ کانگریس اور صدر کی طرف

PdfStuff.blogspot.com

سے جاری کئے گئے خصوصی احکامات کے تحت بلیک واٹر جیسی عسکری کنٹریکٹرز کمپنیوں کو ہر طرح کی ریاستی، عدالتی کارروائیوں سے تحفظ حاصل ہے۔ جسٹس رابرٹس نے بلیک واٹر کی درخواست پر "نامنظور" لکھ کر درخواست واپس کر دی اور اپنے اس فیصلے کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی۔

ڈینیکا زوکو اور دوسرے لوگوں نے بہت شروع میں واضح کر دیا تھا کہ بلیک واٹر پر مقدمے کا مقصد اس سے پیسہ بٹورنا نہیں بلکہ اس کا احتساب کرنا ہے۔ پوری دنیا مل کر بھی ان کے مرنے والوں کی زندگیوں کی قیمت نہیں دے سکتی۔ پیسہ ان کی زندگی کا متبادل نہیں اور جو لوگ ایسا سمجھتے اور سوچتے ہیں وہ بہت ہی بے وقوف ہیں۔ ایک مرحلے پر کمپنی نے پیشکش کی کہ وہ مرنے والوں کی حکومتی انشورنس کی رقم ورثاء کو ادا کرنے کے لئے تیار ہے، جو 4123.12 ڈالر فی مہینہ تھی۔ یہ پیشکش مسترد کر دی گئی۔

دو سال تک مقدمہ چلتا رہا اور تصفیے کی کوئی صورت نکلتی نظر نہ آئی، بلکہ نت نئے جھوٹے سچے الزامات سامنے آتے رہے۔ دسمبر 2006ء میں اپنے خلاف کیس دائر ہونے کے دو سال بعد بلیک واٹر نے ایک جوابی مقدمہ دائر کر دیا جس میں فلوجا میں ہلاک ہونے والوں کے لواحقین سے 10 ملین ڈالر کے ہرجانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ بلیک واٹر انتظامیہ نے الزام لگایا تھا کہ ان لوگوں نے بلیک واٹر کے ساتھ اپنے پیاروں کے معاہدوں کی خلاف ورزی کی ہے جس میں صاف اور واضح لکھا تھا کہ وہ لوگ کمپنی سے کسی قسم کے ہرجانے اور زرِ تلافی کے مطالبے کے حقدار نہیں ہوں گے۔ کلاہن نے بلیک واٹر کے اس عمل کو ورثاء کے انصاف حاصل کرنے کی جدوجہد کو ناکام بنانے کی ایک بھونڈی اور گھٹیا کوشش قرار دیا۔

الغرض دو سال سے زیادہ عرصے تک کوشش کرنے اور قانونی جنگ ہارتے چلے جانے کے بعد بلیک واٹر نے اعلیٰ مقتدر حلقوں کے تعلقات استعمال کئے اور اس کے وکیلوں نے کیرولینا میں فیڈرل کورٹ کے ایک سینئر جج کو آخر کار اس امر پر رضامند کر لیا کہ مقدمے کی سماعت بند کمرے میں میڈیا اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو

اور فریقین میں ثالثی کرا دی جائے۔ فیصلہ ہوا کہ تین پرائیویٹ ثالثوں کا فیصلہ حتمی ہوگا جسے چیلنج نہیں کیا جا سکے گا اور نہ فیصلے کی تشہیر ہوگی۔ دونوں پارٹیاں اس حوالے سے اپنا منہ بند رکھیں گی۔ تاہم مرنے والوں کے ورثاء کو اس بارے میں بھی کچھ تحفظات تھے جس کے لئے تادمِ تحریر ان کے وکیل قانونی جنگ لڑ رہے تھے۔

عراق میں امریکی فوجیوں کے ہاتھوں سینکڑوں بے گناہ عراقیوں کی اموات اور بلیک واٹر کے واقعے اور عراقی شہروں کے امریکی محاصروں کو اپنے ذہن میں رکھتے ہوئے یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ ایسے میں یہ مقدمہ محض جنگ بھڑکانے والی چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ لیکن اگر اس تصویر کو ذرا بڑا کر کے دیکھا جائے تو نظر آتا ہے کہ اصل معاملہ یہ نہیں تھا کہ فلوجا میں مرنے والے آدمیوں کی تعداد چھ کے بجائے چار کیوں تھی یا انہیں اپنے دفاع اور حفاظت کے لئے بڑے ہتھیار کیوں نہیں دیئے گئے۔ بلکہ اصل مسئلہ یہ تھا کہ امریکی حکومت نے کرائے کے فوجی بھرتی کرنے والی کمپنیوں کے لئے عراق کے دروازے چوپٹ کھول دیئے تھے اور وہ فوجی بلاک روک ٹوک، بے دھڑک پورے ملک میں گھوم رہے تھے۔

اس پالیسی کا نتیجہ غموں کا پہاڑ بن کر ان فوجیوں کے لواحقین پر ٹوٹا، جو عراق میں بے دردی سے مارے گئے تھے۔ کیٹی ہیلونسٹن نے مقدمے کی سماعت کے دوران ایک مرحلے پر کہا تھا کہ میرے بیٹے سکاٹ کے ساتھ اس دن جو کچھ ہوا، اس سے ہزاروں لوگ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ان میں کئی بے گناہ معصوم لوگ بھی شامل تھے۔ بلیک واٹر اور امریکی فوج کی جانب سے کی جانے والی انتقامی کارروائیوں میں مارے جانے والے لوگوں کا اس مقدمے میں کوئی ذکر نہیں تھا۔ لیکن اس مقدمے نے عراق اور دوسرے جنگ زدہ علاقوں میں کام کر کے کروڑوں روپے منافع کمانے والے کاروباری حلقوں میں ضرور ہلچل مچا دی، جو ان کی اذیت ناک موت کا سبب بنے تھے۔ جب یہ مقدمہ دائر کیا گیا تو اس وقت تک عراق میں 428 کرائے کے فوجی مارے جا چکے تھے جن کے وارثوں کو زرِ تلافی ادا کرنے کا بوجھ امریکی ٹیکس گزاروں کی جیب پر پڑا تھا۔

PdfStuff.blogspot.com

ستمبر 2006ء میں حکومتی اعداد و شمار کے مطابق مرنے والے پرائیویٹ کنٹریکٹرز کی تعداد 647 تک پہنچ چکی تھی۔ کلاہن اور مائلز کے بقول یہ مقدمہ ایک طرح سے ایک مثال قائم کرنے والا مقدمہ تھا، جس طرح تمباکو اور بندوق کے آزادانہ استعمال پر پابندی عائد کی جا چکی ہے، اسی طرح اگر ایک مرتبہ سکیورٹی کمپنیاں اپنا یہ پہلا مقدمہ ہار جاتی ہیں تو انہیں مستقبل کے لئے بھی یہ خوف ضرور ہو گا کہ ان کے خلاف مزید مقدمات بھی ہو سکتے ہیں۔

پینٹا گان کا انسپکٹر جنرل ـــــ دی کرسچین سولجر

صدر جارج ڈبلیو بش نے جب جوزف شمٹز کو پینٹا گان کا انسپکٹر جنرل مقرر کیا تو وہ دائیں بازو کا ایک کٹڑ نظریاتی فوجی تھا۔ انسپکٹر جنرل کا عہدہ پینٹا گان کا ایک اعلیٰ انتظامی عہدہ تھا۔ انسپکٹر جنرل تعینات ہونے کے بعد عراق اور افغانستان میں جتنے بھی عسکری کنٹریکٹرز کام کر رہے تھے، وہ براہِ راست جوزف شمٹز کی نگرانی میں آ گئے۔ اس نے 2002ء سے 2005ء تک اس عہدے پر کام کیا اور بش انتظامیہ کے ساتھ اپنی وفاداری کا مکمل ثبوت دیا۔

اس عہدے سے مستعفی ہونے کے بعد ری پبلکن اور ڈیموکریٹ پارٹیوں نے اس پر عسکری کنٹریکٹرز کو غیر قانونی، ظالمانہ کارروائیوں کی پردہ پوشی کرنے، فنڈز میں خورد بُرد کرنے اور اپنے تعلقات والے لوگوں کو بے جا طور پر نوازنے کے الزامات لگائے۔ جوزف شمٹز کی نگرانی میں کام کرنے والی تمام بڑی کمپنیوں ہیلی برٹن، KBR، بیک ٹیل، ٹرپل کینوپی، ڈائن کارپ اور بلیک واٹر نے عراق اور افغانستان میں قتل و غارت کا بازار گرم کئے رکھا تھا۔ جون 2005ء تک امریکی وزارت دفاع نے صرف عراق میں 77 کنٹریکٹرز کے ساتھ 149 معاہدے کر رکھے تھے، جن کی مجموعی مالیات 4201 بلین ڈالر تھی اور پینٹا گان کی رپورٹ کے مطابق معاہدوں کی کل مالیت کا 52 فیصد صرف ایک کمپنی ہیلی برٹن کو جا رہا تھا۔

جوزف شمٹز کے خلاف معاہدوں میں بدعنوانی، منافع خوری اور فراڈ کی فہرست خاصی طویل ہے۔ قانون ساز اداروں اور سینیٹر رون وائیڈن نے کنٹریکٹ کے لئے بولی دینے کے طریقِ کار اور اس کی شفافیت پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ چور بازاری اور دھوکا دہی کی اس سے بڑی مثال اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ عراق میں ہیلی برٹن کی بدعنوانیوں اور منافع خوری میں اس کا ساتھ دینے اور اس کے خلاف شکایات

PdfStuff.blogspot.com

کونظر انداز کرنے پر اس کے خلاف اسکینڈل بنا تو اس نے جون 2004ء میں تمام الزامات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امریکی ٹیکس دہندگان کے پیسوں میں کوئی ہیرا پھیری اور بدعنوانی ہوتے نہیں دیکھی۔ تاہم اس کے باوجود ہم چھان بین کر رہے ہیں۔ حکومتی نظام میں موجود سقم اور خامیوں نے اس طرح کے کاروباری فراڈ کو خوب سہارا دیا۔ شمٹنر کا بنیادی کام اور ذمہ داری بارہ سو پچاس ملازمین کے دفتر کی نگرانی اور دیکھ بھال تھی، جس کے لئے اس کی تحویل میں دوسو ملین ڈالر کا بجٹ تھا، جو امریکی ٹیکس دہندگان کے ادا کردہ پیسوں پر مشتمل تھا، جسے اُس نے غلط طور پر اپنی پسند کی منظورِ نظر سکیورٹی کمپنیوں کے ساتھ معاہدوں میں اُڑایا اور باقاعدگی سے منافع کماتی کاروباری سکیورٹی کمپنیوں کو ہر طرح کی جوابدہی اور تعزیرات سے چھوٹ دیئے رکھی۔ اس دوران شمٹنر نے بش انتظامیہ کو اپنی وفاداری کا یقین دلانے کے لئے ایسی خدمات بھی انجام دیں جو اس کے دائرہ اختیار سے باہر تھیں۔

تین سال تک یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور پھر ایک دن پینٹاگان کا یہ چوٹی کا سپاہی شمٹنر، تحقیقات کے شکنجے میں آ گیا۔

ری پبلکن پارٹی کے ایک طاقت ور سینیٹر چارلس گراس نے اس پر پینٹاگان کی سرکاری نیوز ریلیز کو بدلنے، سرکاری خرچ پر جرمنی میں ایک مہنگی تفریح گاہ کا منصوبہ بنانے اور کانگریس سے حقائق چھپانے کے الزامات عائد کر کے اسے کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ڈیموکریٹس بھی سینیٹر چارلس گراس کے ساتھ مل گئے اور شمٹنر کو آخری کار استعفیٰ دینا پڑا۔ تاہم انسپکٹر جنرل کے عہدے سے مستعفی ہونے سے کچھ عرصہ پہلے ہی وہ ایرک پرنس سے مل کر بلیک واٹر میں کام کرنے کی خواہش کر چکا تھا۔

بلیک واٹر سے شمٹنر کی وابستگی محض بش انتظامیہ کی جنگوں سے لگن ہی نہیں تھی۔ وہ اگرچہ ریگن انتظامیہ کے لئے خدمات انجام دے چکا تھا اور ملٹری کنٹریکٹرز کی مشکوک اور کرپٹ دنیا کا ایک اہم کارندہ بھی رہ چکا تھا۔ یہ سب حقائق اپنی جگہ

ایک وجہ ضرور قرار دیئے جا سکتے ہیں، لیکن اصل میں بلیک واٹر سے اس کی وابستگی اور تعلقات کی وجوہات ان سے کہیں زیادہ گہری تھیں۔ ایرک پرنس اور بلیک واٹر کے دوسرے عہدیداروں کی طرح جوزف شمٹنر بھی ایک پکا کیتھولک اور بنیاد پرست عیسائی تھا جبکہ کچھ لوگ اسے مذہبی شدت پسند بھی قرار دیتے تھے، جس کے ذہن پر ہر وقت خدا کی حاکمیت کے تحت قانون کی حکمرانی نافذ کرنے کا خیال چھایا رہتا تھا۔

پینٹاگان کے انسپکٹر جنرل کے طور پر اس نے جتنی تقریریں کیں، ان میں دہشت گردی کے خلاف جنگوں کو اس نے عیسائیت کی بالادستی کے لئے لڑی جانے والی جنگوں کے روپ میں پیش کیا اور بار بار کہا کہ یہ جنگیں پوری دنیا میں عیسائیت کا بول بالا کرنے اور پھیلانے کی خاطر لڑی جا رہی ہیں۔ عراق اور افغانستان سے واپس آیا تو جون 2004ء میں جو تقریر کی، اس میں کھل کر کہا کہ کسی بھی امریکی کو اس بارے میں ذرّہ برابر شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ہم خدا کی حاکمیت کے تحت نافذ کردہ حکمران قانون کو ہی جواب دہ ہیں اور یہی دہشت گردوں اور ہمارے درمیان بنیادی فرق ہے۔ ہمیں خدا کی بالادستی کے تحت ہونے والی خدائی قانون کی حکمرانی کے آفاقی نظریئے سے اپنی وابستگی پر فخر کرنا چاہئے۔

سرکاری خرچ پر تیار ہونے والی اپنی خود نوشت میں اس نے SOVEREIGN MILITARY ORDER OF MALTA سے اپنے تعلق اور رکنیت کا ذکر بڑے فخریہ انداز میں کیا۔ مالٹا کا یہ خودمختار سماجی طبقہ دراصل گیارہویں صدی میں بننے والی عیسائی رضاکاروں کی تنظیم تھی، جسے فوجی مقاصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ کیونکہ اس دور میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں۔ اس تنظیم کے قیام کا ایک مقصد ان علاقوں کا دفاع تھا، جو عیسائیوں نے جنگ کے دوران مسلمانوں سے چھینے تھے۔

مالٹا کے اس سماجی طبقے کو عالمی قوانین کی رُو سے تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس کا اپنا آئین ہے، جس کے تحت اس کے مختلف امور انجام پاتے ہیں۔ پھر اس کا اپنا

PdfStuff.blogspot.com

پاسپورٹ اور عوامی ادارے ہیں اور دنیا کے 94 مختلف ملکوں کے ساتھ اس کے آزادانہ سفارتی تعلقات قائم ہیں۔

جوزف شمٹز عیسائیت کا کٹڑ حامی ہونے کے علاوہ جارج واشنگٹن کے زیرکمان امریکہ کی انقلابی جنگوں میں لڑنے والے کرائے کے فوجیوں میں سے ایک، بیرن فریڈرک ولہم وان سئیوبن BARON FRIEDRICH WILHELM VON SUABEN کا زبردست مداح تھا، جس کا تعلق پروشیا سے تھا اور جسے شمٹز ''ہمارا طاقت ورترین انسپکٹر جنرل'' کہا کرتا تھا۔ وان سئیوبن ان چار افراد میں سے ایک تھا، جنہوں نے بلیک واٹر کے عہدے داروں کے مطابق امریکہ میں کرائے کے کاروبار کی بنیاد رکھی تھی۔ وان سئیوبن کے علاوہ باقی تین افراد جنرل لافایت، جنرل روٹمبیو اور جنرل کوسیزکو تھے۔ اُن کی یادگاریں وائٹ ہاؤس کے عین سامنے تعمیر کی گئی تھیں، جو آج بھی موجود ہیں۔ بلیک واٹر کے حلقے میں اسے ''کنٹریکٹرز بارک'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں نے مل کر شمٹز کو بلیک واٹر کا حصہ بننے کی ایک بڑی مضبوط وجہ مہیا کر دی تھی جہاں وہ ایرک پرنس کے دست راست کی حیثیت سے گروپ کے چیف آپریٹنگ آفیسر اور عمومی میئر کی حیثیت سے کام کر سکتا تھا۔ اسے بلیک واٹر کی طرف سے تنظیم میں شمولیت کے بارے میں جو پریس ریلیز جاری کی گئی، اس میں ایرک پرنس کی طرف سے اسے جنرل شمٹز کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا۔

جوزف شمٹز کا خاندان امریکہ کے انتہائی بدنام، تہذیب و شائستگی سے عاری اور سکینڈل زدہ خاندانوں میں سے ایک تھا، جس نے مختلف اوقات میں برسر اقتدار رہنے والی حکومتوں سے مراعات حاصل کیں۔ خاندان کا بزرگ جان جی شمٹز، کیلی فورنیا کی ریاست کا انتہائی دقیانوسی سیاست دان تھا، جس نے اپنے بچوں کو بے حد سخت کیتھولک ماحول میں پروان چڑھایا۔ 70 کی دہائی کے ابتدائی ایام میں ری پبلکن پارٹی کی طرف سے کانگریس کا رُکن منتخب ہوا لیکن پھر جلد ہی اُس کے اکھڑ پن اور بدزبانی کی وجہ سے اس کی کانگریس کی رکنیت ختم کر دی گئی۔ اپنے پورے

سیاسی کیریئر میں وہ خاندانی اقدار کی ترویج اور ان کی پاسبانی کی تبلیغ کرتا رہا لیکن اس کی سیاست اس وقت ایک تباہ کن اختتام کو پہنچ گئی، جب اسے سرِعام اعتراف کرنا پڑا کہ وہ دو ناجائز بچوں کا باپ ہے۔ آخری عمر میں سیاست سے ریٹائر ہو کر واشنگٹن ڈی سی میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں 2001ء میں وفات پائی اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ آرلنگٹن کے قومی قبرستان میں دفن ہوا۔

جوزف شمٹز کا بڑا بھائی، جان پیٹرک ایک وکیل تھا اور جارج ڈبلیو بش کا نائب میئر بھی رہا۔ اس نے بش کو ایران کونٹرا تحقیقات میں بچانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ شمٹز خاندان کی مقبول ترین ہستی جوزف شمٹز کی بہن میری کیلی ٹورنیو تھی، جس کی وجۂ شہرت سیاست کے علاوہ اس کی دوسری سرگرمیاں اور دلچسپیاں تھیں۔ یہ شادی شدہ اور چار بچوں کی ماں سکول ٹیچر اس وقت خبروں کا موضوع بنی، جب اس پر اپنے تیرہ سالہ شاگرد ولی فوالاؤ کے ساتھ زیادتی کرنے کا الزام لگایا گیا۔ چار ماہ قبل اس نے فوالاؤ کی بیٹی کو جنم دیا تھا اور یہ کیس کئی برسوں تک اخباروں میں شہ سرخیوں کے ساتھ چھپنے والا ایک ناقابلِ فراموش واقعہ بنا رہا۔ سات سال کی سزا اور قید کاٹنے کے بعد جس کے دوران اس نے فوالاؤ کے ایک اور بچے کو بھی جنم دیا، اس نے اپنے سابقہ چھٹی کلاس کے شاگرد ولی فوالاؤ سے 2004ء میں شادی رچا لی۔ اس کے باپ نے اس خاندانی اقتدار کی تبلیغ کرنے والے بیمار حد تک جذباتی سیاست دان نے، جو حقوقِ نسواں کے حامیوں، ہم جنس پرستوں اور اسقاطِ حمل کرانے والی عورتوں کا زبردست مخالف رہا تھا، اپنی بیٹی کا بھرپور دفاع کیا جبکہ خاندان کے دوسرے افراد نے اس معاملے میں مکمل خاموشی اختیار کئے رکھی اور حیرت انگیز بات ہے کہ یہ قصہ بش انتظامیہ میں جوزف شمٹز کے عروج کی طرف سفر کے دوران اس کے ساتھ ساتھ ہی چلتا رہا۔

جوزف شمٹز نے امریکی نیول اکیڈمی سے گریجوایشن کی اور اس کے بعد 27 سال تک بحریہ میں خدمات انجام دیں۔ تاہم اس کا زیادہ عرصہ ریزرو فوج میں گزرا۔ صدر بش نے 2001ء میں اسے پینٹاگان کا انسپکٹر جنرل نامزد کیا۔ بش

PdfStuff.blogspot.com

انتظامیہ کے دوسرے بہت سے عہدے داروں کی طرح شمٹز کی تقرری بھی میرٹ کے بجائے دوستی کی بنیاد پر عمل میں آئی تھی۔ بش سے تعلقات اور حد سے بڑھی ہوئی چاپلوسی اور وفاداری اس کے کام آئی۔ ڈیموکریٹس اور سینٹ آرمڈ سروسز کمیٹی نے اس تقرری کی بھرپور مخالفت کی اور خاصی لے دے ہوئی اور اعتراضات کئے گئے۔ لیکن اس تمام تر مخالفت کے باوجود مارچ 2002ء میں اسے انسپکٹر جنرل کا عہدہ عنایت کر دیا گیا۔ یہ عہدہ اس کے لئے بہت منفعت بخش ثابت ہوا۔ اس نے بلا جھجک اپنی قیمت لگائی اور خوب بڑھ چڑھ کر لگائی۔

پینٹاگان کے اس عہدے کے تحت اس کے دہرے فرائض تھے۔ ایک یہ کہ جنگ سے متعلق مالی معاملات میں ہونے والی ممکنہ بے ایمانیوں اور جنگی کارروائیوں کے دوران ہونے والی مالی بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کا پتہ چلائے اور دوسرے ان کی روک تھام کے لئے تمام ممکنہ تدابیر اور اقدامات کو یقینی بنائے، لیکن بدقسمتی سے ایسا نہ ہوا کہ اس نے تمام غیر ممکنہ بے ضابطگیوں کو بھی ممکن بنانے کی راہ ہموار کی اور خوب ہاتھ رنگے۔ جن لوگوں کی نگرانی اور احتساب کے لئے اسے منتخب کیا گیا تھا اور جن کے خلاف اپنے اختیارات سے تجاوز کرنے کی شکایات تھیں، ان میں ریمز فیلڈ بھی شامل تھا۔ لیکن یہ ان سب کی تعریف و توصیف اور ان سے اپنے تعلقات استوار کرنے میں لگا رہتا۔ سینٹ لوئیس میں نیشنل ریسلنگ کوچز ایسوسی ایشن کی ایک تقریب میں اس نے ریمز فیلڈ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا کہ سیکرٹری ڈیفنس ڈونلڈ ریمز فیلڈ میرا باس اور ایک سابقہ پہلوان ہے۔ وہ اکھاڑے میں اپنے حوصلے اور ڈسپلن کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔ لوگ آج بھی اس کی کہانیاں مزے لے کر سناتے ہیں۔ ایک مقابلے میں اُس کا ایک کندھا نکل گیا تھا اور اُس کا اسکور بہت کم تھا اور کسی بھی لمحے چاروں شانے چت ہو سکتا تھا، لیکن اس نے ہار ماننے اور مقابلے سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیا اور آخر کار ایک بازو کے ساتھ ہی حریف کو پچھاڑ کر میدان مار لیا۔ اس نے کہا کہ ریمز فیلڈ کا ڈسپلن، پینٹاگان کے اندر بھی بلا کا ہے۔ حالات خواہ کتنے ہی ناموافق اور مخدوش ہوں، عوامی رائے عامہ

مخالف ہو، وہ کبھی کسی اندیشے اور وسوسے کا شکار نہیں ہوتا اور نہ دل میں اُٹھنے والی خواہشات کو اپنے کام اور مشن میں حارج ہونے دیتا ہے۔ اپنی ذمہ داری اور فرائض کچھ ایسی توجہ اور انہماک سے انجام دیتا ہے کہ دوسرے حیران رہ جاتے ہیں۔ یہ سابق پہلوان دوسروں کے ساتھ ساتھ خود اپنے اوپر بھی حکمرانی کرتا ہے۔ خود پر حکمرانی کرنا اور صرف خدا کی ذات کو جواب دہ ہونا ہی ایک پاکیزہ، باعزت اور بامقصد زندگی گزارنے کی کنجی ہے۔

ریمز فیلڈ نے اپنے عملے کے ارکان کے لئے بارہ رہنما اصول وضع کئے تھے۔ اس کا پہلا جملہ تھا کہ ایسا کام کبھی مت کرو، جس سے ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کی عزت اور آن پر کوئی حرف آئے۔ جوزف شمٹز یہ بارہ اصولوں والا رہنما کتابچہ ہمیشہ اپنی جیب میں لئے پھرتا لیکن مقامِ حیرت ہے کہ اس کا ہر عمل ان اصولوں کی صریحاً نفی کرتا۔ شمٹز کی نگرانی میں منافع طلب کاروباری افراد نے جن میں سے اکثر کے انتظامیہ کے ساتھ بہت قریبی تعلقات تھے، ان وسائل کو بے دریغ استعمال کیا اور خوب پھلے پھولے جو ظاہری طور پر عراق اور افغانستان کی تعمیرِ نو کے لئے مختص کئے گئے تھے۔

لاس اینجلس ٹائمز کے رپورٹر ٹی کرسچین کی رپورٹ کے مطابق شمٹز نے سینئر بش انتظامیہ کے اہلکاروں کے خلاف جاری تحقیقات کو یا تو روک دیا، یا پھر اس کی رفتار سست کر دی اور امریکی ٹیکس دہندگان کا پیسہ اپنے ذاتی منصوبوں کی تکمیل پر بے دردی سے خرچ کیا۔ شمٹز کے ماتحت کام کرنے والے ایماندار تفتیشی افسر اس کی انتظامیہ میں موجود لوگوں کے ساتھ تعلقات اور وفاداریوں سے اتنے خائف تھے کہ ہفتہ وار بریفنگ میں ان لوگوں کے ناموں کی جگہ مختلف کوڈز استعمال کیا کرتے تھے محض اس ڈر سے کہ شمٹز انہیں کہیں نوکری سے نہ نکال دے۔

مارچ 2003ء میں شمٹز کو ایک ایسے اسکینڈل کی تحقیقات کرنا پڑیں، جس میں ایک ایسا شخص ملوث تھا، جو انتظامیہ کی عراق پالیسی تیار کرنے والوں میں شامل تھا۔ شمٹز کو تب انسپکٹر جنرل کا عہدہ سنبھالے ابھی ایک سال ہوا تھا اور عراق پر امریکی

PdfStuff.blogspot.com

حملے کا آغاز ہونے والا تھا۔ اسکینڈل کی زد میں آنے والا شخص معروف کنزرویٹو، رچرڈ پرلے تھا، جو منصوبہ برائے نئی امریکی صدی کا بانی ہونے کے علاوہ ڈیفنس پالیسی بورڈ کا سربراہ بھی تھا اور نائب سیکرٹری دفاع پال وولفووٹز کا خصوصی معاون ہونے کے ناطے پینٹاگان میں ریمز فیلڈ کے ساتھ والے دفتر میں بیٹھتا تھا۔ عراق پر امریکی حملہ ابھی ابتدائی مراحل میں تھا کہ نیو یارک ٹائمز اور نیویارکر میگزین نے انکشاف کیا کہ جنگی معاملات پر پینٹاگان کے مشیر اور ڈیفنس پالیسی بورڈ کے چیئرمین رچرڈ این پرلے کو ایک ٹیلی کمیونیکیشن کمپنی گلوبل کراسنگ نے ایک خطیر رقم کے عوض یہ ٹاسک دے رکھا ہے کہ وہ ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے اور ڈیپارٹمنٹ کو اس کے حق میں ہموار کرنے میں اس کی مدد کرے۔ گلوبل کراسنگ، عراق میں ٹیلی کمیونیکیشن کی سہولیات فراہم کرنے کا ٹھیکہ حاصل کرنا چاہتی تھی، جس کی اُسے اجازت نہیں مل رہی تھی۔ کمپنی نے یہ سوچ کر کہ رچرڈ سیکرٹری دفاع ریمز فیلڈ، جس نے اسے ڈیفنس پالیسی بورڈ کا سربراہ مقرر کیا ہے اور دوسرے سینئر عہدے داروں کے زیادہ قریب ہے، اس لئے یہ اجازت دلوانے میں کارآمد ثابت ہوسکتا ہے، اس کی خدمات حاصل کیں۔

ٹائمز نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اگر حکومت گلوبل کراسنگ کو یہ ٹھیکہ دے دیتی تو رچرڈ اس سے 7 لاکھ 25 ہزار ڈالر کما سکتا تھا۔ پینٹاگان اور ایف بی آئی اس معاہدے کے خلاف تھے۔ گلوبل کراسنگ کو عراق میں کام کرنے کی اجازت دینے کا مطلب یہ تھا کہ فرم کا پوری دنیا میں پھیلا فائبر آپٹکس کا جال چینی ملکیت کے تحت آجاتا۔ جبکہ اس آپٹک فائبر کے جال کو خود امریکہ بھی استعمال کر رہا تھا۔

ٹائمز کی رپورٹ کی اشاعت کے بعد اگرچہ اس نے اپنی صفائی پیش کرنے اور اپنا استحقاق جتانے اور بے گناہی ثابت کرنے کی کوشش ضرور کی لیکن پھر بات زیادہ پھیل جانے پر ایڈوائزری بورڈ کی سربراہی سے استعفیٰ دے دیا۔ عہدہ چھوڑتے وقت اس نے ریمز فیلڈ سے کہا کہ وہ نہیں چاہتا کہ یہ اسکینڈل ریمز فیلڈ کی توجہ عراق سے ہٹائے، جہاں اسے ایک زیادہ اہم اور سنجیدہ نوعیت کے چیلنج کا سامنا ہے۔ ریمز

فیلڈ نے رچرڈ سے کہا کہ وہ بورڈ کی سربراہی سے بے شک مستعفی ہو جائے، لیکن بورڈ میں ضرور شامل رہے۔ اور وہ رہا۔ ایوانِ نمائندگان کے رکن جان کانیرز نے رچرڈ کے خلاف تحقیقات کا مطالبہ کر دیا تو کیس تحقیقات کے لئے جوزف شمٹز کے حوالے کر دیا گیا، جس نے چھ ماہ کی تحقیقات کے بعد تمام الزامات کو جھوٹا قرار دے کر اُسے بری کر دیا، جبکہ ملک کے ہر چھوٹے بڑے اخبار میں رچرڈ کی بدعنوانیوں اور بے ضابطگیوں کے قصے اور انکشافات عام تھے۔ رچرڈ نے شمٹز کی تحقیقات پر دلی خوشی اور اطمینان کا اظہار کیا اور ریمز فیلڈ نے کہا کہ انسپکٹر جنرل کی رپورٹ نے رچرڈ پرلے اور ڈیفنس پالیسی بورڈ کی ''ایمانداری'' کو ثابت کر دیا ہے۔

رچرڈ پرلے کے مالی منفعت اور کاروباری اسکینڈل کی بازگشت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ریمز فیلڈ کے قریبی حلقوں سے تعلق رکھنے والے ایک دوسرے طاقت ور سینئر اہلکار لیفٹیننٹ جنرل ولیم بائیکن کے متعلق ایک نیا تنازعہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ جنرل دفاعی انٹیلی جنس کے شعبے میں ڈپٹی انڈر سیکرٹری تھا۔ اکتوبر 2003ء میں اس کے بارے انکشاف ہوا کہ اس نے اپنی کئی عوامی تقریروں میں مسلمانوں کے خلاف بے مغز اور احمقانہ باتیں کی تھیں اور ان میں سے بیشتر تقریریں اس نے ایسے مواقع پر کیں، جن میں وہ اپنے سرکاری عہدے کے ساتھ باوردی موجود تھا۔

جنوری 2002ء سے لے کر اب تک اس نے 23 مذہبی اجتماعات میں اپنے فنِ خطابت کے جوہر دکھائے تھے۔ اپنی تقریروں میں اس نے کہا کہ وہ جانتا تھا کہ امریکہ، صومالیہ میں موجود اپنے مسلمان حریفوں پر قابو پالے گا۔ کیونکہ ''میں جانتا تھا کہ میرا خدا ان کے خدا سے بڑا ہے۔''

بائیکن نے یہ الزام بھی لگایا کہ اسلامی انتہا پسند، امریکہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم عیسائی قوم ہیں، جو اسرائیل کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے اور ہم اپنے روحانی دشمن کو اس وقت شکست دے سکتے ہیں، جب ہم حضرت عیسیٰ کا نام لے کر ان کے خلاف میدان میں اُتریں۔

صدر بش کے بارے میں بات کرتے ہوئے جنرل بائیکن نے کہا۔ ''یہ شخص

PdfStuff.blogspot.com

وائٹ ہاؤس میں کیوں بیٹھا ہے؟ میں آج آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ وائٹ ہاؤس میں کیوں ہے۔ وہ وہاں اس لئے موجود ہے کہ خدا نے خود اسے وہاں بٹھا دیا ہے تاکہ وہ ایسے کڑے اور مشکل وقت میں ہماری مدد کرے۔

ایک دوسری تقریر میں اس نے کہا کہ دوسرے ملک اپنی اخلاقیات اور اپنی اقدار کھو چکے ہیں، لیکن امریکہ آج بھی عیسائی قوم ہے۔

ایک اور اجتماع میں اس نے کہا۔ خواتین وحضرات! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ہم جو جنگ لڑ رہے ہیں، وہ ایک مذہبی جنگ ہے۔ شیطان ہماری قوم کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہے، وہ ہمیں بحیثیت قوم ختم کرنا چاہتا ہے اور وہ ہمیں ایک عیسائی فوج سمجھتے ہوئے ہماری بربادی کے درپے ہے۔

بائیکن ایک کہنہ مشق، تجربہ کار فوجی تھا۔ ڈیلٹا فورس کے ابتدائی کمانڈوز میں سے ایک تھا، جو مختلف عہدوں سے گزرتا ہوا جائنٹ سپیشل آپریشنز کمانڈ کے سربراہ کے عہدے تک پہنچا تھا۔ مرکزی انٹیلی جنس ایجنسی میں بھی کام کرتا رہا تھا۔ اور ریمز فیلڈ کے قریبی حلقے میں شامل ہونے سے پہلے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فوج کی اسپیشل فورسز کا انچارج بھی رہ چکا تھا۔

ریمز فیلڈ کی ٹیم کا حصہ بننے کے بعد اُسے ''مطلوب'' افراد کا شکار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور اس نے بعض اطلاعات کے مطابق عراق میں قاتل دستوں کی تنظیم اور تشکیل میں اہم بنیادی کردار ادا کیا تھا۔

ایک انکوائری کے دوران وہ کانگریس کمیٹی کے سامنے پیش ہوا تو ایک رکن کے اس سوال پر کہ ویتنام میں امریکی فونکس پروگرام اور عراق میں جاری دہشت گردی کی جنگ میں ہونے والی خصوصی کارروائیوں میں مماثلت کیوں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم جن لوگوں کا تعاقب کر رہے ہیں، ان کو پکڑنا اور قتل کرنا میرے ڈیپارٹمنٹ کا ایک جائز قانونی اقدام ہے۔ میرا خیال ہے، ہم وہی کام کر رہے ہیں، جسے انجام دینے کے لئے فونکس پروگرام ترتیب دیا گیا تھا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس بار کوئی بات چھپائی نہیں جا رہی۔

ایک عسکری تجزیہ نگار ولیم آرکن نے بائیکن کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ جب وردی پوش بائیکن ایسے متعصبانہ خیالات کا اظہار کرتا ہے تو شدت سے یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ یہ سب کچھ امریکی فوج اور حکومت کی مرضی اور رضامندی سے کہہ رہا ہے اور امریکی فوج واقعی عیسائی فوج ہے، لیکن یہ مسئلے کا صرف ایک جزو ہے۔ بائیکن، پینٹاگان میں ایک ایسے عہدے پر فائز ہے، جہاں وہ براہِ راست پالیسیاں تشکیل دے سکتا ہے۔ اور یہ ایک بہت سنگین غلطی ہو سکتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو عیسائی جہاد پر یقین رکھتا ہے، اسے اتنے اہم عہدے پر فائز کر دیا جائے۔ اس کی باتوں نے واضح کر دیا ہے کہ وہ کسی بڑے عسکری عہدے دار سے ہدایات نہیں لیتا بلکہ براہِ راست خدا سے لیتا ہے۔ یہ بات خلافِ عقل بھی ہے اور خطرناک بھی کہ افغانستان اور عراق میں دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے کمانڈروں میں ایک ایسا سینئر کمانڈر بھی موجود ہو، جو اسلام کو ایک بے وقعت، بے حرمت، کم تر اور بت پرستانہ مذہب سمجھتا ہو اور دل میں یقین رکھتا ہو کہ وہ سچ مچ اسلام کے خلاف ایک مذہبی جنگ لڑ رہا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بائیکن کے نظریات اور تبصروں پر تنقید شروع ہوئی اور اس نے زور پکڑا تو پینٹاگان میں بیٹھے ریمز فیلڈ اور اس کے حواریوں نے اس کا بھرپور دفاع کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُسے برطرف کرنے یا اس کا تبادلہ کرنے کے بجائے اسے خاموشی سے ایک خفیہ مشین پر ابوغریب جیل بھیج دیا گیا، جہاں گوانتاناموبے میں اس کی ملاقات، ایکسرے کیمپ کے انچارج میجر جنرل جیفرے مٹر سے ہوئی۔ بائیکن نے ریمز فیلڈ کی ہدایات کے مطابق حکم دیا کہ وہ عراق جا کر وہاں کے قید خانوں میں بھی ایکسرے کیمپ کے قیدیوں پر آزمائے جانے والے ہتھکنڈوں کے استعمال کو یقینی بنائے۔ اس اثناء میں انسانی حقوق کی مختلف عالمی تنظیموں اور عرب ملکوں اور مسلمان تنظیموں کے احتجاج میں شدت آ گئی تو بائیکن نے پینٹاگان اور شمٹز کے ڈیپارٹمنٹ سے درخواست کی کہ اس کے خلاف الزامات کی تحقیقات نہ کرائی جائے تاکہ اس کی پوزیشن صاف ہو۔

PdfStuff.blogspot.com

جائنٹ چیفس آف سٹاف کے نائب چیئرمین جنرل پیٹریاس کا کہنا تھا کہ بائیکن شدت سے چاہتا تھا کہ اس کے خلاف الزامات کی تحقیقات آزادانہ اور ایماندارانہ ہو۔ اس طرح دس مہینے جو کڑی اور شفاف تفتیش ہوئی، شمٹز اور اس کے ساتھیوں نے بائیکن کو صرف تکنیکی اعتبار سے تین معمولی دفتری خلاف ورزیوں کا ذمہ دار ٹھہرایا اور بقیہ تمام تر الزامات سے اسے باعزت بری کر دیا۔ کسی نے اس کے اسلام کے خلاف متعصّبانہ خیالات اور بیانات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

جون 2004ء میں شمٹز نے عراق اور افغانستان کا دورہ کیا اور واپسی پر امریکی اصول بطور مؤثر ہتھیار اور دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں ہونے والی کثیر اموات کے موضوع پر ایک عوامی اجتماع میں زبردست تقریر کی۔ اس وقت ابھی ابوغریب جیل میں قیدیوں پر ہونے والے تشدد اور مظالم کا سکینڈل تازہ تازہ سامنے آیا تھا اور شمٹز جو اس اسکینڈل کی تحقیقات کا انچارج تھا، اس نے اس اسکینڈل اور اس کی تحقیقات کو دبانے کی کوشش کی۔ اس نے اس کا سارا ملبہ ابوغریب جیل میں تعینات چند امریکی گندے انڈوں پر گراتے ہوئے کہا:

''میری تحقیقات کے مطابق قیدیوں پر تشدد اور اذیت ناک مظالم کم کرنے کا حکم کسی لیڈر نے نہیں دیا تھا۔ یہ ساری کارروائی حکامِ بالا کو اندھیرے میں رکھ کر کی گئی ہے۔ اس نے کلیولینڈ کے سٹی کلب میں حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کچھ انتظامی غلطیوں اور کچھ لوگوں کے ذاتی افعال کی وجہ سے جو تھوڑی بہت بدمزگی ہوئی، اس کے لئے ذمہ داران کو انصاف کے کٹہرے تک پہنچا دیا گیا ہے، لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ پوری امریکی فوج ہی ظالم اور اخلاقی اصولوں سے بے بہرہ ہے۔ امریکی فوج بہترین ڈسپلن اور روایات کی پاسدار ہے۔ میں خود ابوغریب اور افغانستان میں موجود ایک قید خانے کا دورہ کرنے گیا تا کہ جان سکوں کہ وہاں قیدیوں سے کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے دہشت گردوں سے تفتیش اور خفیہ معلومات حاصل کرنے کے لئے کس قسم کے اصولوں اور معیار کی پیروی کی جاتی ہے۔ میں نے جتنا وقت وہاں اپنے فوجیوں کے ساتھ گزارا اور انہیں

اپنے فرائض ادا کرتے دیکھا، اتنا ہی زیادہ مجھے احساس ہوا کہ ہمارے فوجی جوان کس طرح اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر ہمارے قومی مفادات کی پاسبانی کر رہے ہیں۔ ہمیں غیر ممالک میں فرائض انجام دینے والے امریکی فوجیوں کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ انہیں امریکی روایات سے پیار ہے اور وہ ہر حالت میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔ میں بتا نہیں سکتا کہ ہمارے امریکی فوجی بھائی عراق اور افغانستان میں اعلیٰ انسانی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر کس خوب صورتی سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہ وہاں موجود دہشت گرد قیدی ہیں، جو تہذیب اور بربریت کے اصولوں اور رویوں میں موجود فرق کو سمجھنے اور تسلیم کرنے سے منکر ہیں۔ اور جب ابوغریب جیل میں قیدیوں پر روا رکھے جانے والے منظّم تشدد کے مصدقہ انکشافات ہوئے، تصویریں چھپیں اور پوری دنیا میں ان کا چرچا ہوا تو وہ پھر بھی اس بات پر مُصر رہا کہ ہم خدا کے فضل سے آج بھی پوری دنیا کے لئے امید کی واحد کرن ہیں۔'' اس کا کہنا تھا، ابوغریب سے متعلق کسی بھی بری خبر کی تشہیر نہیں کرنی چاہئے۔ ہمیں احساس ہونا چاہئے کہ ایسا کرنے سے ہم امریکہ کے ان عظیم بیٹوں اور بیٹیوں کے جذبے اور خلوص کی توہین کریں گے، جو میری، آپ کی اور ہم سب کی حفاظت کی خاطر دشمن کے خلاف ایک عظیم جنگ لڑ رہے ہیں۔

شمٹز نے کہا کہ افغانستان اور عراق میں موجود امریکی اپنی روایتی ملنساری کی بدولت مقامی لوگوں میں جلد گھل مل جاتے ہیں اور انہیں اپنا دوست بنا لیتے ہیں اور کسی خطرے یا دھمکی کے پیش نظر مقامی لوگوں سے دور رہنے کے لئے ملنے والی ہدایات کو ہنسی اور مذاق میں اُڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔

جنرل بائیکن کی طرح شمٹز پر بھی عیسائیت کا رنگ خاصا گہرا تھا۔ اس نے پینٹاگان میں اپنے گزارے ہوئے عرصے کے دوران مختلف مواقع پر جتنی تقریریں کیں، وہ پوری طرح عیسائیت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنی تقریروں میں بارہا دوسرے مذاہب اور ثقافتوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے عیسائیت کو اعلیٰ ترین مذہبی ثقافت قرار دیا۔

PdfStuff.blogspot.com

ایک مرتبہ اس نے تقریر ختم کی تو حاضرین میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر کہا کہ تمہاری تقریر نے میرے ذہن کو اُلجھا دیا ہے۔ میں آئین کو ہمیشہ سے سیکولر مانتا ہوں اور میرا خیال تھا کہ حکومت ایک سیکولر ادارہ ہے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ ماضی میں مذہب اور ریاست کے درمیان کی گئی تفریق کو اس حکومت نے مٹا دیا ہے۔

شمٹز نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ''دنیا میں موجود دوسرے لوگوں کے برعکس امریکی بہت زیادہ مذہبی ہیں اور یہ ایک تاریخی اور حالیہ حقیقت ہے۔ ہمارے لئے خدا کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ خدا ایک حقیقت ہے۔''

شمٹز کی شاہ خرچیوں، حد سے بڑھی ہوئی دوست نوازی اور بدعنوانیوں نے جلد ہی ذرائع ابلاغ کی توجہ بھی اپنی طرف کھینچ لی اور احتساب کا مطالبہ ہونے لگا۔ مختلف سکینڈلز میں ملوث ہونے پر اُسے ری پبلکن پارٹی کے سینئر گراس نے خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ تاہم شمٹز نے اُس کی ایک نہ چلنے دی۔

ایک سکینڈل کا مرکزی کردار، ریمز فیلڈ کا معاون اور ڈیفنس کا نائب انڈر سیکرٹری جان جیک شا تھا۔ جیک، ری پبلکن پارٹی کا ایک انتہائی متعصب کارکن تھا اور جیرالڈ فورڈ سے لے کر بش تک ہر ری پبلکن انتظامیہ کا حصہ چلا آ رہا تھا۔ اس کے خلاف الزام تھا کہ عراق پر امریکی قبضہ مکمل ہونے کے بعد وائٹ ہاؤس نے اسے عراق میں ٹیلی کمیونیکیشن سسٹم کا انچارج بنا دیا، جبکہ اسے دفاعی معاہدے طے کرنے یا ٹیلی کمیونیکیشن سسٹم کا سرے سے کوئی تجربہ نہ تھا۔ اس نے اپنی سرکاری پوزیشن کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے قریبی اور ذاتی دوست کاروباری اداروں کو منافع بخش کنٹریکٹ دلوائے اور یہ سب کچھ شمٹز کی سرپرستی میں ہوا کہ پینٹاگان کا انسپکٹر جنرل ہونے کے ناطے ٹیلی کمیونیکیشن سے جڑے تمام معاہدوں پر اس کے دستخط ہوتے۔

جیک شا کے خلاف بدعنوانیوں کی تحقیقات کے مطالبے نے زور پکڑا تو شمٹز نے خود تحقیقات کرنے کے بجائے یہ کیس ایف بی آئی کے حوالے کر دیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ وہ چونکہ جیک شا کا نائب بھی رہ چکا ہے، اس لئے شاید اس کی

تحقیقات پر بھروسہ نہ کیا جا سکے۔ یہ جان چھڑانے کا ایک آسان طریقہ تھا کہ ایف بی آئی کے پاس اس طرح کے کیسوں کی چھان بین کے لئے وقت ہی نہیں ہوتا اور معاملہ سرد خانے کی نذر ہو جاتا ہے۔ اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔ ایف بی آئینے اس کیس کی کوئی تفتیش نہیں کی اور آخر کار اسے ردّی کی ٹوکری کے حوالے کر دیا۔

پینٹاگان میں اپنے قیام کے دوران شمٹز، انسانی اسمگلنگ کے خلاف عوامی سطح پر خوب بڑھ چڑھ کر جذباتی تقریریں کرتا۔ انسانی اسمگلنگ بالخصوص جنسی مقاصد کے لئے کی جانے والی انسانی اسمگلنگ، عیسائی انتہا پسندوں اور بش انتظامیہ کا ایک محبوب ترین ایشو تھا۔

ستمبر 2004ء میں شمٹز نے ایوانِ نمائندگان کی آرمڈ سروسز کمیٹی میں ''اخلاقی اضافیت کی دُھند میں لپٹی جنسی غلامی کا تجزیہ'' کے نام سے اپنا تحریر کردہ ایک مقالہ پیش کیا، جس میں اس نے کہا تھا کہ اضافیت کا اخلاقی نظریہ امریکی آئین سے متصادم ہے اور امریکی صدر اکیسویں صدی میں ہونے والی جنسی غلامی کو اخلاقی قانون، جو انسانوں اور قوموں سے بالاتر ہوتا ہے، کے تحت خصوصی برائی سمجھتا ہے۔ شمٹز نے لکھا کہ کسی بھی طرح کی اخلاقی بے راہ روی، جیسے جسم فروشی اور جنسی غلامی کا ارتکاب بہرصورت ناپسندیدہ ہے اور اس کے لئے فریقین کی رضامندی اور پردہ پوشی اس سے صرف نظر کرنے کے لئے پیش نہیں کی جا سکتی۔ امریکی آئین کے تحت حلف اُٹھانے والوں کو جنسی غلامی اور اس جیسے دوسرے اخلاقی جرائم کی شناخت کر کے ان کو جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حیرت انگیز بات تھی کہ شمٹز ایک طرف تو یوں جنسی غلامی اور آزاد خیالی کی مہم چلا رہا تھا اور دوسری طرف خود ایسے معاملات کی تفتیش و تحقیقات سے احتراز برت رہا تھا، جو کھلم کھلا انسانی اسمگلنگ سے متعلق تھے۔ انسانی اسمگلنگ کے اس دھندے میں KBR جیسی کمپنیاں بھی ملوث تھیں، جس کے تقریباً 35 ہزار ملازمین عراق میں کام کر رہے تھے اور ان کا تعلق تیسری دنیا سے تھا۔

شکاگو ٹریبون کے کیم سیمپن نے بارہ نیپالی باشندوں کے حوالے سے ایک

PdfStuff.blogspot.com

رپورٹ چھاپی، جن کو اگست 2004ء میں عراق بھیجا گیا اور وہاں سے انہیں اغوا کر کے قتل کر دیا گیا۔ کیم سیمپن نے اس کا ذمہ دار کچھ ذیلی کنٹریکٹرز اور انسانی اسمگلروں کے ایجنٹوں کو قرار دیا، جن کی بظاہر خدمت کر کے امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کبھی تھکتا نہیں تھا۔

شکاگو ٹریبون کے رپورٹر نے اس سارے دھندے کے ثبوت اور شواہد بھی تلاش کیے، جن سے ثابت ہوتا تھا کہ یہ ذیلی کنٹریکٹرز اور انسانی اسمگلر اپنے ملازمین کے پاسپورٹ وغیرہ ضبط کر لیتے اور ان کی حفاظت اور معاہدے کی شقوں سے متعلق انہیں اندھیرے میں رکھتے۔ ایک معاملہ تو ایسا بھی رپورٹ ہوا جہاں ان افراد کو بھوکا پیاسا رکھنے کی دھمکیاں دے کر اور مختلف طریقوں سے خوف زدہ کر کے انہیں عراق جا کر کام کرنے پر مجبور کیا گیا۔ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا تھا کہ KBR اور فوج نے ان ذیلی کنٹریکٹرز کو ان ممالک سے بھی افراد بھرتی کر کے عراق لانے کی اجازت دی ہوئی تھی، جن ملکوں نے سرکاری طور پر اپنے لوگوں پر پابندی لگا رکھی تھی کہ وہ عراق جا کر کام نہیں کریں گے۔ اس کا مطلب تھا کہ ہزاروں افراد کو غیر قانونی اور ناجائز طریقوں سے عراق اسمگل کیا گیا تھا۔

شمٹز، ڈیپارٹمنٹ آف ڈیفنس کا انسپکٹر جنرل تھا اور ان واقعات کا نوٹس لینا اس کی ذمہ داری تھی۔ بقول شکاگو ٹریبون، یہ معاملات اس کے سامنے اٹھائے گئے کہ عراق میں مختلف گروپ انسانی اسمگلنگ کے دھندے میں ملوث ہیں لیکن اس نے ایک سال تک اس بارے میں چپ سادھے رکھی اور لاتعلق بنا رہا۔ بعد ازاں 25 اگست 2005ء کو ایک خط کے ذریعے ایوانِ نمائندگان کو بتایا کہ اس نے ان الزامات کی بابت عراق میں موجود فوجی عہدے داروں سے بات کی تھی اور انہوں نے ابتدائی تحقیقات کے بعد چند فوری اصلاحی اقدامات کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے تاہم وہ اصل حقائق چھپا گیا اور اپنے ساتھیوں کو مزید اخلاقی جرائم کے لئے ایک آڑ مہیا کر دی۔

مئی 2003ء میں جوزف شمٹز کے حوالے سے ایک اور بڑا اسکینڈل منظر عام

پر آیا، جب پینٹاگان نے بوئنگ کمپنی سے تیس بلین ڈالرز کی ایک بڑی رقم کے عوض ایک سو عسکری ٹینکر جہازوں کی خریداری کا سودا کیا۔ یہ معاہدہ طے پانے کے فوراً ہی بعد اس پر مختلف حلقوں کی طرف سے اعتراضات ہونے لگے اور اسے ایک ڈولتے ہوئے فضائی کاروبار کو تھوڑی بہت تقویت اور سہارا دینے کا غیر معمولی اقدام قرار دیا گیا۔

ری پبلکن پارٹی کے سینیٹر جان میک کین نے اسے ایک خراب پالیسی پر عمل کرنے اور ایک دفاعی کنٹریکٹر کو نوازنے کا کیس قرار دیا اور اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اگر بوئنگ کمپنی سے نئے ٹینکر طیارے اصل قیمت سے کئی گنا زیادہ قیمت پر لیز پر لینے کے بجائے پہلے سے موجود طیاروں میں ضروری تبدیلیاں کروالی جائیں تو اس سے ایک بڑی رقم کی بچت ہو سکتی ہے۔ تاہم اس متنازعہ ڈیل میں بوئنگ کمپنی کا پلڑا بھاری تھا اور اس کے لئے یہ معاہدہ حاصل کرنا زیادہ مشکل نہ تھا کہ اس کے حمایتی ٹولے میں ایسے بڑے اور با اثر لوگ موجود تھے، جن کی پوری حکومتی مشینری تک رسائی تھی اور جو ایوانِ صدر سے سینٹ اور ایوانِ نمائندگان تک ہر جگہ شامل تھے اور اس کے لئے کچھ بھی کر سکتے تھے۔

فنانشل ٹائمز کی ایک رپورٹ کے مطابق بوئنگ نے پچھلے سال ایک دفاعی مہم میں 20 ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کی تھی، جس کا سرخیل، رچرڈ ہرے تھا۔ وال اسٹریٹ جرنل نے اس ڈیل کے حق میں جو اداریہ لکھا، اس کا کچھ حصہ رچرڈ ہرے کا تحریر کردہ تھا، لیکن اس نے بوئنگ کی سرمایہ کاری کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔

معاہدے کی منظوری ایڈورڈ سی پیٹ آلڈرج جونیئر نے دی، جسے بش نے پینٹاگان میں اسلحہ خریدنے والے شعبے کا انچارج مقرر کیا تھا اور یہ بوئنگ کمپنی کا حصہ بننے والی کمپنی میڈونل ڈگلس الیکٹرانک سسٹم کا صدر بھی رہ چکا تھا۔ دلچسپ بات ہے کہ اُس نے اس معاہدے کی منظوری اس وقت دی، جب پینٹاگان میں اس کا آخری دن تھا۔ سینٹ کی آرمڈ سروسز کمیٹی کے چیئرمین اور ری پبلکن پارٹی کے رکن جان وارنر کے بقول یہ معاہدہ موجودہ تاریخ میں دفاعی شعبے کی بدانتظامی کی

PdfStuff.blogspot.com

بدترین مثال تھا، جسے آخر کار اقرباء پروری کے سخت ترین الزامات کے باعث منسوخ کرنا پڑا۔ اس ڈیل کے نتیجے میں ایئر فورس کے شعبہ خریداری کے افسر اور بوئنگ کے نمائندے کو جیل کی ہوا کھانی پڑی اور ایئر فورس سیکرٹری جیمز روشے کو اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا، لیکن اس اسکینڈل کے بڑے اور مرکزی کردار حیرت انگیز طور پر محفوظ رہے۔

اس کیس کا خاتمہ آخر کار پینٹا گان میں جوزف شمٹز کی میز پر جا کر ہوا، جب آخری تحقیقات اور حتمی رپورٹ کے لئے اسے اس کے پاس بھیجا گیا۔ جون 2005ء میں شمٹز نے 257 صفحات کی ایک رپورٹ تیار کی لیکن اسے عوامی سطح پر جاری کرنے سے پہلے وائٹ ہاؤس بھجوا دیا، جہاں اسکینڈل میں ملوث وائٹ ہاؤس کے سینئر اہلکاروں کے ممکنہ کردار کی پردہ پوشی کی خاطر ان سے متعلق تمام تر معلومات، ثبوت اور حوالے حذف کر دیئے گئے، جس پر ری پبلکن سینیٹر گراس نے شمٹز کے نام ایک خط میں احتجاج کیا اور کہا کہ فائنل رپورٹ میں سے تمام تر ضروری اور بنیادی شہادتوں کو حذف کر کے کچھ یقینی گناہگاروں کو احتساب کے شکنجے میں پھنسنے سے بچا لیا گیا ہے۔

جوزف شمٹز نے رپورٹ میں ریمز فیلڈ اوو ولفووٹز کے بیان اور تبصرے شامل نہیں کئے تھے۔ حالانکہ ابتدائی تفتیش کاروں کی رپورٹوں میں ان دونوں کا تذکرہ موجود تھا۔ ایئر فورس سیکرٹری روشے نے اپنے بیان میں کہا تھا کہ اسے ریمز فیلڈ نے جولائی 2003ء میں سیکرٹری آف آرمی کی پوسٹ کے لئے نامزد دس افراد سے متعلق گفتگو کے لئے بلایا تو زور دے کر مجھ سے کہا تھا کہ میں ٹینکر پروپوزل کے بارے میں اپنی رائے میں کوئی تبدیلی نہ کروں۔ اسی طرح واشنگٹن پوسٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق تفتیشی افسروں نے ریمز فیلڈ سے پوچھا کہ آیا انہوں نے بوئنگ سے ٹینکر لیز پر لینے کے معاہدے کی منظوری دی تھی؟ حالانکہ یہ حکومت اور پینٹا گان کے قواعد وضوابط کی صریحاً خلاف ورزی تھی تو ریمز فیلڈ کا جواب تھا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کسی ایسے معاہدے کی منظوری دی ہو۔ معاملہ سینٹ تک پہنچا، جہاں ری

پبلکن پارٹی نے شمٹز کی رپورٹ میں موجود کئی خامیوں کی نشاندہی کی اور اسے تنقید کا نشانہ بنایا۔ پینٹا گان کا انسپکٹر جنرل ہونے کے ناطے شمٹز کو تفتیش کے لئے کسی کو بھی گواہی کے لئے طلب کرنے کا اختیار حاصل تھا، لیکن اس کے باوجود اس نے کئی اہم اور ضروری افراد کے بیانات حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی اور اگر کسی ماتحت تفتیشی افسر نے ایسا کچھ کرنے کی کوشش بھی کی تو اسے روک دیا گیا۔

سینیٹر گراس لے، کے بقول شمٹز نے جس انداز میں اس اسکینڈل کی تحقیقات کیں، اس نے انسپکٹر جنرل کی غیر جانب داری اور پاک دامنی پر کئی سوالیہ نشان لگا دیئے تھے اور یہ حقیقت واضح ہونے لگی تھی کہ پینٹا گان اور وائٹ ہاؤس میں موجود اعلیٰ عہدیداروں کی طرف سے بوئنگ کمپنی کو کاروباری ترقی اور استحکام کی خاطر اربوں ڈالر دینے کی پیش کش کی گئی تھی۔

یوں لگتا تھا، جیسے اسکینڈلز نے پینٹا گان کے انسپکٹر جنرل کے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا اسکینڈل۔ شمٹز کا آفس مختلف النوع اسکینڈلوں کے گرداب میں پھنس کر رہ گیا اور اس پر ہر طرف سے تنقید کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ یہ حالات ایسے ہی چل رہے تھے کہ جون 2005ء میں اس نے حکومت کو ایک خط لکھ کر نوٹس بھجوا دیا کہ وہ بلیک واٹر کے خلاف کسی بھی معاملے کی تحقیقات نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ بلیک واٹر کے ساتھ اس کی ملازمت کے لئے بات چیت چل رہی ہے اور وہ عنقریب ادھر چلا جائے گا۔ اس نوٹس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آخر اس نے اس وقت کیوں بلیک واٹر میں ملازمت کے لئے بات چیت کا راز کھولنا مناسب سمجھا؟ جبکہ اس بات چیت کا سلسلہ تو پورے ایک سال سے چل رہا تھا، جب وہ اپنے بغداد کے نو روزہ دورے کے دوران بلیک واٹر کے انتہائی منظورِ نظر کلائنٹ، پال بریمر سے ملا تھا اور دونوں نے ساتھ مل کر 29 انسپکٹر جنرلز کا نیٹ ورک بنانے کے لئے کام کرنا تھا، جنہوں نے عراقی وزارتوں کے ساتھ مل کر عراق کے لوگوں کو خود مختاری واپس دینے کی راہ ہموار کرنے کے لئے حالات کو سازگار بنانا تھا۔ اس پر تبصرہ کرنے والے یار لوگوں نے کہا۔ ان دو اہلکاروں کا نئی

PdfStuff.blogspot.com

عراقی حکومت کی نگرانی کے لئے ایک نظام کا وضع کرنا بالکل ایسا ہی ہوگا، جیسے دو لومڑیوں سے کہا جائے کہ وہ مل کر فیصلہ کریں کہ مرغیوں کے ڈربے کی حفاظت کس طرح کی جائے۔

26 اگست 2005ء کو اس نے اپنے اسٹاف کو سرکاری طور پر مطلع کر دیا کہ وہ پینٹاگان میں اپنی ذمہ داریوں سے مستعفی ہو کر بلیک واٹر کے ساتھ کام کرنے جا رہا ہے۔ اس نے ستمبر 2005ء میں بلیک واٹر کے ساتھ کام کا آغاز کیا تھا کہ جنوبی امریکہ میں کترینہ طوفان نے امریکی تاریخ کی بدترین تباہی مچا دی اور بلیک واٹر کو وہاں امدادی سرگرمیوں میں ہاتھ بٹانے کے عوض کئی منافع بخش کنٹریکٹ مل گئے۔

کترینا ـــــ ملبے کے ڈھیر پر خوابوں کے محل

جوزف شمٹز کو بلیک واٹر کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کئے ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ جنوبی امریکہ میں نیو اورلینز کو تاریخ کے ایک بدترین سمندری طوفان کترینا نے آلیا، جس سے بڑی تباہی ہوئی، لیکن دوسری طرف یہ تباہی اپنے جلو میں بلیک واٹر کے لئے نئے معاہدوں کی نوید لائی اور اس کے لئے ترقی و خوش حالی کے کئی نئے راستے کھل گئے۔

بلیک واٹر نے تباہ حال نیو اورلینز کے ملبے پر خوابوں کے محل تعمیر کرنے میں ذرا دیر نہیں لگائی۔ 29 اگست 2005ء کو کترینا کے سمندری طوفان کے فوراً ہی بعد بلیک واٹر کے آدمی وہاں پہنچ گئے۔ وفاقی حکومت اور دوسرے تمام امدادی ادارے پیچھے رہ گئے۔ کمپنی کے ایک سو پچاس فوجی پورے جنگی ساز و سامان کے ساتھ جنگی لباس میں تباہ حال نیو اورلینز کی گلیوں میں پھیل گئے۔ کمپنی نے بڑے فخریہ انداز میں اعلان کیا کہ اس کے فوجی امدادی کاموں اور سرگرمیوں میں ہاتھ بٹانے پہنچے ہیں، لیکن شہر کی گلیوں میں اپنی مخصوص وردی میں ملبوس، مخصوص حلیے کے ساتھ اور مخصوص بکتر بند گاڑیوں میں سوار گشت کرتے پھرتے اس کے فوجی، کمپنی کے دعوے کی نفی کرتے ہوئے کچھ اور ہی کہانی سناتے۔ یہ فوجی سب کے سب بھاری ہتھیاروں سے مسلح تھے اور ان میں سے کچھ کے پاس M-4 خودکار ہتھیار تھے، جو ایک منٹ میں نو سو راؤنڈ فائر کر سکتے ہیں اور کچھ کے پاس شارٹ گنز تھیں جبکہ پولیس کمشنر ایڈی کا دعویٰ تھا کہ ایسے ہتھیار رکھنے کی اجازت صرف فوج اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ہوتی ہے۔

بلیک واٹر کے آدمی سینٹ پیٹر اینڈ بوربون کے کونے میں واقع 711 نام کے شراب خانے کے باہر جمع تھے اور کچھ فوجی شراب خانے کی بالائی منزل سے گدے،

PdfStuff.blogspot.com

کپڑے، جوتے اور گھریلو استعمال کی دوسری اشیاء اُٹھا اُٹھا کر سڑک پر نیچے پھینک رہے تھے۔ یہ کسی کا رہائشی کمرہ لگتا تھا، جو وہ خالی کر رہے تھے۔ پھر انہوں نے بالکنی کے جنگلے پر لہراتا امریکی جھنڈا بھی اُکھاڑ دیا اور نیچے سڑک پر ایئر بورن کے 82 ویں ڈویژن کے بارہ فوجی کھڑے خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔

بلیک واٹر کے مسلح افراد باری باری عمارت کے اندر باہر آ، جا رہے تھے۔ کچھ فوجیوں سے بات ہوئی اور انہوں نے مجھے عراق میں ہونے والے اپنے تجربات سے بھی آگاہ کیا۔ ایک فوجی نے بتایا کہ وہ عراق پر امریکی قبضے کے بعد پال بریمر اور نیگرو پونٹے دونوں کے حفاظتی دستے میں شامل رہا ہے۔ ایک اور فوجی اپنے موبائل پر کسی سے شکایت کرتے سنائی دیا کہ اسے ایک دن کے کام کے صرف ساڑھے تین سو ڈالر مل رہے ہیں۔ اس کے گلے میں کمپنی کا دیا گیا شناختی کارڈ لٹک رہا تھا، جس پر نمایاں حروف میں ''آپریشن آزادیٔ عراق'' لکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی گفتگو میں عراق واپس جانے کے لئے بڑی بے تابی کا اظہار کیا، جہاں اس کے بقول اصل معرکہ ہو رہا تھا۔

بلیک واٹر کے ان فوجیوں سے ایک گھنٹہ گفتگو ہوئی، اس دوران انہوں نے عراق میں اپنے ایڈونچر اور سرگرمیوں کے بارے میں بتانے کے علاوہ نیو اورلینز میں اپنی آمد کا مقصد بھی بتایا کہ انہیں یہاں امدادی سرگرمیوں میں ہاتھ بٹانے اور سماج دشمن افراد کا مقابلہ کرنے کے لئے بھجوایا گیا ہے۔ خاکی یونیفارم میں ملبوس آنکھوں پر سن گلاسز چڑھائے، بھاری فوجی بوٹ پہنے، تنومند بازوؤں پر بلیک واٹر کی شناختی علامات کے بیج لگائے اور پشت پر جلی حروف میں بلیک واٹر لکھوائے ان سب کے پاس تباہ کن، خودکار ہتھیار تھے اور انہوں نے اپنی بندوقیں ٹانگوں کے گرد باندھ رکھی تھیں اور بلٹ پروف جیکٹوں پر فاضل گولیاں لٹک رہی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ امریکی براعظم میں ان جیسے فوجیوں کا استعمال بالکل ایک نئی چیز ہے، جو اس سے پہلے کبھی نہیں کیا گیا۔

بلیک واٹر کے صدر گیری جیکسن نے ایک اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ

ہماری تیاری اتنی ہے کہ عراق میں بڑی آسانی سے جنگ لڑ سکتے ہیں۔ ہمارے فوجیوں کے پاس جدید ترین ہتھیاروں کی کوئی کمی نہیں۔ تاہم جب ہم نے کترینا کے سمندری طوفانوں سے پیدا ہونے والی ہنگامی صورتِ حال اور مشکلات کا اندازہ لگایا تو اپنے فوجیوں کو یہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا کہ یہاں تعمیرِ نو کے کام میں ہاتھ بٹانے کے لئے ان جیسے تجربہ کار افراد کی ضرورت تھی۔

جیکسن نے دعویٰ کیا کہ بلیک واٹر نے فرنچ کوارٹر کو محفوظ علاقہ بنا دیا ہے۔ اس دعوے پر خاصی لے دے اور تنقید ہوئی۔ مقامی انتظامیہ نے اس دعوے کو جیکسن کی ڈینگ قرار دیتے ہوئے اس کی سختی سے مذمت کی۔ لوزیانا نیشنل گارڈ کے میجر ایڈبش کی رائے تھی کہ ہر گروپ اپنے بارے میں جھوٹے سچے قصے سنا کر لوگوں پر اپنا رعب گانٹھنا چاہتا ہے، لیکن ان کی حرکتوں سے ہم مقامی لوگوں کو یوں لگتا ہے جیسے وہ فرنچ کوارٹر میں ہمیں شکست دینا چاہتے ہیں۔ مشی گن کے علاقے کینٹ وڈ کے ایک سابق پولیس افسر ڈین بولنز، جو بلیک واٹر ہی کا ایک کرائے کا فوجی تھا اور نیو اورلینز آنے سے پہلے عراق میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ نیو اورلینز میں وہ بلیک واٹر کی طرف سے بیل ساؤتھ نامی کمپنی کے ملازموں کی حفاظت اور سکیورٹی پر مامور تھا۔ اس نے بتایا کہ نیو اورلینز پہنچنے کے بعد وہ اس کے ساتھی کئی دنوں تک بھاری ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اپنی بکتر بند گاڑیوں میں گشت کرتے رہے تھے۔ اس نے کہا، عراق اور یہاں میں یہ فرق ہے کہ یہاں سڑک کے کنارے بم نصب نہیں ہوتے۔ یہ بالکل تیسری دنیا کے کسی ملک جیسا ہے۔ یقین ہی نہیں آتا کہ یہ بھی امریکہ ہے۔ ہم خود کو یہ احساس دلاتے رہتے ہیں کہ ہم عراق میں ہی کام کر رہے ہیں۔

بلیک واٹر ان چند گنی چنی کمپنیوں میں سے ایک تھی، جس نے اپنے کاروبار کو وسعت دینے کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا۔ جنگ سے تباہ حال کھنڈر بنے خلیجی ملک ہوں یا قدرتی حادثات اور سمندری طوفان کے پیدا کردہ ہنگامی حالات، اس نے کمال ہوشیاری سے آگے بڑھ کر پیسہ کمانے کی کوئی نہ کوئی سبیل ضرور نکال لی۔

PdfStuff.blogspot.com

سمندری طوفان، کترینا سے متاثر ہونے والے ہزاروں لوگوں کو وفاقی حکومت اور مقامی انتظامیہ نے بے یارومددگار چھوڑ دیا تھا، جبکہ میڈیا پر ان کی بھرپور کوریج ہو رہی تھی اور ان کی بربادی اور تباہ حالی کے ہولناک مناظر روزانہ ٹی وی سکرین پر دکھائے جا رہے تھے۔ ذرائع ابلاغ کی رپورٹوں، تجزیوں اور مناظر کی تشہیر نے لوگوں میں غم و غصے کی ایک شدید لہر دوڑا دی اور حکومت پر کڑی تنقید ہونے لگی۔

ایک رپورٹ میں حکومت کو توجہ دلاتے ہوئے کہا گیا کہ نیو اورلینز سے باہر بیٹھ کر اگر آپ یہاں کے حالات کے بارے میں تصور کریں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ نیو اورلینز جرائم پیشہ افراد کے لئے اس وقت سونے کی کان بن گیا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ یہاں پیشہ ور مجرموں کا سالانہ میلہ لگا ہوا ہے۔ حقیقت یہی تھی کہ نیو اورلینز، کترینا طوفان کے بعد زندگی کی تمام بنیادی سہولتوں سے محروم اور اُجڑے ہوئے لوگوں کا شہر بن چکا تھا جہاں خوراک، پانی، رہائش اور ذرائع آمدورفت جیسی بنیادی انسانی ضرورتوں کی بے حد قلت تھی۔ ان لوگوں کو کھانے پینے کی اشیاء اور سر چھپانے کے لئے جگہ چاہئے تھی، لیکن اس کے بجائے وہاں فوری طور پر بندوقیں اور صرف بندوقیں پہنچائی گئیں اور وہ بھی بہت بڑی تعداد میں۔

فرینک بوریلی نام کے ایک سابق پولیس افسر نے جو عراق میں آپریشن کے ابتدائی دنوں میں بلیک واٹر کے لئے کام کر چکا تھا، اس نے لوزیانا میں بلیک واٹر کے کیمپ میں اپنی آمد کا ذکر کرتے ہوئے فخریہ انداز میں بتایا کہ کیمپ میں پہنچنے کے فوری بعد مجھے گولاک۔17 اور ایک مشین گن M590-A اور ان کی اضافی گولیاں دے دی گئیں۔ اس وقت وہاں ایم ایم۔9 کی گولیاں دستیاب نہیں تھیں۔ میں پھر بھی خوش تھا کہ اس جگہ اسلحہ بے تحاشا موجود تھا۔ گشت پر نکلنے سے پہلے میرے پاس جی۔17 کے تین میگزینوں میں بھری ہوئی ایم ایم۔9 کی اکیاون گولیاں موجود تھیں۔ پوری طرح ہتھیاروں سے لیس بوریلی نے کہا کہ آپریشن کو کامیابی سے پورا کرنے کے لئے دی جانے والی لاجسٹک سپورٹ بے حد شاندار تھی۔ میں جانتا ہوں کہ اسلحہ بارود یہاں سوموار کو پہنچا دیا گیا تھا اور بدھ کے روز مزید اسلحہ لایا گیا۔ یہ

بلیک واٹر کی اپنے کام سے لگن اور جذبے کی ایک شاندار مثال تھی کہ وہ اس قدر حیرت انگیز تیزی کے ساتھ اتنی بڑی تعداد میں اپنے فوجی کسی بھی سرزمین پر اُتار سکتی ہے، جن کے لئے اسلحہ بارود کی ضرورت پوری کرنا بہرحال ایک مشکل چیلنج سے کم نہیں۔

کترینا طوفان کے ابتدائی دنوں میں بھی بلیک واٹر کے ارکان بھاری ہتھیاروں سے مسلح نیو اورلینز کی سڑکوں پر کھلم کھلا بے خوف و خطر گشت کرتے نظر آتے۔ جبکہ دوسری طرف ہوم لینڈ سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کا ترجمان رَس ناک 8 ستمبر کو واشنگٹن پوسٹ کو بتا رہا تھا کہ اسے وفاقی حکومت کی طرف سے بلیک واٹر یا کسی اور پرائیویٹ سکیورٹی کمپنی کی خدمات حاصل کرنے کے منصوبے بارے کوئی علم نہیں، تاہم ہماری مقامی انتظامیہ میں ایسے افراد کی کمی نہیں، جو وفاقی حکومت کی آڑ لے کر عوامی فلاح و تحفظ کے اقدامات کے لئے ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے ہیں، لیکن اگلے ہی دن وہاں موجود بلیک واٹر کے فوجیوں نے ایک بالکل نئی بات کا انکشاف کر دیا۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ وہ یہاں کس کے حکم سے کام کر رہے ہیں تو بلیک واٹر کے ایک فوجی نے بتایا کہ ہم ہوم لینڈ سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ طے شدہ ایک معاہدے کے تحت یہاں خدمات انجام دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے پاس کھڑے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ اسے تو لوزیانا کے گورنر نے یہاں تعینات کیا ہے۔ ہمیں لوگوں کو گرفتار کرنے کا اختیار حاصل ہے اور ضرورت پڑے تو طاقت بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ اس نے اپنے گلے میں لٹکا ہوا لوزیانا کے قانون نافذ کرنے والے سرکاری اداروں کا سنہری نشانِ امتیاز بھی دکھایا، تب بلیک واٹر کی ترجمان این ڈیوک نے بھی اس کی تائید کی اور بتایا کہ بلیک واٹر کمپنی کو لوزیانا سرکار نے ایک چٹھی کے ذریعے اجازت دی تھی کہ بلیک واٹر کے فوجی سرِ عام اسلحہ لے کر گھوم پھر سکتے ہیں۔

آئینی حقوق کے مرکز کے صدر مائیکل رٹیز کو جب طوفان زدہ علاقے میں بلیک واٹر کے فوجیوں کی موجودگی کی اطلاع دی گئی تو اس نے برجستہ کہا ان بروقت اور

PdfStuff.blogspot.com

مستعد انتظامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کی گرفت انتظامی معاملات میں کمزور پڑ چکی ہے۔ یہ پرائیویٹ فوجی تنظیمیں عراق میں متعدد ظالمانہ کارروائیوں کا حصہ رہی ہیں اور اب نیو اورلینز کی سڑکوں پر ان کی موجودگی تشویش ناک ہے۔ یکم ستمبر 2005ء کو بلیک واٹر نے اپنی ویب سائٹ پر ایک پریس ریلیز جاری کی اور دعویٰ کیا کہ کمپنی طوفان زدہ علاقے میں پھنسے لوگوں کو نکالنے کے لئے اپنے SA-33 پوما ہیلی کاپٹر بھی میدان میں لے آئی اور مصیبت زدہ افراد کو یہ فضائی سہولت مفت فراہم کی گئی۔ بلیک واٹر کے بانی ایرک پرنس نے لوگوں سے اپیل کی کہ مصیبت کی اس گھڑی میں تمام امریکیوں کو اپنے مصیبت زدہ بہن بھائیوں کی مدد کے لئے اکٹھا ہو جانا چاہئے۔ اس کے نائب صدر بل میتھیوز نے 13 ستمبر کو اپنے انٹرویو میں بڑ ہانکی کہ بلیک واٹر کو فخر ہے کہ وہ نیو اورلینز میں اپنی سروسز پیش کر رہی ہے اور قابلِ تعریف امر ہے کہ مصیبت اور پریشانی کی الم ناک گھڑی میں امریکی، امریکیوں کی مدد کر رہے ہیں۔ اس طرح بلیک واٹر کے ایک اور اہم عہدیدار کوفر بلیک نے نیو اورلینز میں جاری بلیک واٹر کے آپریشن کو سراسر امدادی بنیادوں پر انجام دیا جانے والا آپریشن قرار دیا اور کہا کہ اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ بلیک واٹر جیسی کمپنیاں انسانی خدمت کو اوّلین ترجیح دے رہی ہیں۔ کترینا کا سمندری طوفان آیا تو ہماری کمپنی نے کسی قسم کے معاہدے کے بغیر فوراً ایک ہیلی کاپٹر اور اس کا عملہ امدادی کارروائیوں کے لئے مقرر کر دیا، جس کے لئے ہمیں کوئی بھی شخص یا ادارہ کسی طرح کی کوئی ادائیگی نہیں کر رہا تھا۔ ہم نے تقریباً ڈیڑھ سو افراد کو یقینی موت سے بچایا جس پر ہمیں خوشی ہے۔ ہم ہمیشہ اسی طرح اپنے ساتھی شہریوں کی مدد کے لئے تیار اور بے تاب رہتے ہیں، چاہے اس کے لئے ہمیں کچھ ملے یا نہ ملے۔ لیکن حقیقت یہ تھی کہ نیو اورلینز میں امدادی کارروائیاں انجام دینے کے لئے بلیک واٹر کو ایک کثیر رقم ادا کی جا رہی تھی۔

18 ستمبر تک اس علاقے میں 250 بلیک واٹر فوجی تعینات کئے جا چکے تھے اور کمپنی کے نائب صدر میتھیوز کے بقول، اس تعداد میں ابھی اضافہ متوقع تھا۔ اس

نے کہا کہ ہم مصیبت میں گھرے لوگوں کی مدد کر کے ایک اچھی مثال قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنا ریکارڈ درست کر لیں اور اپنے بارے لوگوں میں پھیلی ان غلط فہمیوں کو دور کریں کہ بلیک واٹر، لوگوں کو بے رحمی سے قتل کرنے والے کرائے کے فوجیوں کی تنظیم ہے۔ ہم نہیں مانتے کہ ہم نیو اورلینز میں دولت کمانے کے لئے کام کر رہے ہیں، ہم تو جلتی ہوئی آگ کو بجھانے کی اپنی سی کوشش کر رہے ہیں۔ تب کمپنی، نیو اورلینز میں جاری کارروائیوں کے لئے دھڑا دھڑ بھرتیاں کر رہی تھی۔ اس نے ایسے لوگوں کی ضرورت کا اشتہار دیا، جو کم از کم چار سال تک فوج میں خدمات انجام دے چکے ہوں اور مسلح فرائض انجام دے سکیں۔ اشتہار میں کہا گیا کہ فوری تعیناتی کے خواہش مند افراد کے لئے یہ سنہری موقع ہے اور انہیں نو ہزار ڈالر ماہانہ تنخواہ ملے گی۔

دوسری طرف اسی دوران بلیک واٹر نے ہوم لینڈ سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کو تجویز دی کہ وہ بلیک واٹر یا دوسری سکیورٹی کمپنیوں کے اشتراک سے نیو اورلینز میں سکیورٹی کے فرائض انجام دینے والوں کے لئے ٹریننگ کیمپ بنائے۔ اس سے لوگوں کو روزگار ملے گا اور ساتھ میں نیو اورلینز میں سکیورٹی کی ضروریات بھی پوری ہو جائیں گی کیونکہ کمپنی کے مطابق آنے والے دنوں میں نیو اورلینز کی تعمیر نو کے تمام منصوبوں میں سکیورٹی کی ضرورت پڑے گی۔

بلیک واٹر نے ممکن ہے، نیو اورلینز میں کسی حد تک اپنی خدمات مفت فراہم کی ہوں، لیکن اس کا یہ دعویٰ کہ اس نے سیلاب زدہ علاقوں میں پھنسے لوگوں کی فضائی مدد کر کے انہیں وہاں سے نکالا تھا، ایک حد درجہ سنجیدہ نوعیت کا سوال بن گیا اور یہ سوال پوچھنے والا کوئی اور نہیں، خود امریکی کوسٹ گارڈ ڈیپارٹمنٹ تھا، جس نے بلیک واٹر کے دعوے کے مطابق اسے وہاں فضائی کارروائیاں کرنے کی اجازت دی تھی۔ 2006ء میں ایرک پرنس نے شیخی بگھاری تھی کہ سمندری طوفان کے تباہی مچانے کے فوری بعد بلیک واٹر نے امدادی کارروائیاں شروع کر دیں اور 128 لوگوں کو یقینی موت سے بچایا لیکن جلد ہی کوسٹ گارڈ کمانڈر ٹوڈ کیمبل، جس نے امدادی

PdfStuff.blogspot.com

کارروائیوں کے ایک بڑے حصے کی کمان کی تھی، اس نے یہ کہہ کر اصل حقیقت سے پردہ اُٹھا دیا کہ بلیک واٹر نے امدادی کارروائیاں کرنے کی پیشکش کی تھی، لیکن کچھ قانونی پیچیدگیوں اور تحفظات کی وجہ سے ان کو منع کر دیا گیا کہ وہ لوگوں کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے اوپر نہ کھینچیں۔ بلیک واٹر کے لوگ ہر شام مجھ سے امدادی کارروائیوں کے بارے استفسار تو ضرور کرتے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی مجھ سے کبھی کسی طرح کی کارروائی کا تذکرہ نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کچھ کر بھی رہے تھے تو یہ سراسر ان کی اپنی صوابدید اور مرضی سے ہو رہا تھا، جس کا مجھے مطلق کوئی علم نہیں۔

بلیک واٹر کا دعویٰ تھا کہ اس نے انسانی ہمدردی کی بنیاد پر امدادی کاموں میں حصہ لیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نیو اورلینز میں کوئی ایک آپریشن بھی ایسا نہیں جو اس نے بلا قیمت یا معاوضہ لئے بغیر انجام دیا ہو۔ نیو اورلینز میں موجود پرائیویٹ کمپنیوں، بنکوں، ہوٹلوں، صنعتی اداروں اور متمول افراد کی حفاظت اور سکیورٹی کے ساتھ ساتھ اس کمپنی کو ہوم لینڈ سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کے لئے حفاظتی خدمات کا معاہدہ کسی مسابقتی بولی اور نیلامی کے بغیر دے دیا گیا تھا، جس کے تحت اُسے بظاہر تعمیرِ نو کے وفاقی منصوبوں کی سکیورٹی کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔

بلیک واٹر کے سرکاری معاہدوں کے مطابق اس نے بیٹن روگ میں واقع ایک مُردہ خانے کی نگرانی اور حفاظت کی ڈیوٹی انجام دی۔ اس ڈیوٹی کا عرصہ 8 ستمبر سے 30 ستمبر 2005ء تک صرف تین ہفتوں پر محیط تھا اور اس میں بلیک واٹر کے 14 فوجیوں اور چار گاڑیوں نے حصہ لیا اور اسے اس سب کام کے عوض چار لاکھ نو ہزار ڈالر کی ادائیگی کی گئی۔ دستاویزات کے مطابق حکومت نے بلیک واٹر کو ساڑھے نو سو ڈالر یومیہ فی فوجی ادا کئے جبکہ بلیک واٹر آگے اپنے ہر فوجی کو مبینہ طور پر صرف ساڑھے تین سو ڈالر یومیہ ادا کرتی رہی اور یوں ہر آدمی پر چھ سو ڈالر یومیہ کماتی رہی۔

کترینا کے سمندری طوفان سے تباہ حال نیو اورلینز میں ہوم لینڈ سکیورٹی ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ خدمت کا معاہدہ بلیک واٹر کے لئے غیر معمولی طور پر نفع بخش

ثابت ہوا۔ اس معاہدے کی رُو سے حکومت نے بلیک واٹر کو 33.3 ملین ڈالر کی ایک خطیر رقم بطور معاوضہ ادا کی اور اس کے لئے یہ عذر پیش کیا گیا کہ کترینا کی ایمرجنسی سے نمٹنے کے لئے اس کے افرادی وسائل کم پڑ رہے تھے اور اسے مجبوراً بلیک واٹر سے معاہدے کرنا پڑے، تاہم حکومتی ترجمان نے مختلف عالمی اور امریکی قبضوں سے اس کا تعلق جوڑنے سے احتراز کیا۔ اس پر کانگریس میں ریاست اَلی نائس سے ڈیموکریٹک پارٹی کے نمائندے جین سلیکوسکی نے حکومت پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا۔ ہم عراق میں اس طرح کی سرگرمیوں پر اُٹھنے والے اخراجات کو ڈالر اور احتساب کی نظر سے دیکھا کرتے تھے، اب وہی کام اورلینز میں ہوتا دیکھ رہے ہیں۔ ایک بار پھر کسی عوامی بولی کے بغیر اپنی منظورِ نظر کمپنی سے معاہدہ کر لیا گیا، جس کے انتظامیہ کے ساتھ گہرے تعلقات اور روابط ہیں۔ جون 2006ء تک کترینا طوفان سے متعلق حکومت کے لئے خدمات دینے کے عوض بلیک واٹر نے 73 ملین ڈالر منافع کمایا، جو دو لاکھ 43 ہزار ڈالر یومیہ بنتا ہے۔

کترینا طوفان کے متاثرین کی بحالی اور آبادکاری کے لئے سنجیدہ اور منظم کوششیں کرنے کے بجائے ایک طرف حکومت اپنی ری پبلکن پارٹی کے حامی کاروباری اداروں کو نوازنے کی پالیسی پر گامزن تھی تو دوسری طرف انتظامیہ نے ان لوگوں کو اپنی ترجیح قرار دے رکھا تھا، جنہوں نے عراق پر امریکی قبضے کے لئے مار دھاڑ اور قتل و غارت گری میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ اپنی منظورِ نظر اور من پسند کمپنیوں کی مدد اور سہولت کے لئے صدر بش نے 1931ء کا ڈیوس۔ بیکن ایکٹ منسوخ کر دیا، جس کے تحت تمام وفاقی کنٹریکٹرز کے لئے اپنے ملازمین کو پُرکشش تنخواہیں دینا لازم تھا۔ اس ایکٹ کی منسوخی سے کمپنیوں کو من مانی کرنے کا حق مل گیا۔ اب وہ اپنے ملازمین کو تنخواہ کے نام پر چند ڈالر دے کر اپنے لئے منافع کے پہاڑ کھڑے کر سکتی تھیں، لیکن جلد ہی حکومت کو مجبوراً اس ایکٹ کی منسوخی کے احکامات واپس لینا پڑے۔

سمندری طوفان کترینا کے بعد نیو اورلینز کی تعمیرِ نو کے نام پر امریکی نائب صدر

PdfStuff.blogspot.com

ڈک چینی نے اپنی سابقہ کمپنی ہیلی برٹن کو، جس نے عراق کی جنگ میں سب سے زیادہ کاروباری فوائد حاصل کئے تھے، نیو اورلینز میں اسے شہر بھر میں نصب کئے جانے والے پمپوں اور تعمیر کئے جانے والے انفراسٹرکچر کی سکیورٹی کے لئے 30 ملین ڈالر کی ادائیگی کی، جبکہ شا گروپ کو، جسے عراق جنگ میں 135 ملین ڈالر سے زائد رقم ادا کی گئی تھی، اسے کترینا معاہدوں کی مد میں سات سو ملین ڈالر سے بھی زیادہ ادائیگی ہوئی۔ بعد ازاں حکومت نے ری پبلکن پارٹی کی حامی یا اس سے جڑی تمام کمپنیوں کے معاوضوں میں خصوصی اضافہ کر دیا، جس کے نتیجے میں شا گروپ نے 950 ملین ڈالر، فلور نے 1.4 بلین ڈالر اور بیٹیمل نے 575 ملین ڈالر منافع کمایا۔

نیو اورلینز اور اس سے ملحقہ سیلاب زدہ علاقوں کو جلد ہی جنوبی امریکہ کی دلدل میں دھنسا ہوا بغداد کہنا شروع کر دیا گیا۔ دی نیشن کے نمائندے کرسچین پیرنٹی نے نیو اورلینز سے اپنے مکتوب میں لکھا۔ ایسا لگتا ہے، امدادی کارروائیوں کے لئے کی جانے والی کوششیں شہری جنگ میں ڈھلتی جا رہی ہیں۔ ان کو دیکھنے کے بعد یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے وہ تصوراتی فتح، جو امریکہ بغداد میں حاصل نہیں کر سکا، اسے یہاں نیو اورلینز میں حاصل کرنا چاہتا ہے اور شاید نیو اورلینز میں آنے والی تباہی دریائے جسی پسی کی وجہ سے نہیں بلکہ دریائے دجلہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ جگہ سڑی بُسی اور درندوں کی دنیا لگتی ہے، جہاں پولیس، کرائے کے فوجی، صحافی اور ہر قسم کے بدفطرت رضاکار اپنی اپنی بقا اور درندہ صفت حِس کی تسکین کے لئے مصیبت زدہ لوگوں کی بوٹیاں نوچ رہے ہیں۔ امریکی فوج کے ایک وسیع جنگی علاقے میں پھیلی ہونے کی وجہ سے نیو اورلینز کی سرزمین تباہی و بربادی کا ایک ایسا میدان بن گئی تھی، جہاں ملبے کے ڈھیر بھی منافع کمانے والوں کے لئے ایک تیار فصل جتنی اہمیت اختیار کر گئے تھے، جسے روز بروز پھیلتی پرائیویٹ سکیورٹی اور فوجی کمپنیاں دن رات کاٹنے میں مصروف تھیں۔

کترینا کے سمندری طوفان سے پھیلنے والی تباہی اور بربادی سے فائدہ اٹھانے

اور منافع کمانے والی صرف تنہا بلیک واٹر کمپنی ہی نہیں تھی بلکہ ڈائن کارپ، امریکن سکیورٹی گروپ ویکن ہٹ، کرولی اور ایک اسرائیلی کمپنی INSTINGTIVE SHOOTING INTERNATIONAL (ISI) کے کرائے کے فوجی حکومتی منصوبوں اور اداروں سمیت متمول افراد کے گھروں کی حفاظت اور چوکیداری کے لئے پورے شہر میں جابجا پھیل گئے تھے۔ طوفان آنے کے صرف چودہ دنوں کے اندر اندر لوزیانا میں پرائیویٹ سکیورٹی کمپنیوں کی تعداد 185 سے 235 تک پہنچ گئی تھی۔ اور ابھی آنے والے دنوں میں یہ تعداد مزید بڑھنے کی توقع تھی۔ بلیک واٹر اور اس جیسی بڑی کمپنیوں کے ساتھ تو وفاقی حکومت نے معاہدے کر رکھے تھے لیکن باقی بہت سی کمپنیوں کو اورلینز کے متمول اور دولت مند افراد نے اپنی ذاتی املاک کی حفاظت کے لئے بلایا تھا اور ان سے مختلف معاہدے کر رکھے تھے۔ فرنچ کوارٹر سے چند میل دور نیو اورلینز کی ایک پوش آبادی اور کمیونٹی 'آڈوبون' کی حفاظت کے لئے مقامی صنعت کار جیمز ریس نے اسرائیلی کمپنی ISI سے کرائے کے فوجی حاصل کئے، جو اس آبادی کے داخلے کے دروازے پر M16 رائفلوں سے لیس چوکس کھڑے رہتے۔ ریس ان لوگوں کو ہیلی کاپٹر پر بٹھا کر وہاں لایا تھا۔ اُس نے وال اسٹریٹ جرنل کو بتایا کہ اس شہر کو دوبارہ آباد دیکھنے والوں کی خواہش ہے کہ اس شہر کو سماجی، جغرافیائی اور سیاسی لحاظ سے بالکل منفرد انداز میں اس طرح تعمیر کیا جائے کہ پھر کبھی ہمیں اس طرح کے حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے ورنہ یہ جگہ چھوڑ کر ہم کہیں اور چلے جائیں گے۔ آبادی کے باہر پہرہ دینے والے دو فوجیوں نے بتایا کہ وہ اسرائیل کی فوج میں کام کر چکے ہیں۔ ایک فوجی تو اسرائیل کے لبنان پر حملے کے دوران اس جنگ میں بھی شامل تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم اپنی ساری زندگی فلسطینیوں سے لڑتے رہے ہیں، یہاں اورلینز میں تو ہمیں دور دور تک کوئی دہشت گرد نظر نہیں آیا۔ پھر اس نے ہاتھ میں پکڑی مشین گن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''اکثر امریکی تو اس کو دیکھ کر ہی اپنی چوکڑی بھول جاتے ہیں۔''

کترینا کا سمندری طوفان، بلیک واٹر کے لئے ایک بڑی اہمیت والا یادگاری لمحہ

PdfStuff.blogspot.com

تھا۔ اسے پہلی بار باضابطہ طور پر امریکی سرزمین پر اپنے فوجی پھیلانے کا موقع ملا تھا اور اس موقع پر ہونے والی تباہی و بربادی اس کے لئے غیر معمولی کمائی کا ذریعہ ثابت ہوئی۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پرائیویٹ فوجی کمپنیاں دورانِ جنگ ہی زیادہ پھلتی پھولتی ہیں۔ عراق اور افغانستان کی جنگ اس کا ثبوت ہے جہاں ان کمپنیوں نے باقاعدہ ایک صنعت کا درجہ حاصل کر رکھا ہے۔

کترینا کے سمندری طوفان نے بلیک واٹر کے لئے اپنے کاروبار کو وسعت دینے اور پھیلانے کے ساتھ ساتھ مالی فوائد حاصل کرنے کی ایک نئی راہ نکالی جو عراق کے خونیں اور ہنگامہ خیز معرکوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ آسان، پُرسکون اور حد درجہ مالی فوائد کی حامل تھی۔ پرائیویٹ عسکری کمپنیاں جنگوں سے نمو پاتی ہیں۔ عراق کی جنگ کے نتیجے میں خودرو کھمبیوں کی طرح اُگنے والی پرائیویٹ فوجی کمپنیاں اور بلیک واٹر اس کی بڑی نمایاں مثال ہیں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد ان کا مستقبل کیا ہوگا؟ یہ خاصا پریشان کن سوال تھا۔ ایرک پرنس نے کترینا کے سمندری طوفان سے قبل کہا تھا کہ جنگ کے خاتمے کے بعد ہمیں اپنا سکیورٹی بزنس اپنی علاقائی حدود تک محدود کرنا پڑے گا۔ کترینا کے طوفان کے بعد بلیک واٹر نے اپنی تنظیم میں قدرتی حادثات اور آفات کی صورت میں معاوضے پر خدمات پیش کرنے کے شعبے کا اضافہ کیا تو اس شعبے کے ڈپٹی انچارج سی مس فلیٹی نے، جو بحریہ کا ایک سابق فائٹر پائلٹ تھا، اپنی پہلی تقریر میں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی کو بھی تباہ کاری اور حادثات کو اپنی کمائی کا ذریعہ بنانا پسند نہیں۔ یہ بڑی ناپسندیدہ اور غیر مناسب سی بات لگتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود زندگی میں بہت سے ایسے کام مجبوراً کرنا پڑتے ہیں جو آپ کو ذاتی طور پر پسند نہیں ہوتے۔ لیکن اس کے ساتھ بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگیاں اور خوشیاں جڑی ہوتی ہیں۔ سیلاب یا زلزلے جیسی قدرتی آفات کے نتیجے میں پھیلنے والی تباہ کاری سے نمٹنے اور متاثرین کی امداد اور بحالی کا کام آخر کسی کو تو انجام دینا ہے۔ بلیک واٹر کا یہ نیا شعبہ یہی خدمات انجام دے گا۔ دنیا میں کسی بھی جگہ، جب بھی اسے مدد کے لئے پکارا جائے گا، بلیک واٹر کے کنٹریکٹرز اس کال پر

لبیک کہیں گے۔

بلیک واٹر یو ایس اے کی اس خوبی کا بہرحال اعتراف کرنا ہوگا کہ یہ ہمیشہ بالکل ٹھیک وقت پر، بالکل ٹھیک مقام پر اپنی بھرپور صلاحیتوں کے ساتھ اپنی 'سروسز' سمیت موجود ہوتی ہے۔ بالخصوص جب اس 'سروس' کے ساتھ کوئی بہت بڑا سرکاری مالی فائدہ بھی جڑا ہو۔ چنانچہ وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی معاشرتی، سیاسی اور عسکری تبدیلیوں پر اس کی گہری نظر رہتی ہے۔ اعلیٰ حکومتی اور عسکری حلقوں سے تعلقات بھی وقت بے وقت کام آجاتے ہیں۔ وفاقی حکومت کے کئی اعلیٰ اور سینئر افسر اور جرنیل تک ریٹائرمنٹ کے بعد اس کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ 9/11 کے بعد اس نے نہ صرف عراق اور افغانستان کی جنگوں میں اہم کردار ادا کیا، بلکہ عیسائیت کے پرچار اور تبلیغ اور ری پبلکن کے دوستانہ کاروبار کے پھیلاؤ کا سبب بھی بنی۔ کترینا کے سمندری طوفان نے بلیک واٹر کے ملکی منصوبوں کو مہمیز لگائی لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ کترینا کے دوران خدمات کے غیر معمولی منافع نے اسے ملکی منصوبوں کی طرف متوجہ کیا۔

کترینا کے سمندری طوفان سے تین ماہ پہلے 2005ء کے وسط میں جب امریکی فوجیں عراق میں مورچہ زن تھیں، بلیک واٹر نے بڑی خاموشی سے ایک دوسرے بڑے محاذ، بارڈر سکیورٹی کے لئے اپنی خدمات کی پیش کش کر دی تھی اور پھر جب امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کا طبل بجایا تو حکومت کو مختلف ملکوں سے غیر قانونی تارکینِ وطن کے سیلاب کو امریکہ میں داخلے سے روکنے کے لئے اس کے کرائے کے فوجیوں کی خدمات حاصل کرنا پڑیں کہ امریکہ کو خطرہ تھا کہ 9/11 کی طرح دہشت گرد دوبارہ حملہ کر سکتے ہیں۔ حکومتی اعداد و شمار کے مطابق بارڈر یکسورٹی کے عملے کی بھرتی اور دس ماہ کا ٹریننگ پروگرام ہارورڈ یونیورسٹی کے چار سالہ ڈگری پروگرام کی نسبت زیادہ پیچیدہ اور مشکل تھا، جبکہ بلیک واٹر کے گیری جیکسن کی پیش کش تھی کہ اگر بلیک واٹر کو ایک لاکھ ڈالر فی ایجنٹ ادائیگی کر دی جائے تو وہ ان کو وفاقی حکومت کے ٹریننگ پروگرام سے کہیں زیادہ اچھی اور بہتر ٹریننگ

PdfStuff.blogspot.com

دے سکتی ہے اور اس طرح دو ہزار کے نئے پٹرولنگ ایجنٹ ایک سال میں اپنے فرائض سنبھال سکتے ہیں اور ذرائع کے مطابق بلیک واٹر آخر کار یہ معاہدہ حاصل کرنے میں کامیاب رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ بلیک واٹر نے کترینا کے سمندری طوفان کے متاثرین کے نام پر جتنی کمائی کی، اس کے مقابلے میں نیو اورلینز کے متاثرین نے بلیک واٹر کی خدمات سے کہیں کم فائدہ اُٹھایا۔

گول میز کے 'سورما'

سال 2006ء کے اواخر میں، جب ڈونلڈ رمزفیلڈ نے ڈیفنس سیکرٹری کے عہدے سے استعفیٰ دیا تو امریکہ کا کردار اور خدوخال دوسری جنگ عظیم کے بعد ایک بڑی نمایاں عالمی قوت کے حوالے سے بڑے مسلّمہ تھے۔ رمزفیلڈ نے آخری دن، جب دفتر خالی کیا تو عراق میں موجود کرائے کے فوجیوں کی تعداد باقاعدہ امریکی فوجیوں کے برابر برابر پہنچ چکی تھی، جس کی عصرِ حاضر کی جنگ میں کوئی مثال اور نظیر نظر نہیں آتی۔ نائب صدر ڈک چینی نے ڈونلڈ رمزفیلڈ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے اسے امریکی تاریخ کا ایک بہترین ڈیفنس سیکرٹری قرار دیا، جو امریکیوں کو ملا تھا۔

ڈک چینی کی طرف سے اس طرح کی تعریف و تحسین بے وجہ یا ناقابلِ فہم نہ تھی۔ 1991ء میں خلیجی جنگ کے دوران ڈیفنس سیکرٹری کے طور پر کرائے کے فوجیوں کی خدمات حاصل کرنے کی جو اسکیم شروع کی اور روایت ڈالی تھی، ڈونلڈ رمزفیلڈ نے اسے اپنے دور میں اس کی بے لگام خواہشات سے بھی کہیں زیادہ عروج پر پہنچا کر امریکیوں کو جنگیں لڑنے کی ایک بالکل نئی جہت سے روشناس کروایا تھا۔

جنگ کے دوران باقاعدہ فوج کے ساتھ ساتھ کرائے کے فوجیوں کے اس انوکھے استعمال نے امریکی فوج کی عسکری صلاحیتوں کو گہنا دیا اور انہیں بڑے نازک اور سنگین حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ عراق اور افغانستان پر قبضے کے دوران بش انتظامیہ نے امریکی فوج کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا کہ سابق سیکرٹری آف سٹیٹ کولن پاؤل 2006ء کے اواخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ باقاعدہ امریکی فوج کی کمر ٹوٹنے والی ہے۔ ایک اہم عسکری شخصیت کی طرف سے اس طرح کا بیان آنے کے بعد صدر بش نے مسلح افواج کے حجم میں اضافہ کرنے کے ارادے کا اعلان کیا

PdfStuff.blogspot.com

اور کہا کہ امریکہ کو درپیش ایک طویل جنگ جیتنے کے لئے ہمیں اپنے فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہوگا۔

2007ء کے اپنے اسٹیٹ آف یونین خطاب میں بش نے کہا کہ اگلے پانچ برسوں میں 92 ہزار نئے فوجی بھرتی کئے جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے سرکاری افواج کا ہاتھ بٹانے کے لئے ایک 'سویلین ریزرو کور' کے قیام کی تجویز بھی دی۔ بش انتظامیہ کی جارحانہ پالیسیوں اور غیر مقبول فیصلوں اور قبضوں کے نتیجے میں امریکی فوج کا خون بہتا رہا، لیکن کسی نے یہ نہ پوچھا کہ اس کے بدلے میں حکومت نے حاصل کیا، تا آنکہ نومبر 2006ء میں نئی ڈیموکریٹک کانگریس لیڈرشپ برسرِ اقتدار آ گئی لیکن اس نے بھی عراق میں فتح حاصل کرنے کی بش کی پالیسی اور خواہش کو برقرار رکھا۔ اس صورتِ حال کو چند حلقے اپنے لئے آرام دہ اور موافق گردانتے تھے اور جنہوں نے دہشت گردی کے خلاف اس جنگ سے مالی فائدہ حاصل کیا، وہ کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی چند کمپنیاں تھیں، جن میں بلیک واٹر بھی شامل تھی۔ ایرک پرنس کو مستقبل میں پیدا ہونے والے مزید معاہدوں اور ان سے جڑے فوائد کا بخوبی اندازہ تھا۔ نفری پوری کرنے کے لئے حکومت کا 30 ہزار نئے فوجی بھرتی کرنے کا پروگرام تھا۔ ایرک پرنس نے فوج میں نفری کی کمی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے امریکی انتظامیہ کو 30 ہزار کرائے کے فوجیوں پر مشتمل ایک بریگیڈ تیار کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہم یہ ساری خدمت یقینی طور پر کہیں کم خرچ پر انجام دے سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسے آدمی کے الفاظ تھے، جو کامیابی اور خوش بختی کی بلندی پر سوار تھا اور جو مستقبل میں مزید کامیابیوں اور کامرانیوں کے لئے پُرامید تھا۔

بلیک واٹر نے 1997ء میں شمالی کیرولینا کے دلدلی علاقے میں کام شروع کیا تو وہ محدود پیمانے پر عسکری ٹریننگ فراہم کرنے والی ایک چھوٹی سی کمپنی تھی لیکن آج ترقی کر کے عالمی سطح کی ایک انتہائی طاقت ور پرائیویٹ فوج کا روپ اختیار کر چکی تھی۔ 2006ء میں بلیک واٹر کے پاس جدید ترین اسلحہ سے لیس 23 ہزار کرائے

کے فوجی تھے، جو دنیا کے نو مختلف ملکوں میں امریکہ کے لئے جنگ لڑ رہے تھے۔ ان کے علاوہ 21 ہزار مزید کرائے کے فوجی ایسے تھے، جنہیں ضرورت پڑنے پر کسی لمحے کال کیا جا سکتا تھا۔ بلیک واٹر کے پاس گن شپ ہیلی کاپٹرز اور جدید ترین ٹریننگ سنٹرز ہے۔ ساٹھ ہزار مربع فٹ رقبے پر محیط تجارتی ہیڈ کوارٹر ہے، جہاں کے دروازوں کے ہینڈل خودکار ہتھیاروں سے تیار کئے گئے ہیں۔ کمپنی میدانی علاقوں کے ساتھ ساتھ جنگلوں اور پہاڑوں پر بھی جنگیں لڑنے کے لئے تربیت اور ضروری سہولیات فراہم کرتی ہے۔ اس مقصد کے لئے اس کے پاس فلپائن میں امریکی بحریہ کی ایک متروک نیول بیس ہے، جو کسی دور میں ایشیاء کا سب سے بڑا ٹریننگ سنٹر ہوا کرتی تھی۔ امریکی حکومت کے ساتھ اس کے سینکڑوں ملین ڈالرز کے معاہدے ہیں۔ امریکی انٹیلی جنس ایجنسیوں اور دفاعی اداروں کے ساتھ گہرے روابط ہیں اور اس نے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں اکثر امریکی حکومتوں کے لئے رومن شہنشاہوں کے محافظ دستوں جیسا کردار ادا کیا، لیکن اب یہ اپنی مزید کامیابیوں کے پیش نظر امریکہ کی تابع فرمان رہ کر کام کرنے کے بجائے خود سے کچھ کر کے دکھانے کی متمنی تھیں۔ اپنی حب الوطنی اور ملک وقوم سے محبت اور وفاداری کو ٹھیس پہنچائے بغیر یہ امریکی حکومت کی سرپرستی سے نکل کر اقوامِ متحدہ کی امن فوج اور نیٹو افواج جیسی آزادانہ حیثیت میں کام کرنا چاہتی تھی۔

مارچ 2006ء کے اواخر میں کوفر بلیک، اُردن کے شہر عمان پہنچا اور وہاں دنیا کے سب سے بڑے جنگی بازار، اسپیشل آپریشنز فورسز ایگزیبیشن اینڈ کانفرنس (SOFEX) میں بلیک واٹر کی نمائندگی کی۔ اس کانفرنس میں اسلحہ ساز اور اسلحہ فراہم کرنے والی کمپنیوں سے لے کر عسکری اعانت کرنے والی اور کرائے کے فوجیوں کو ٹریننگ فراہم کرنے والی تقریباً دو سو بیس کمپنیاں شریک تھیں۔ یہ نمائش اور کانفرنس اسپیشل آپریشنز، ہوم لینڈ سکیورٹی اور مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقہ تک مالدار حکومتوں کو انسدادِ دہشت گردی کی خدمات اور سکیورٹی فورسز فراہم کرنے والی عالمی کمپنیوں کی 'عالمی دفاعی منڈی' کی حیثیت رکھتی تھی اور اس میں 42 ملکوں کے فوجی

PdfStuff.blogspot.com

وفود کے علاوہ مختلف ملکوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً ساڑھے سات ہزار مہمان شریک تھے۔ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد مشرقِ وسطیٰ حیرت انگیز طور پر سامانِ حرب وضرب اور تربیتی خدمات کی فراہمی کی ایک بڑی عالمی منڈی میں تبدیل ہو چکا تھا، جہاں ایک محتاط اندازے کے مطابق پوری دنیا کے دفاعی اخراجات کا تقریباً ساٹھ فیصد جنگی ساز و سامان کی خریداری اور سکیورٹی سے متعلقہ خدمات حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا جاتا تھا۔ اس کانفرنس کی میزبانی کے فرائض صدر بش کے انتہائی قریبی اور گہرے عرب دوستوں میں سے ایک دوست، اُردن کے شاہ عبداللہ نے انجام دیئے۔ 1991ء میں ہونے والی خلیجی جنگ کی مرحوم شاہ حسین نے پُرزور مذمت کی تھی، لیکن انگلینڈ اور امریکہ کے تعلیم یافتہ شاہ عبداللہ نے اپنے مرحوم باپ کے بالکل برعکس عراق پر امریکی حملے کی نہ صرف حمایت کی، بلکہ اُردن سے عراق تک جانے والی کئی شاہراہیں امریکی فوجوں اور دوسرے عسکری اداروں کے حوالے کر دیں تاکہ اپنے پڑوسی ملک عراق پر امریکی قبضے کو یقینی بنایا جا سکے۔

وائٹ ہاؤس کی طرح اُردن کی حکومت کے ساتھ بھی بلیک واٹر کے قریبی تعلقات تھے اور اس نے عراق پر امریکی قبضے کے آغاز میں ہی اُردن میں اپنا دفتر کھول دیا تھا۔ باپ کی وفات کے فوراً بعد شاہ عبداللہ نے خطے میں اپنی فوجی قوت مستحکم کرنے کے لئے اپنی فوج کی تنظیم نو کا کام شروع کر دیا تھا۔ 2004ء میں اس نے انسدادِ دہشت گردی کا خصوصی فضائی یونٹ تشکیل دینے کا فیصلہ کیا تو نظرِ انتخاب بلیک واٹر پر پڑی کہ اس یونٹ کے فوجیوں کو جدید ترین فضائی تربیت سے آراستہ کرے۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے قوانین کے مطابق بلیک واٹر کو اُردن حکومت کے ساتھ کسی طرح کے معاہدے کی اجازت نہ تھی، چنانچہ شاہ عبداللہ نے دسمبر 2004ء کے شروع میں امریکہ کا دورہ کیا اور امریکی انتظامیہ سے بلیک واٹر کو خصوصی اجازت دلوائی۔ اس کے نتیجے میں اردنی فوجوں کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے بلیک ہاکس جیسے جدید ترین ہیلی کاپٹروں کو مختلف طرح کی کارروائیوں میں استعمال کرنے کی اجازت دی گئی۔ معاوضے کے ضمن میں طے پایا کہ اُردن حکومت اس تربیت

کے عوض رقم کی ادائیگی امریکی فوج کو سالانہ دی جانے والی ایک بلین ڈالر کی اعانتی رقم کے ساتھ ہی کر دے گی۔ ایک خبر کے مطابق اُردن کے اسپیشل فضائی یونٹ کی تربیت کا یہ پروگرام ایک سو ملین ڈالر میں مکمل ہوا۔ شاہ کی خواہش لگتی تھی کہ اُردن میں بھی بلیک واٹر کا میوک جیسا ایک ٹریننگ ہیڈ کوارٹر ہو، جہاں اُردنی فوج کے علاوہ خطے میں موجود دوسرے ملکوں کی افواج کو بھی انسدادِ دہشت گردی، سکیورٹی اور ایمرجنسی جیسی سروسز کی تربیت دی جا سکے۔

مارچ 2006ء میں عمان میں عالمی عسکری میلہ لگا تو اُردن کے شاہ عبداللہ کے ساتھ خصوصی تعلقات کے سبب بلیک واٹر کو مہمانِ خصوصی کا سا پروٹوکول ملا۔ اس میلے میں بلیک واٹر نے پہلی بار اپنی نئی تیار کی ہوئی چھاتہ بردار ٹیم کی موجودگی کا انکشاف کیا اور شاہ عبداللہ اوّل ایئربیس پر اس کا مظاہرہ ہوا۔ پیراشوٹ ٹیم نے حاضرین سے خوب داد وصول کی، لیکن اس میلے کے افتتاحی روز میلہ لوٹنے والا اصل شخص کوفر بلیک تھا، جس نے موقع پر موجود دنیا بھر کے سپیشل فورسز کے منتخب کمانڈروں کے سامنے یہ اعلان کر کے انہیں سکتے میں مبتلا کر دیا کہ بلیک واٹر، دنیا میں کسی بھی شورش زدہ علاقے میں ایک پورے بریگیڈ جتنی نفری کے کرائے کے فوجی پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس نے کہا یہ عمل کاروباری نقطہ نظر سے بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ ہم انتہائی کم اُجرت پر انتہائی تیزی کے ساتھ اپنا کام کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں اپنی ٹیم میں شامل کون کرے گا؟ شورس زدہ علاقوں کے ضمن میں بلیک واٹر کے عہدے دار نے سوڈان کے علاقے دارفر کی مثال دی کہ ہم وہاں بھی خدمات انجام دے سکتے ہیں اور جو کارروائیاں نیٹو افواج کر رہی ہیں، ہم ان سے کہیں کم قیمت پر انجام دے سکتے ہیں۔ اس کا احساس ایک سال قبل ہی بلیک واٹر کو ہوا ہے کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں۔ آخر میں اس نے یہ کہنا بھی ضروری سمجھا کہ ہم اپنی خدمات فراہم کرنے کے لئے کسی صورت امریکی پالیسیوں کے خلاف نہیں جائیں گے اور امریکہ کے دشمنوں کو اپنی خدمات فراہم نہیں کریں گے۔ بلیک واٹر ایک امریکی کمپنی ہے۔ ہمیں سمندر پار اپنے دوستوں کی کسی بھی طرح

PdfStuff.blogspot.com

کی مدد کرنے سے پہلے امریکی حکومت سے اجازت لینا ہو گی۔ کچھ اس طرح کا دعویٰ بلیک واٹر کے نائب صدر کرس ٹیلر نے نیشنل پبلک ریڈیو کو انٹرویو میں کیا کہ بلیک واٹر یقیناً اقوام متحدہ اور نیٹو کی افواج سے زیادہ تیزی کے ساتھ کام کر سکتی ہے اور اگر کبھی کہیں عالمی سطح پر تسلیم شدہ عسکری قوت کو تعینات کرنے کا موقع آئے تو میں کسی بھی دوسری قوت سے ایک تہائی سے بھی کم قیمت میں اپنے فوجی تعینات کر سکتا ہوں۔ اور میری خدمات ان سے ساٹھ فیصد سستی ہوں گی۔

ان باتوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بلیک واٹر محض دارفر کے علاقے کی بات نہیں کر رہی تھی، بلکہ یہ اس کی طرف سے اپنے دائرہ کار کو دوسرے ممالک تک پھیلانے کا کھلم کھلا اعلان تھا۔ کوفر بلیک اور اس کے ساتھی دنیا بھر میں ہونے والے مظالم کے نتیجے میں پیدا ہونے والے ابتر حالات میں امن و استحکام اور انسانی اقدار بحال کرنے جیسے نرم اور دلفریب تصورات کی آڑ لے کر اپنی خدمات کو پوری دنیا میں پھیلانے کا پراپیگنڈا کرنے میں مصروف تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ عالمی تنظیمیں شورش زدہ مقامات اور علاقوں تک پہنچنے میں بہت دیر لگا دیتی ہیں اور ان کی کوششیں کچھ زیادہ مؤثر بھی ثابت نہیں ہوتیں۔ جبکہ بلیک واٹر ہمیشہ یہ سوچتی رہتی ہے کہ وہ انسانی بھلائی کے لئے کیا کچھ کر سکتی ہے۔ لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ بلیک واٹر جو کچھ کر رہی ہے، وہ جنگوں، حادثات اور المناک حالات میں اپنی خدمات کے عوض بے پناہ منافع کے حصول کے سوا اور کچھ نہیں۔ اُردن میں بلیک واٹر اور دوسری منافع طلب کمپنیوں نے عسکری اور سکیورٹی خدمات کی پوری دنیا میں نجکاری کا جس شدت سے مطالبہ کیا، اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ جو فوائد انہیں امریکہ میں مل رہے تھے، وہ پوری دنیا سے حاصل کئے جا سکیں۔ انسانیت کی بھلائی جیسے خوش کن اور دلفریب نعرے کے پردے میں دراصل ان کا یہ ایجنڈا تھا کہ وہ اقوامِ متحدہ اور نیٹو جیسی عالمی افواج اور اداروں سے اپنے حصے کا 'کاروبار' چھین سکیں۔

کوفر بلیک اور کرس ٹیلر نے سوڈان میں دارفر کے علاقے میں خدمات انجام دینے کی پیش کش اور دعویٰ کیا تو بین الاقوامی تنازعات میں پرائیویٹ ملٹری کمپنیوں

PdfStuff.blogspot.com

کے کردار پر گہری نظر رکھنے والے بروکنگ انسٹی ٹیوشن کے پی۔ ڈبلیو سنگر نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ پرائیویٹ سکیورٹی کمپنیاں دعویٰ کرتی پھرتی ہیں کہ اگر انہیں عالمی برادری صرف ایک بار اجازت دیدے تو پھر دیکھیں وہ کس طرح مصیبتوں کے شکار لوگوں کی جی جان سے مدد کرتی اور ان کے دکھ درد بانٹتی ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اس طرح کی باتیں اور دعوے صرف لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہاں ایک سیاسی انتشار ہے اور اقوام متحدہ کی سنی نہیں جا رہی اور نہ کوئی بیرونی طاقت اسے سیاسی مسئلہ سمجھ کر سیاسی طور پر حل کرنا چاہتی ہے۔ اس کا حل محض فوجیوں کی تعیناتی سے ممکن نہیں۔ ان کمپنیوں کو اگر وہاں بھجوا بھی دیں تو تب بھی مسائل ختم نہیں ہوں گے۔

بلیک واٹر کے لئے سوڈان کی اہمیت اور قدر و قیمت وہاں صرف قیامِ امن یا انسانی فلاح سے متعلق سرگرمیوں تک محدود نہ تھی، بلکہ دارفر بلیک واٹر کے لئے معاہدوں اور منافع کی ایک ایسی دنیا تھی، جس تک رسائی حاصل کرنا نہ صرف بلیک واٹر بلکہ اس جیسی کئی دوسری منافع طلب کمپنیوں کا ایک خواب تھا۔ عراق پر حملے کے برعکس جہاں عالمی برادری کی ایک بڑی اکثریت نے امریکی حملے اور قبضے کی مذمت کی تھی اور امریکہ کو غاصب قرار دیا تھا، دارفر ایک ایسی جگہ تھی، جہاں بلیک واٹر کسی مخالفت اور مزاحمت کے بغیر آزادی سے اپنے کرائے کے فوجی تعینات کر سکتی تھی اور دنیا بھر کے ممالک کی مرضی سے وہاں کارروائیاں بھی کر سکتی تھی۔ کیونکہ عراق امریکہ جنگ کے مخالف ملکوں میں بھی احتجاجی جلوسوں اور مظاہروں میں ایسے احتجاجی بینرز اور پلے کارڈ نظر آتے تھے، جن پر درج ہوتا ـــــ ''عراق سے نکلو، دارفر کو بچاؤ''

امریکی حکومت نے سوڈان کو دہشت گردوں کا بہت بڑا اسپورٹر قرار دے رکھا تھا اور امریکی کاروباری اداروں پر وہاں سرمایہ کاری کرنے پر پابندی تھی چنانچہ سوڈان، جو تیل کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا کا 35 واں بڑا ملک شمار ہوتا تھا اور 2001ء میں جس کے ہاں تیل کی یومیہ پیداوار 1.6 بلین بیرل تھی، اس پابندی کے نتیجے میں چین کے لئے ایک بڑی تجارتی منڈی بن گیا اور چین، سوڈان میں تیل نکالنے کے

منصوبوں میں کلیدی کردار ادا کر رہا تھا اور دی چائنہ نیشنل پٹرولیم کارپوریشن، سوڈان کے تیل کے بیشتر کنوؤں کی مالک کمپنی کے چالیس فیصد حصص کی مالک تھی۔ سوڈان چونکہ تیل برآمد کرنے والے ملکوں کی تنظیم کا رکن نہیں تھا، اس لئے چین کو اس کے ساتھ معاہدے کرنے میں کوئی دُشواری نہیں تھی۔ سوڈان کے پاس قدرتی گیس اور یورینیم کے بھی خاصے بڑے ذخائر موجود تھے۔ مزید برآں دنیا میں تانبے کے چوتھے بڑے ذخائر یہاں تھے۔ قدرتی معدنیات سے مالا مال یہ ملک امریکہ کے لئے سونے کی کان بن سکتا تھا اگر وہاں کے برسر اقتدار لوگوں کو کسی طریقے سے فتح یا مسخر کر لیا جاتا اور چین کو وہاں سے بے دخل کیا جا سکتا اور ایک ایسی مضبوط اسلامی حکومت کا ہمیشہ کے لئے تختہ اُلٹ دیا جاتا جو امریکہ کی عائد کردہ معاشی اور اقتصادی پابندیوں کے باوجود ترقی کر رہی تھی۔ ایسے میں پرائیویٹ امریکی فوجیوں کا انسانی بھلائی کے بین الاقوامی مشن کے کارندوں کے روپ میں سوڈان میں داخلہ واشنگٹن کے لئے اپنے مستقبل کے منصوبے پر عمل درآمد کی راہیں ہموار کر سکتا تھا۔

ماضی کی طرح اس بار بھی بلیک واٹر عالمی سیاسی مسائل سے فائدہ اٹھانے کے لئے سرگرمِ عمل تھی اور پوری قوت سے سوڈان کا سیاسی بحران حل کرنے میں اپنی اہمیت اور افادیت جتلانے کے ساتھ ساتھ اقوامِ متحدہ کی افواج کو ناکام اور بے اثر ثابت کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ درحقیقت سوڈان دائیں بازو کی ان تنظیموں کے لئے ایک سخت اور مشکل مقام ثابت ہو رہا تھا، جن کے ساتھ بلیک واٹر کے گہرے قریبی تعلقات تھے۔ کرسچین فریڈم انٹرنیشنل ایسی ہی تنظیموں میں سے ایک تھی، جس کے نو ممبروں کے مختصر سے بورڈ میں ایرک پرنس اور اس کا دوست پال بھی شامل تھے۔ اس تنظیم پر انسانی خدمت کے نعرے کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ اور پرچار کرنے کا الزام تھا۔ کرسچین فریڈم انٹرنیشنل کی لیڈر شپ کا مسلم، عیسائی کشمکش کی وجہ سے سوڈان کے معاملات میں خاصا گہرا اور پرانا عمل دخل تھا۔ سوڈان کے اندر کام شروع کرنے کے ابتدائی دنوں میں ہی اس نے غلامی سے چھٹکارے کی ایک مہم

شروع کر دی تھی، جس کے دوران یہ تنظیم ان عیسائیوں کو خرید کر آزادی کا پروانہ دلاتی، جن کے بارے میں خیال کیا جاتا کہ وہ مسلمانوں کے غلام ہیں۔ لیکن جب کچھ عیسائیوں نے تنظیم سے پیسے اینٹھنے کے چکر میں خود کو جھوٹ موٹ غلام ظاہر کرنا شروع کر دیا تو یہ مہم ترک کر دی گئی، تاہم کرسچین فریڈم انٹرنیشنل سوڈان کے مخصوص معاشی حالات کے پیشِ نظر علاقے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے میں برابر مصروف عمل رہی اور اپنی معاشی اصلاحات میں سوڈان کے آئندہ مستقبل کا نقشہ ترتیب دیتی رہی۔ اس سے بش انتظامیہ اور بلیک واٹر جیسی کمپنیوں کو بھی فائدہ اٹھانے کی سوجھی۔ 1999ء میں میں کرسچین فریڈم انٹرنیشنل کے بانی اور ریگن انتظامیہ کے ایک رکن جم جیکب سن نے ایک مضمون میں لکھا کہ جنوبی سوڈان کے عیسائی باشندے بڑی شدت سے آزاد منڈی کے اصول وضوابط اور مفید ہنر اور ٹیکنالوجی سیکھنا چاہتے ہیں تاکہ دوسروں پر انحصار کرنے کے بجائے خود مختار ہو سکیں۔ اس وقت موقع ہے کہ سوڈان کے عیسائیوں کی مدد کی جائے اور انہیں مسلمانوں کی غلامی سے نجات دلائی جائے۔ بلیک واٹر کی طرح جم جیکب سن بھی سوڈان میں اقوامِ متحدہ کی افادیت سے انکاری تھا کہ اس کے نزدیک اقوامِ متحدہ کے ادارے غربت و افلاس کے سوداگر تھے۔ جتنے زیادہ لوگ ان پر انحصار کریں گے، اتنا ہی زیادہ یہ ادارے پیسہ کمائیں گے۔ جبکہ بلیک واٹر بقول ان کے، لوگوں کو ان کے چنگل سے بچانے کے لئے خود انحصاری سکھانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ اس طرح بلیک واٹر، بش انتظامیہ کی عیسائیت کے فروغ کے لئے کی جانے والی مذہبی خدمات کے ساتھ ساتھ ''انسانیت کی بھلائی'' کے ایک نئے ایجنڈے پر عمل پیرا تھی، جس سے اسے پوری اُمید تھی کہ اس سے اس کے لئے کاروبار کی ایک نئی تابناک دنیا کے دروازے کھل جائیں گے۔

جنوری 2006ء میں ایک فوجی کانفرنس میں ایرک پرنس نے اقوامِ متحدہ کے مختلف ناکام آپریشنوں پر شدید تنقید کی اور سستے اور بہترین پرائیویٹ فوجیوں کی افادیت اور ضرورت پر زور دیتے ہوئے کانفرنس میں موجود امریکی فوج کے اعلیٰ

PdfStuff.blogspot.com

عہدے داروں سے کہا۔ کوئی ایک ایسا آپریشن بتا دیجئے، جس میں اقوامِ متحدہ کے بھیجے ہوئے فوجی دستے اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہوں، جبکہ اس کے مقابلے میں ہم ایک ایسی ملٹی نیشنل پرائیویٹ فورس مہیا کر رہے ہیں، جو نہ صرف اپنے کام میں ماہر ہے بلکہ اپنی مرضی کے نتائج بھی حاصل کرنا جانتی ہے۔ ایرک پرنس کا خطاب بلیک واٹر کی مدح وستائش سے بھرپور اور خاصا جذباتی تھا، لیکن اس کے باوجود اقوامِ متحدہ نے پرائیویٹ فوجیوں کی خدمات حاصل کرنے پر صاد نہ کیا اور برابر اس نظریئے پر تنقید اور مذمت ہوتی رہی۔ لیکن دوسری طرف جلد ہی بلیک واٹر کے نظریات کے حامی بھی سامنے آ گئے۔

میکس بوٹ نے لاس اینجلس ٹائمز میں چھپنے والے اپنے ایک کالم میں لکھا:

''امریکی بلیک واٹر جیسی دوسری بہت سی کمپنیاں ایک معقول قیمت کے عوض اپنے فوجی دستے سوڈان بھیجنے کے لئے تیار ہیں تاکہ وہاں جاری نسل کشی ختم کی جا سکے۔ ہمیں اپنے تجربے سے معلوم ہے کہ کرائے کے یہ فوجی امریکی اور اقوامِ متحدہ کے ملٹی نیشنل فوجیوں سے کہیں زیادہ پُراعتماد اور پھرتیلے ہیں اور دوسروں کے مقابلے میں کہیں سستے داموں اپنے فرائض مستعدی سے انجام دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے، لیکن سچ تو یہ ہے کہ دنیا کی نام نہاد امن پسند اقوام سوڈان میں نسل کشی کو ختم کرنے میں سنجیدہ نہیں یا کم از کم کچھ زیادہ سنجیدہ نہیں ہیں۔''

بلیک واٹر کی حمایت اور تائید صرف کٹر قسم کے عیسائی ہی نہیں کر رہے تھے، بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ذرائع ابلاغ نے بھی اپنا حصہ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ ٹیڈ کوپل نے 22 مئی 2006ء کو نیویارک ٹائمز کے اپنے کالم میں کرائے کے فوجیوں کے استعمال کی راہیں ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے لکھا:

''سیاسی بحرانوں پر قابو پانے کے لئے کرائے کے فوجیوں کا استعمال امریکہ کو اس سیاسی دباؤ سے نجات دلا سکتا ہے، جو عام طور پر ایسی صورتِ حال میں کوئی بھی قدم اُٹھانے سے پہلے حکومت کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔''

ٹیڈ کوپل کے کالم کا ایک بڑا حصہ بلیک واٹر کی تشہیر پر مشتمل تھا۔ اس نے لکھا

کہ کرائے کے فوجی ایک ایسی دفاعی عسکری قوت ہے، جو کام تو آپ کے لئے کرتی ہے لیکن اس کی ضروریات اور سہولیات کی فراہمی آپ کا دردِ سر نہیں ہوتی اور نہ آپ اس کی حفاظت کے لئے فکرمند ہوتے ہیں۔ اگر مثال کے طور پر نائیجیریا میں اچانک بغاوت پیدا ہو جائے اور اس کی تیل کی تنصیبات اور برآمدات کے لئے خطرہ بن جائے اور حقیقت میں ایسا ہوتا بھی رہا ہے، تو 'شیورون' یا 'ایگزون موبل' تیل کمپنیوں کے پاس یہ اختیار کیوں نہیں ہونا چاہئے کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے ایک یا دو بٹالین کرائے کے فوجی اُجرت پر رکھ سکیں۔ امریکہ میں بلیک واٹر کی کاروباری سرگرمیوں کا ذمہ دار نائب صدر کرس ٹیلر اس کے لئے یقین دہانی چاہتا تھا۔ میں جانتا ہوں، بغاوت کی صورت میں جوابی کارروائی نائیجیرین حکومت کی اجازت اور واشنگٹن کے ہمدردانہ غور کے بعد ہی ممکن ہو سکتی تھی۔ لیکن کیا بلیک واٹر اس ہنگامی صورتِ حال میں دو بٹالین کرائے کے فوجی فراہم کر سکتی تھی؟ ایک بٹالین میں چھ سو آدمی ہوتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں کرس ٹیلر نے کہا۔ ہاں! میں بارہ سو آدمی اکٹھے کر سکتا ہوں۔ دنیا بھر میں بے شمار لوگ موجود ہیں، جنہوں نے اپنے ملکوں کی فوج اور پولیس جیسے اداروں میں عزت و احترام سے کام کیا ہے، میں ان تجربہ کار لوگوں کو ڈھونڈ کر لا سکتا ہوں، انہیں بھرتی کر سکتا اور اپنے مطلوبہ معیار کے مطابق تربیت دے سکتا ہوں۔

ٹیڈ کوپل نے اپنے کالم میں جن حالات کا حوالہ دیا اور نائیجیریا میں اُٹھنے والی ممکنہ بغاوت کا ذکر کیا، وہ اصل میں نائیجیریا کے لوگوں کی اپنے ملک کے تیل پیدا کرنے والے اداروں پر امریکی قبضے کے خلاف اُٹھنے والی بغاوت کی طرف اشارہ تھا، جس کے ذریعے امریکہ گزشتہ کئی عشروں سے افریقہ کے سب سے زیادہ آبادی والے ملک کا استحصال کر رہا تھا۔ 'شورون' اور 'ایگزون موبل' درحقیقت امریکی تسلط کے تحت چلنے والے ادارے تھے، جن کی واپسی اور قومیانے کے لئے نائیجیرین بغاوت کر سکتے تھے اور بلیک واٹر کو ان دو تیل کمپنیوں کی آڑ میں دراصل امریکی

PdfStuff.blogspot.com

مفادات کی ہی حفاظت کرنا تھی۔ نائیجر ڈیلٹا میں تیل کے بیش بہا ذخائر تھے اور تیل کمپنیاں ماضی میں اپنے مفادات کی خاطر مقامی لوگوں کو بہیمانہ ظلم و تشدد کا نشانہ بناتی رہی تھیں۔ 1955ء میں نائیجیریا کے معروف ڈرامہ نگار، کن ساروویو کو آٹھ دوسرے افراد کے ساتھ شیل کمپنی کے خلاف مزاحمت پر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا تھا اور شیورون کا ریکارڈ بھی نائیجر ڈیلٹا میں احتجاج کرنے والوں کو قتل کرانے کے حوالے سے کچھ زیادہ قابلِ فخر نہیں رہا۔

ایک طرف سوڈان میں اپنی تعیناتی کے لئے بلیک واٹر کی مہم زور پکڑ رہی تھی تو دوسری طرف کانگریس میں بیٹھے اس کے مخالفین اس کی سرگرمیوں کو آنے والے وقت کے لئے خطرہ قرار دے رہے تھے۔ کانگریس کے رکن سلیکو وسکی نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ بلیک واٹر کے امریکی انتظامیہ میں موجود کئی اہم عہدے داروں سے بڑے قریبی تعلقات ہیں، اس لئے عجب نہیں وہ ان تعلقات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی مرضی کے تمام اہداف حاصل کر لے اور ایک دن ایسا آجائے کہ ان کی وجہ سے نیٹو افواج کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے، جو دنیا بھر میں امریکی مفادات کے لئے اپنی جانوں کی قربانی دے رہی ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو اس سے نہ نیٹو افواج کا وجود ہی ختم ہو جائے گا، بلکہ حکومتی ایوانوں میں ہماری موجودگی کا جواز بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس طرح کہ پھر یہ فوج کہیں بھی اپنی مرضی سے جو چاہے گی، کر سکے گی۔ یہ اپنی پالیسیاں خود بنائے گی، اسے کسی سے اجازت لینے اور مشورہ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ ایسے میں عین ممکن ہے دنیا میں پھر کوئی ایسی طاقت ہی باقی نہ رہے، جو یہ فیصلہ کر سکے کہ جنگ کہاں ہے اور امن کہاں۔ بلیک واٹر اور اس جیسی دوسری کمپنیاں جنگ اور امن کا تعین خود کیا کریں گی۔

بلیک واٹر نے 9/11 کے بعد بش دور میں کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی تمام کمپنیوں میں سب سے زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ اس کے مالکان کا دعویٰ تھا کہ بلیک واٹر آنے والے 20 برسوں تک کی منصوبہ بندی کر چکی ہے اور وہ دوسری کمپنیوں سے ہمیشہ آگے آگے رہے گی۔ لیکن بش کا اقتدار ہمیشہ رہنے والا نہیں تھا

اور پھر عراق اور افغانستان میں امریکی حملوں کے دوران پرائیویٹ کرائے کے فوجیوں کے استعمال پر جب ایک دنیا نے اس کی مذمت کرنا شروع کر دی تو صاف نظر آنے لگا کہ بلیک واٹر کا یہ عروج ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے، انہی دنوں کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی کمپنیوں نے عوامی احتجاج اور خدمت کے پیشِ نظر اپنے آپ کو نئے ناموں سے متعارف کروانا شروع کر دیا، تاکہ لوگ ان پر اعتبار کرتے ہوئے ان کے حقیقی کردار سے ہٹ کر ان کے وجود کو تسلیم کر لیں اور انہیں ایک باعزت مقام حاصل ہو جائے۔

حیرت کی بات تھی کہ دسمبر 2006ء تک عراق میں ایک لاکھ کے قریب کرائے کے فوجی سرگرمِ عمل تھے لیکن ان کی کارروائیوں کو منضبط کرنے اور ان کی نگرانی کا کوئی مؤثر نظام موجود نہ تھا اور نہ کوئی ایسا آئینی ادارہ تھا، جو اُن کے ماورائے آئین اقدامات کرنے پر ان سے باز پُرس کرتا یا سرزنش کرتا۔ پال بریمر کے آرڈر نمبر 17 نے کرائے کے ان فوجیوں یا کنٹریکٹرز کو عراق میں کسی بھی قسم کی جوابدہی سے خصوصی چھوٹ دے رکھی تھی۔

پال بریمر کے بعد ایاد علاوی اور نوری المالکی کی کٹھ پتلی حکومتوں کے دور میں بھی کنٹریکٹرز کا یہ خصوصی استحقاق برقرار رہا۔ امریکی فوج کے قانونی ضابطے کے تحت اگر کوئی فوجی کسی شہری کو بلاوجہ قتل کرتا تھا تو اُسے کورٹ مارشل کا سامنا کرنا پڑتا تھا، جبکہ ایک کنٹریکٹر ایسا کرتا تو وہ کسی عدالت میں اس کے لئے جواب دہ نہیں ٹھہرتا تھا۔ کانگریس کے ایک اجلاس میں جنگ کے دوران کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی کمپنیوں کے کردار پر خصوصی بحث ہوئی اور سوال اُٹھائے گئے کہ کرائے کے ان فوجیوں کی بین الاقوامی معاملات میں مداخلت کی اجازت انہیں کس نے دی تھی اور انہیں کون کنٹرول کر رہا تھا۔ ان کا بنیادی ایجنڈا کیا تھا اور ان کے کام کرنے کے طریقے کس قانون اور ضابطے کے تحت وضع کئے گئے، وغیرہ وغیرہ۔ پینٹاگان اور پرائیویٹ کمپنیوں کے نمائندے کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے تو کانگریس کے ارکان نے انہیں خوب لتاڑا۔

PdfStuff.blogspot.com

بلیک واٹر اور اس کی حلیف کمپنیوں کا کاروبار تب خاصا متاثر ہوا، جب جنوبی افریقہ کی حکومت نے اپنے ہاں 2005ء میں ایک قانون جاری کر کے کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی سکیورٹی کمپنیوں کی آمد اور وہاں پر ان کے کام کرنے پر پابندی عائد کر دی۔ جنوبی افریقہ میں افریقی کالوں اور گوروں کے درمیان خانہ جنگی چلتی رہی تھی، جو وہاں کے سیاہ فام باشندوں پر گوری اقلیت کے مظالم اور استحصال کے نتیجے میں شروع ہوئی تھی۔ یہ سلسلہ 1990ء تک چلا، جب افریقی کالوں نے اپنے حقوق منوا کر گوروں کے پنجہ استبداد سے آزادی حاصل کر لی تو گوروں کو آنے والے دنوں کے لئے اپنے روزگار کی فکر لاحق ہوئی۔ وہ لوگ لڑاکا اور جنگجو تو تھے ہی، چنانچہ انہوں نے بلیک واٹر اور اس جیسی دوسری سکیورٹی کمپنیوں میں ملازمت اختیار کر لی، جہاں ان کو قتل و غارت گری جیسے اپنے پسندیدہ کام کے بدلے میں اچھے خاصے پیسے ملنے لگے۔ زیادہ مہم جُو گوروں نے باہم اکٹھے ہو کر بلیک واٹر طرز کی اپنی سکیورٹی کمپنیاں بنا لیں اور جنوبی افریقہ میں موجود ہیروں کی کانوں کی سکیورٹی اپنے ذمہ لے لی۔ اخلاقی مجرموں، سابق فوجیوں اور کرائے کے قاتلوں پر مشتمل ایک ایسی ہی کمپنی 1989ء میں میں بنی اور اس نے ہیرے کی ایک ایسی ہی کان کو باغیوں کے ایک گروپ سے صرف نو دن میں آزاد کروا لیا، جس کے خلاف کارروائی کرنے سے اقوام متحدہ کی فوج اور برطانیہ کی فوج نے بھی معذوری ظاہر کر دی تھی۔ اس کارکردگی کے عوض اس کمپنی کو ملک کے سالانہ دفاعی بجٹ کا ایک تہائی حصہ ملا تھا۔

بلیک واٹر اور اس کی ساتھی کمپنیوں نے جنوبی افریقی حکومت کی طرف سے کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی سکیورٹی کمپنیوں کے خلاف پابندی کی قانون سازی کرنے پر بڑا واویلا کیا اور زبردست مہم چلائی، مگر بے سُود۔ جنوبی افریقہ کی حکومت نے امن قائم کرنے اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرنے جیسے تمام دلفریب نعرے اور دلائل یکسر مسترد کر دیئے اور آخر کار 29 اگست 2006ء کو ان کمپنیوں پر پابندی لگانے کا قانون 28 ووٹوں کے مقابلے میں 211 ووٹوں کی اکثریت سے

منظور کر لیا گیا۔

فروری 2005ء میں بلیک واٹر نے اپنی ایک ذیلی شاخ کا ''گرے سٹون'' کمپنی کے نام سے افتتاح کیا۔ اس موقع پر ایرک پرنس نے کہا، امریکی حکومت اپنی فوج کے حجم میں اضافہ کرنے کے لئے 30 ہزار نئے فوجی بھرتی کرنا چاہتی ہے، جس پر کم و بیش 3.6 بلین سے 4 بلین ڈالر تک کا خرچ متوقع ہے۔ گویا ایک فوجی پر آنے والا خرچ تقریباً ایک لاکھ 35 ہزار ڈالر ہو گا۔ جبکہ میں اتنے ہی فوجی اس سے کہیں کم خرچ میں حکومت کو مہیا کر سکتا ہوں۔

جنوری 2006ء میں ملٹری کمانڈرز، اسلحہ ساز اور سلحہ ڈیلر کمپنیوں، کنٹریکٹرز اور دوسرے عسکری اداروں کی ایک بہت بڑی کانفرنس WEST-2006 (2006ء ویسٹ) منعقد ہوئی، جس کے سپانسرز میں جنگی ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے نام ایتھن، بوئنگ، جنرل ڈائنامکس، لاک ہیڈ مارٹن اور نارتھ روپ گرمن وغیرہ شامل تھے۔ ایرک پرنس نے اس کانفرنس میں کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی کمپنیوں کے نمائندے کی حیثیت سے تقریر کی۔ اس نے سوال اٹھایا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ بلیک واٹر اور اس جیسی دوسری پرائیویٹ کمپنیاں وہ کام کر رہی ہیں، جو کبھی امریکی حکومت کی ذمہ داری ہوا کرتا تھا۔ اس نے کہا، ہمارا مقصد پینٹاگان کی اہمیت کو کم کرنا نہیں۔ ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ میں بہترین لوگوں کی کمی نہیں، لیکن وہ دفتری ضابطوں اور افسرِ شاہی کے گورکھ دھندوں میں اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں کہ وہ ہزار خواہش کے باوجود اپنے کام میں کوئی جدت و ندرت پیدا نہیں کر سکے، لیکن ہم لوگ ایک مختلف آئیڈیا لے کر اس صنعت کا حصہ بنے ہیں اور پوری نیک نیتی سے جدید دور کی ایک طاقت ور عسکری قوت بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس نے بلیک واٹر کی تیزی سے ہوتی ہوئی ترقی کے حوالے سے کہا، ہمارا تیرہ ہزار سات سو ایکڑ رقبے پر پھیلا ہوا ٹریننگ سینٹر ہے، جہاں ہمارے فوجی جدید خطوط پر تربیت حاصل کرتے ہیں۔ گزشتہ ایک سال کے دوران ہمارے ہاں 35 ہزار سے زائد فوجی اور قانون نافذ کرنے والے دوسرے اداروں کے افراد ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں، جن میں

PdfStuff.blogspot.com

امریکی حکومت کے حاضر سروس فوجی، سپیشل فورسز کے ارکان اور ہوم لینڈ ڈیپارٹمنٹ سمیت وفاقی اور ریاستی ادارے اور مقامی حکومتوں کے افراد شامل تھے۔ ہمارے پاس اپنی بیس طیاروں پر مشتمل فضائیہ اور پرائیویٹ انٹیلی جنس سروس موجود ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں مختلف خطرناک ترین مقامات پر ہمارے اٹھارہ سو فوجی موجود ہیں۔ ہم اوپر اور نیچے دونوں طرف ترقی کر رہے ہیں۔

ایرک پرنس نے بلیک واٹر کے مستقبل کے منصوبوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر آپ کو راتوں رات کوئی چیز پہنچانی مقصود ہوتی ہے تو آپ فیڈکس کمپنی کی خدمات حاصل کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح ہم بھی فیڈکس کی طرح کام کرنا چاہتے اور اپنے کاروبار کو بہتر سے بہترین طور پر چلانا چاہتے ہیں۔ امریکہ کا سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ دنیا بھر کے دفاعی معاملات اور اخراجات پر نظر رکھتا اور اپنی حکمت عملی ترتیب دیتا ہے۔ اتنے بڑے ادارے کے لئے چھوٹے چھوٹے معاملات انجام دینا خاصا مشکل ہو جاتا ہے اور اس کی یہ مشکل ہماری جیسی سکیورٹی کمپنیاں دور کر سکتی ہیں، جو تقریباً وہی کام کر رہی ہیں، جو سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کر رہا ہے۔ یہ ہماری کارکردگی ہے کہ گزشتہ برسوں میں امریکی فوج میں شامل حاضر سروس فوجیوں کی تعداد خاصی تیزی سے کم ہوئی ہے۔ 1980ء کی دہائی میں ان کی تعداد 2.1 ملین تھی، جو 2003ء تک 1.3 ملین رہ گئی۔ اس کمی کی وجہ امریکی فوجیوں کا فوج کو چھوڑ کر بلیک واٹر جیسی سکیورٹی کمپنیوں میں شامل ہونا تھی، جہاں انہیں کئی گنا زیادہ تنخواہ ملتی۔

مارچ 2004ء میں بلیک واٹر کے فوجیوں کو فلوجا میں پیش آنے والے حادثے کی آڑ لے کر ایرک پرنس نے بلیک واٹر کی خوب تشہیر کروائی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کے نام سے واقف ہوں اور اس کے کاروبار کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوں۔ امریکہ اب تک ان پرائیویٹ کرائے کے فوجی فراہم کرنے والی سیکورٹی کمپنیوں کو معاہدوں کی مد میں کس قدر رقم ادا کر چکا ہے، اس کا اندازہ لگانا قدرے مشکل ہے اور اس کی وجہ مالیاتی ریکارڈ میں باقاعدگی سے ہونے والی خورد بُرد بھی ہو

سکتی ہے، جس کا اعتراف جون 2006ء میں منظر عام پر آنے والی ایک حکومتی رپورٹ میں موجود ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ آف ڈیفنس، ڈیپارٹمنٹ آف سٹیٹ اور یو ایس ایڈ جیسے اداروں نے عراق جنگ میں مختلف سکیورٹی کمپنیوں کے ساتھ معاہدوں کے عوض ادا کی جانے والی رقم کا کوئی حساب نہیں رکھا۔ تھوڑا بہت جو ریکارڈ موجود ہے، وہ اتنا نامکمل ہے کہ اس سے اصل خرچ کا اندازہ ہی نہیں ہوتا۔ تاہم رپورٹ میں جانچ پڑتال کے بعد اتنا ضرور مذکور تھا کہ دسمبر 2004ء میں مختلف ایجنسیوں اور کنٹریکٹرز کو سکیورٹی سروسز اور سامان فراہم کرنے کی مد میں 766 ملین ڈالرز کی ادائیگیاں کی گئیں۔ امریکی انتظامیہ کی طرف سے عراق کی جنگ کے دوران اپنے ٹیکس دہندگان کی خون پسینے کی کمائی اربوں ڈالر اُجاڑنے کی ایک چھوٹی سی مثال ہے، وگرنہ اور بھی بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں، جن میں امریکی حکومت نے اندھا دُھند ڈالر خرچ کر کے صفر نتائج حاصل کئے اور بجائے شرمندگی اور اظہارِ ندامت کے، مزید ڈھٹائی کے ساتھ اس جنگ کو نہ صرف جاری رکھنے پر اصرار کیا، بلکہ بلیک واٹر اور اس جیسے دوسرے اتحادیوں کو نوازنے کی روش جاری رکھی اور اپنے عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے اور انہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق بلیک واٹر نے حکومت کے ساتھ اپنے ظاہر معاہدوں کے عوض پانچ سو ملین ڈالرز کا منافع کمایا۔ خفیہ معاہدوں کے سلسلے میں ملنے والی رقم اس کے علاوہ ہے، جس کا کوئی ریکارڈ منظر عام پر نہیں لایا گیا۔

PdfStuff.blogspot.com

کوفر بلیک ـــــ دستانے میں لپٹا خفیہ ہاتھ

9/11 کا واقعہ پیش آنے کے بعد بہت کم لوگ ایسے تھے، جنہیں صدر بش تک آزادانہ رسائی حاصل رہی یا انہیں دہشت گردی کے خلاف خفیہ جنگ کے خفیہ رازوں اور پس پردہ ہونے والی منصوبہ بندی سے اتنی آگاہی حاصل رہی جتنی کہ سفیر جے کوفر بلیک کو حاصل رہی ہے۔ وہ 30 سال تک سی آئی اے سے وابستہ رہنے والا بین الاقوامی جاسوسی کی پراسرار دنیا کا ایک پراسرار افسانوی کردار تھا، جسے ہلاک کرنا 1990ء میں خود اسامہ بن لادن کا ایک خواب تھا۔ سوڈان سے بدنام زمانہ عالمی دہشت گرد کارلوس دی جیکال کی گرفتاری میں اس نے بڑا بنیادی اور اہم کردار ادا کیا تھا، جس نے اُسے جاسوسی کی دنیا میں شہرت کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ کرائے کا قاتل کارلوس دی جیکال جس کا اصل نام ایچ رامیرز سنیشے تھا، اپنی کارروائیوں کی وجہ سے پوری دنیا میں خوف اور دہشت کی علامت بنا ہوا تھا۔ بلیک کے ہاتھوں اس کی گرفتاری کسی کارنامے سے کم نہ تھی۔ بلیک نے اپنی ملازمت کا بڑا عرصہ افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں گزارا تھا۔ 9/11 کے حملوں کے فوری بعد امریکہ نے ردِعمل کی جو پالیسی اپنائی، اس کی تشکیل میں کوفر بلیک نے بڑے جوش وخروش سے بنیادی کردار ادا کیا۔

9/11 کے دو دن بعد 13 ستمبر 2001ء کو وہ وائٹ ہاؤس میں موجود تھا۔ سی آئی اے کا یہ جہاں دیدہ، تجربہ کار جاسوس صدر بش کو اپنے اس منصوبے کے حوالے سے بریف کرنے آیا تھا، جو اس نے 1994ء میں سی آئی اے کی تنظیم میں شمولیت کے کچھ ہی عرصے بعد ترتیب دیا تھا، لیکن بوجوہ اس پر اس کے لئے عمل درآمد کرنا ممکن نہ ہو سکا تھا کہ خفیہ کارروائیوں کی تربیت کے بعد اسے افریقہ بھجوا دیا گیا، جہاں اس کا قیام طویل سے طویل تر ہوتا گیا۔ پہلے رہوڈیشیا کی جنگ کے دوران

زمبیا میں اُلجھا رہا، پھر صومالیہ اور جنوبی افریقہ میں فرائض انجام دیئے، جہاں نسل پرست گوری اقلیت، سیاہ فام اکثریت کے خلاف ایک دہشت ناک جنگ لڑ رہی تھی۔ زائرے میں تعیناتی کے دوران اس نے ریگن انتظامیہ کی ہدایات پر انگولا میں کمیونزم مخالف قوتوں کو اسلحہ کی فراہمی کے خفیہ منصوبے پر بھی کام کیا۔ سی آئی اے میں بیس برس کام کرنے اور ایک مختصر مدت کے لئے لندن میں رہنے کے بعد وہ ایک امریکی سفارت کار کا روپ دھار کر سوڈان کے شہر خرطوم پہنچا اور 1993ء سے 1995ء تک وہاں سی آئی اے کے اسٹیشن چیف کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ وہاں اس نے ایک متمول اور آسودہ حال سعودی کو دیکھا، جس کا نام اسامہ بن لادن تھا اور جو اپنا بین الاقوامی نیٹ ورک ترتیب دے رہا تھا، جسے بعد ازاں سی آئی اے کے حلقوں میں اسلامی دہشت گردی کا ''فورڈ فاؤنڈیشن'' کا نام ملا۔

1990ء کی دہائی میں اسامہ بن لادن کی نگرانی اور پیچھا کرنے والے ایجنٹوں کو اسامہ بن لادن اور اس کے نیٹ ورک کے بارے میں صرف معلومات اور خبریں اکٹھی کرنے کی ہدایات تھیں، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کسی طرح کی خفیہ کارروائی کرنے یا مار دھاڑ کی اجازت نہ تھی۔ اسامہ بن لادن کا ایک آدمی خاصا متحرک اور فعال تھا۔ کوفر بلیک اس کے شر سے بچنے کے لئے اسے سوڈان سے نکالنا چاہتا تھا، لیکن کلنٹن انتظامیہ نے بن لادن اور اس کے کسی ساتھی کے خلاف کسی بھی طرح کی خطرناک کارروائی کرنے کی اجازت نہ دی۔ کوفر بلیک کا ایک قریبی ساتھی ''بلیوا'' اسامہ بن لادن کو قتل کرنے کے لئے خاصا پُرجوش اور جذباتی تھا لیکن اُسے سختی کے ساتھ اس طرح کی حرکت کرنے سے روک دیا گیا۔ بلیوا کا پلان تھا کہ بن لادن کو خرطوم میں قتل کر کے اس کی لاش ایرانی سفارت خانے میں ڈال دی جائے تاکہ اس کے قتل کا الزام تہران پر آئے۔ بلیوا کے مطابق بلیک کو یہ منصوبہ بہت پسند آیا۔

دلچسپ بات یہ تھی کہ جب کوفر بلیک اور سی آئی اے، اسامہ بن لادن کی نگرانی میں مصروف تھے تو دوسری طرف فریق مخالف نے بھی خود ان پر کڑی نظر رکھی ہوئی

PdfStuff.blogspot.com

تھی۔ 1994ء میں اسامہ بن لادن کے خرطوم میں موجود کارندے پوری طرح اس حقیقت کا سراغ لگا چکے تھے کہ کوفر بلیک سفارت خانے کے ایک عام کارکن کے بھیس میں سی آئی اے کا نمائندہ ہے۔ ''سی آئی اے اور بن لادن'' اور ''گھوسٹ وارز'' کے مصنف سٹیو کول نے لکھا ہے کہ بن لادن کے آدمیوں نے بلیک کے امریکی سفارت خانے میں آنے جانے کے راستوں کی نگرانی شروع کر دی تھی لیکن بلیک اور اس کے ساتھیوں کو اس کا پتہ چل گیا اور انہوں نے تعاقب کرنے والوں کی جوابی نگرانی شروع کر دی۔ ایک مرحلہ تو ایسا بھی آیا کہ محسوس ہوتا، بن لادن گروپ نے کوفر بلیک کو امریکی سفارت خانے کے قریب قتل کرنے کی منصوبہ بندی کی جزئیات تک طے کر لی ہیں۔ تاہم سی آئی اے افسران کو اس امر کا صحیح اندازہ نہ تھا کہ بلیک پر حملہ اغواء کی شکل میں ہوگا، کار بم کی صورت ہوگی، یا پھر کہیں گھات لگا کر اس کا کام تمام کیا جائے گا۔ تاہم وہ خرطوم کی سڑک پر بن لادن گروپ کی کسی بھی کارروائی پر نظر رکھنے کے قابل ضرور تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نگرانی اور جوابی نگرانی سخت سے سخت تر ہوتی گئی اور ایک دوسرے کا پیچھا کرنے کا سلسلہ چلتا رہا۔ ایک موقع پر سی آئی اے کے افسروں نے اپنا پیچھا کرنے والے عربوں پر اسلحہ تک تان لیا اور خون خرابہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ کوفر بلیک نے سوڈان کی حکومت سے شکایت کر دی تو بلیک کو قتل کرنے کی منصوبہ بندی کرنے والے پیچھے ہٹ گئے۔ بلیک نے جب خرطوم چھوڑا ہے تو بن لادن پہلے کی نسبت کہیں زیادہ طاقت ور اور با اثر ہو گیا تھا۔ یہ ایک ایسی حقیقت تھی، جو آنے والے برسوں میں بلیک کی پیشہ ورانہ زندگی کا ایک ناقابلِ فراموش سچ ثابت ہونے والی تھی۔

سوڈان میں بلیک کی سب سے بڑی کامیابی ایک بین الاقوامی مفرور دہشت گرد کی گرفتاری تھی، جس کے چرچے بن لادن سے کہیں زیادہ اور کہیں پہلے سے پھیلے ہوئے تھے۔ بلیوا کا کہنا ہے کہ دسمبر 1993ء میں اسے سوڈان میں ایک ''چھوٹی مچھلی'' کی نگرانی سے ہٹا کر ایک ''بڑی مچھلی'' کی نگرانی پر لگا دیا گیا تھا۔ تب تک بن لادن کی حیثیت ''چھوٹی مچھلی'' کی ہی تھی۔ خرطوم میں واقع امریکی سفارت

خانے میں میٹنگ کے دوران بلیک نے نئے ٹارگٹ کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا تھا کہ اس ایک ملین آبادی کے شہر میں ہمیں ایک ایسے شخص کو ڈھونڈنا اور پکڑنا ہے، جس کا اصل نام ایچ رامیرز سانشے ہے لیکن وہ کارلوس دی جیکال کے نام سے دنیا بھر میں شیطان کی طرح مشہور ہے۔ بلیوا کو بتایا گیا کہ یہ اصل شکار ہے۔ تمہیں اس آدمی کو پکڑنا ہے۔ کارلوس پر کئی اہم سیاسی افراد کے قتل اور 70ء، 80ء کی دہائی میں قتل ہونے والے بم دھماکوں کے الزامات تھے اور وہ ایجنسی کو انتہائی مطلوب شخص تھا۔

بلیک، بلیوا اور کارلوس کے آدمیوں میں اس وقت مڈبھیڑ ہوئی، جب کارلوس نے اپنی مدد کے لئے سمندر پار سے اپنے بھروسے کے ایک باڈی گارڈ کو بلوایا لیکن ہوا یہ کہ بھروسے کا یہ باڈی گارڈ، خرطوم پہنچنے کے چند ہی دن بعد پولیس کے ہتھے چڑھ گیا۔ اس نے نشے میں دھت ہو کر ایک دکاندار پر پستول تان لیا تھا اور اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی تھی۔ پولیس نے پکڑ کر جیل میں بند کر دیا۔ لیکن اس وقت تک بلیک اور اس کے ساتھی کارلوس کے باڈی گارڈ اور خرطوم پہنچنے کے بعد اس کے زیر استعمال رہنے والی ٹویوٹا کروسیڈا گاڑی کی شناخت کرنے میں کامیاب رہے تھے اور اس کا پیچھا کرتے ہوئے کارلوس کے خفیہ ٹھکانے تک پہنچ گئے اور اس کے سامنے ایک اپارٹمنٹ کرائے پر لے کر اس کی نگرانی شروع کر دی اور آخر کئی ماہ کی محتاط اور کڑی نگرانی کے بعد اگست 1994ء میں اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کارلوس جیسے انتہائی مطلوب اور عیار مجرم کی گرفتاری نے بلیک کو سی آئی اے کے حلقوں میں غیر معمولی شہرت بخشی۔

خرطوم کے بعد 1995ء میں بلیک کو مشرق قریب اور جنوبی ایشیا ڈویژن میں سی آئی اے ٹاسک فورس کا چیئر مین نامزد کر دیا گیا، جہاں اس نے اگلے دو، تین برسوں تک بن لادن اور اس کے نیٹ ورک کی نگرانی جاری رکھی۔ 1999ء میں اسے غیر معمولی ترقی دے کر سی آئی اے کے انسدادِ دہشت گردی سنٹر (CTC) کا سربراہ بنا دیا گیا۔

PdfStuff.blogspot.com

کوفر بلیک نے جب سنٹر کا چارج سنبھالا تو بن لادن اس وقت تک ایک جانا پہچانا نام بن چکا تھا۔ 1998ء میں کینیا اور تنزانیہ کے امریکی سفارت خانوں میں ہونے والے بم دھماکوں کا ''ماسٹر مائنڈ'' قرار دیا جا رہا تھا۔ ان دھماکوں کے نتیجے میں بارہ امریکی شہریوں سمیت دوسو سے زائد لوگ ہلاک ہو گئے تھے۔ سوڈان سے بلیک کے نکلنے کے تھوڑے عرصے بعد بن لادن نے بھی سوڈان چھوڑ کر اطلاعات کے مطابق افغانستان میں ڈیرہ ڈال لیا تھا۔ بن لادن، جو قبل ازیں سی آئی اے یا عرب اور اسلامی دنیا کے ایک محدود حلقے تک معروف تھا، اب ایف بی آئی کے انتہائی مطلوب افراد کی فہرست میں شامل ہو چکا تھا اور اس کا نام سب سے اوپر تھا۔

1999ء کے آغاز میں بن لادن کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے کے لئے سی آئی اے کے دہشت گردی سنٹر میں ''ایلک سٹیشن'' کے نام سے خصوصی یونٹ کا قیام عمل میں آیا، جس کی نگرانی بلیک کی ذمہ داری تھی۔ اس یونٹ کے قیام کا بنیادی مقصد القاعدہ کے بڑھتے ہوئے خطرے کی روک تھام کرنا تھا اور بلیک اس کے لئے خاصا پُرعزم اور پُرجوش تھا۔ لیکن چار سال کی مسلسل جدوجہد اور لاکھوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود ''ایلک سٹیشن'' بن لادن گروپ کی مخبری کے لئے افغانستان میں اپنا ایک بھی ایسا قابلِ اعتماد ذریعہ پیدا نہ کر سکا، جس سے القاعدہ کی ممکنہ کارروائیوں یا اس کے عزائم کے بارے میں کوئی خبر مل سکتی۔ یہ صورتِ حال خاصی شرم ناک تھی۔ انٹیلی جنس کی مصدقہ اطلاعات کی عدم دستیابی کی وجہ سے صورتِ حال خاصی تشویش ناک تھی۔ اور جب چند دنوں میں 9/11 کی منصوبہ بندی کرنے والوں نے اپنی کارروائیوں کا آغاز کر دیا تو صورتِ حال اور بھی گمبھیر ہو گئی۔ بلیک، سی آئی اے کا انچارج تھا اور اسے حال ہی میں یہ منصب ملا تھا۔ اس نے جلد ہی عدم تعاون کا رونا شروع کر دیا اور شکوہ کرنے لگا کہ اسے اور انسدادِ دہشت گردی کے سنٹر میں کام کرنے والے اس کے دوسرے ساتھیوں کو بن لادن کو گرفتار کرنے کے لئے مناسب اور ضروری سہولیات فراہم نہیں کی جا رہی ہیں۔ اپریل 2004ء میں اس نے 9/11 کمیشن کے روبرو بھی کچھ ایسا ہی بیان دیا۔ اس نے کہا، اپنی بساط بھر کوشش کے باوجود ہمیں

کسی طرح کی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ اس کے لئے اگر CTC کو ذمہ دار گردانا جاتا ہے کہ اس نے کچھ نہیں کیا تو مجھے یہ الزام قبول ہے، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ جتنی بڑی ذمہ داری ہمیں سونپی گئی تھی، اس کی مناسبت سے ہمارے افرادی وسائل اور مالی سہولیات کہیں کم تھیں اور ہمیں اپنی مرضی سے کارروائیاں کرنے کا اختیار بھی نہ تھا۔ مالی وسائل کی کمی کا شکوہ یوں درست تھا کہ بلیک کے دور میں ہر طرح کے اخراجات میں کٹوتیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ 1999ء میں انسدادِ دہشت گردی کے سنٹر کے بجٹ میں 30 فیصد تک کمی کی گئی تو اس کا اثر بن لادن والے خصوصی یونٹ ''ایلک سٹیشن'' پر بھی پڑا، لیکن بعض ناقدین کا خیال تھا کہ اصل مسئلہ بجٹ میں کٹوتی نہیں تھا، بلکہ اس کی اصل وجہ بلیک اور اس کے ساتھیوں کا القاعدہ اور بن لادن تک رسائی کے طریقے سوچنے جیسے دِقت طلب اور بیزار کن کام کے بجائے پارلیمان کے خفیہ آپریشنز کی ٹوہ میں رہنا تھی۔

1999ء میں بلیک کے دفتر نے صدر کلنٹن کی بریفنگ کے لئے دستاویزات تیار کیں تو اس میں تسلیم کیا گیا تھا کہ اس گروپ میں داخل ہونے یا گھسنے کا کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور ڈھونڈنا پڑے گا جبکہ کسی بھی دہشت گرد گروپ میں گھسنا بہرحال کوئی آسان کام نہیں۔ تاہم 9/11 کے بعد جو کچھ کیا گیا، یا نہیں کیا گیا، اس کا مقصد محض ایک جاسوس اور مخبر ڈھونڈنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

9/11 سے پہلے دو برسوں کے دوران بلیک نے القاعدہ سے لڑنے کی جو حکمت عملی تیار کی، اس کا مرکزی نقطہ افغانستان کے پڑوسی ملک ازبکستان کو افغانستان میں داخلے کے لئے ایک لانچنگ پیڈ کے طور پر استعمال کرنا تھا۔ بلیک نے تاشقند کے دارالحکومت کا خفیہ دورہ کیا اور ایک ازبک پیراملٹری فورس کی امریکی امداد اور ٹریننگ کا جائزہ بھی لیا۔ اس فورس نے بن لادن یا اس کے نائبین کو خفیہ طور پر اغوا کر کے ان کی گرفتاری میں امریکیوں کا ہاتھ بٹانا تھا۔ ازبکستان کا آمر اسلام کریموف، ملک کے اندر مختلف گروپوں کے خلاف اپنی جنگ لڑ رہا تھا اور اپنی جارحانہ داخلی پالیسیوں کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اسلامی بغاوت کا ہوّا کھڑا کر کے جمہوریت کے

PdfStuff.blogspot.com

حامیوں کو کچلنے پر تُلا ہوا تھا۔ سی آئی اے نے اس کے دروازے پر دستک دی تو خوشی سے کھل اٹھا کہ اس طرح بن لادن کے خلاف جنگ کی آڑ میں اسے واشنگٹن سے فوجی امداد بٹورنے کا ایک اچھا موقع مل رہا تھا۔ اس طرح سی آئی اے اپنے چند آپریشنز کے لئے ازبکستان کے فضائی اڈے استعمال کرنے اور جاسوسی اور نگرانی سے متعلقہ تنصیبات، ازبکستان کے اندر قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ تاہم بلیک کی اس خفیہ امریکی سپورٹ کے نتیجے میں کریموف نے بھی سی آئی اے سے لاکھوں ڈالر کما لئے، جو بقول بام فورڈ، اس نے اپنے نجی عقوبت خانے چلانے اور اپنے حامیوں کو گوریلا ٹریننگ دینے میں خرچ کئے، جو آگے چل کر عورتوں اور نسلی اقلیتوں کو دبانے اور کچلنے کے لئے استعمال کئے جاسکتے تھے۔ کریموف اپنے سیاسی دشمنوں اور حریفوں کو اُبال کر قتل کرنے کے لئے بدنام تھا، جبکہ ازبکستان میں تعینات ایک برطانوی سفیر کے بقول یہ کام اس ملک میں کچھ ایسا انوکھا نہیں تھا۔

بلیک نے پنج شیر کے شیر، احمد شاہ مسعود اور اس کے شمالی اتحاد کو بھی خفیہ امداد فراہم کی، جو بن لادن اور القاعدہ کو اپنا دشمن سمجھتے تھے۔ انسدادِ دہشت گردی کے سنٹر کے سربراہ کی حیثیت سے 2000ء کے موسمِ گرما میں تاجکستان میں بلیک کی احمد شاہ مسعود سے ایک بالمشافہ ملاقات بھی ہوئی۔ القاعدہ کے خلاف جنگ میں بلیک اور اس کے یونٹ کا احمد شاہ مسعود اور اس کے ساتھیوں پر حد سے زیادہ انحصار متنازعہ تھا اور انٹیلی جنس کی دنیا بھی اسے شک کی نظر سے دیکھتی تھی۔ مسعود اور اس کے ساتھی، افغانستان کے پیچیدہ منظر نامے میں ایک نسلی اقلیت کے نمائندے تھے اور افغانستان کے شمال میں بن لادن کی کارروائیوں کے مرکز سے کہیں دُور تھے۔ مزید برآں کئی اور طرح کے تحفظات بھی موجود تھے۔ بام فورڈ کے مطابق سی آئی اے کا ایک حصہ مسعود گروپ پر بے دریغ پیسہ لُٹا رہا تھا تو دوسری طرف عین اس لمحے سی آئی اے کا مرکز برائے انسدادِ منشیات، خبردار کر رہا تھا کہ مسعود گروپ ایک بہت بڑا خطرہ بنتا جا رہا ہے اور اس کے آدمی بڑی مقدار میں افیون اور ہیروئن یورپ اسمگل کر رہے ہیں۔ برطانوی حکام نے بھی اپنی تفتیش کے بعد یہی

رپورٹ دی۔

وائٹ ہاؤس کے انسدادِ دہشت گردی کے ماہر رچرڈ کلارک نے مسعود کے ساتھ فوجی اتحاد کی مخالفت کرتے ہوئے شمالی اتحاد کو منشیات کے سوداگر اور بنیادی انسانی حقوق کو پامال کرنے والے لوگ قرار دیا۔ جبکہ بلیک نے اپنے ساتھیوں کو یہ باور کرا کر مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ یہ اتحاد تیسری عالمی جنگ کی راہ ہموار کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور کچھ نہیں۔ لیکن احمد شاہ مسعود یہ سب دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہا۔ اُسے 9 ستمبر 2001ء میں صحافیوں کے بھیس میں آنے والے القاعدہ کے جنگجوؤں نے قتل کر ڈالا۔ اس زمانے میں بلیک نے فضائیہ پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ پائلٹ کے بغیر جاسوس طیارے کی تیاری کے عمل کو تیز تر کر دیا جائے تاکہ بن لادن اور اس کے حواریوں پر ڈرونز حملے کر کے انہیں ہیل فائر میزائلوں کا نشانہ بنایا جاسکے۔

انسدادِ دہشت گردی شعبے کے ناقدین، جن میں سے کچھ، کوفر بلیک سے پہلے اس کے سربراہ بھی رہے، ان کا کہنا ہے کہ اگرچہ اس بات میں کچھ حقیقت ہے کہ ان کے پاس پیسوں کی کمی تھی لیکن دلچسپ امر یہ ہے کہ انہوں نے القاعدہ کا پیچھا کرنے یا اسے ختم کرنے کے لئے ایک روپیہ خرچ نہیں کیا۔ یہ لوگ ہر وقت محض اس لئے القاعدہ کا نام جپتے رہے کہ انہیں پیسہ ملتا رہے اور جب انہیں پیسے مل جاتے تو وہ ڈائریکٹوریٹ آف آپریشنز میں موجود افسر شاہی کی تعمیر اور فلاح و بہبود پر اُجاڑ دیئے جاتے۔ گویا القاعدہ کے خاتمے کے علاوہ ان کے لئے ہر کام اہم تھا۔ ان کی توجہ اگر اپنے اصل ہدف پر ہوتی تو 9/11 کا واقعہ کبھی پیش ہی نہ آتا۔

بوب وڈورڈ کی ایک کتاب State of Denial، 2006ء میں چھپی، جس میں اس نے 9/11 کے حملوں سے دو ماہ پہلے 10 جولائی 2001ء کی ایک ملاقات کا احوال بیان کیا ہے۔ یہ ملاقات سی آئی اے کے سربراہ جارج۔ جے ٹینٹ اور انسدادِ دہشت گردی کے سنٹر کے سربراہ کوفر بلیک کے درمیان سی آئی اے ہیڈ کوارٹرز میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں بن لادن اور القاعدہ سے متعلق تازہ ترین انٹیلی جنس

PdfStuff.blogspot.com

رپورٹوں پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ کوفر نے القاعدہ کے ممبران کی آپس میں ہونے والی بات چیت کی ٹیپس اور دوسری اہم اور خفیہ خبریں جارج ٹینٹ کے سامنے رکھیں، جن سے القاعدہ کے امریکہ پر حملہ آور ہونے کے نمایاں اور واضح اندیشے اُبھرتے تھے۔ جارج ٹینٹ اور کوفر بلیک، بن لادن کے خلاف فوری کارروائی کے حامی تھے لیکن سیکرٹری دفاع ڈونلڈ رمزفیلڈ نے نیشنل سکیورٹی ایجنسی کی حاصل کردہ تمام معلومات و پیغامات اور خفیہ خبروں پر نقطۂ اعتراض اٹھا دیا اور سوال کیا کہ کیا یہ سب ایک دھوکا نہیں ہوسکتا؟ کیا عجب یہ امریکی ردِعمل اور دفاعی طریقوں کو جانچنے کا ایک بہانہ ہی ہو۔ میئر برائے قومی سلامتی، کونڈولیزا رائس سے رابطہ کیا گیا تو وہاں سے بھی سرد مہری اور عدم توجہی کا مظاہرہ ہوا، جس سے انہیں پریشانی ہوئی اور محسوس ہوا جیسے انہیں ٹرخا دیا گیا ہے۔

6 اگست 2001ء کو صدر بش اپنے کرافورڈ فارم میں تھا، جہاں اس نے اپنی روزانہ کی بریفنگ میڈیا کے سامنے پیش کی۔ جس کا لبِ لباب یہ تھا کہ بن لادن، امریکہ پر حملے کا تہیہ کر چکا ہے۔

ایف بی آئی کی رپورٹوں میں اس امر کا اشارہ تھا کہ القاعدہ کے کارکن طیارے بھی اغوا کر سکتے ہیں۔ یہ بات اس لئے بھی قرینِ قیاس لگتی تھی کہ القاعدہ کے ارکان، ہائی جیکنگ اور دوسری قسم کے حملوں کے لئے مشکوک قسم کی سرگرمیوں میں ملوث پائے گئے تھے اور انہیں نیویارک میں موجود وفاقی عمارتوں کی نگرانی کرتے ہوئے بھی پایا گیا تھا۔

نو دن بعد پینٹاگان میں انسدادِ دہشت گردی کے حوالے سے کانفرنس منعقد ہوئی تو بلیک نے اپنے خطاب میں خبردار کرتے ہوئے کہا:

''ہم پر بہت جلد حملہ ہونے والا ہے۔ بہت سے امریکی مرنے والے ہیں۔ اور یہ حملہ امریکہ میں ہی ہوسکتا ہے۔''

امریکہ کو 9/11 کے حملوں سے بچانے کی ذمہ داری کس کی تھی؟ اس بارے میں بحث کئی برسوں تک چلتی رہی اور کلنٹن اور بش انتظامیہ کے لوگ ایک دوسرے

پر کیچڑ اُچھالتے رہے۔ بلیک کو اپنے خفیہ منصوبے پر کئی سال سے مسلسل لگتی پابندیوں کا بڑا دکھ اور غصہ تھا۔ قدم قدم پر بنیادی انسانی حقوق کے ضابطے ہاتھ روک لیتے۔ لیکن اب دہشت گردی کے خلاف جنگ نے سارا کھیل بدل دیا تھا، جس کے اپنے نئے اصول اور ضوابط تھے، جن کے نزدیک بنیادی انسانی حقوق کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔

اس نئی صورتِ حال پر خود بلیک کا تبصرہ بھی خوب تھا۔ اس نے کہا۔ میری مثال اس لڑاکا کتے کی سی ہے، جسے زنجیروں سے باندھ کر کاٹھ کباڑ کی رکھوالی پر لگا دیا گیا تھا۔ لیکن اب میری زنجیریں کھل گئی ہیں اور میرے لئے مزید انتظار کرنا ممکن نہیں۔

9/11 کے بعد صدر بش سے اپنی پہلی ملاقات میں بلیک نے افغانستان کے حوالے سے جس جارحانہ انداز میں صدر بش کو بریفنگ دی، وہ بش کو بہت پسند آیا۔ جب بلیک نے کہا کہ یہ آپریشن ایک خونی آپریشن ہوگا تو بش کا جواب تھا۔ یہ جنگ ہے۔ اور جنگ میں خون بہتا ہی ہے۔ تم آپریشن شروع کرو۔

صدر بش کے اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ بلیک اور سی آئی اے اپنی اپنی اسپیشل فورسز لے کر افغانستان میں گھس گئے۔ 27 ستمبر 2001ء کو افغانستان میں پہنچنے والی سی آئی اے کی ٹیم ''جبڑا توڑنے والا دستہ'' کے نام سے معروف تھی۔ بلیک نے روانگی سے پہلے اپنے لوگوں پر واضح کر دیا کہ اس نے ہر معاملے میں صدر سے کھل کر بات کر لی ہے اور انہیں اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں۔ میں بن لادن اور اس کے قریبی ساتھیوں کو گرفتار حالت میں زندہ نہیں، مُردہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں سنگینوں میں پروئے ان کے سروں کی تصویریں دیکھنا چاہتا ہوں۔ میری آرزو ہے کہ بن لادن کا سر خشک برف سے بھرے صندوق میں محفوظ کر کے یہاں لایا جائے، میں اُس کا سر، صدر کو دکھانا چاہتا ہوں۔ میں نے صدر سے وعدہ کیا ہے کہ میں ایسا کر کے دکھاؤں گا۔

امریکہ نے افغانستان میں دراندازی کا حتمی فیصلہ کر لیا تو بلیک نے کولن پاؤل کے نائب، رچرڈ آرمیٹج کے ساتھ روسی عہدے داروں سے ملاقات کے لئے روس کا

PdfStuff.blogspot.com

دورہ کیا۔ روس نے اپنے تجربے کی روشنی میں بلیک کو مجاہدین کے ہاتھوں امریکہ کی شکست کے متوقع اندازوں کے بارے میں خبردار کیا تو بلیک نے بڑی نخوت سے کہا۔ ہم انہیں مارنے والے ہیں، ہم ان کی کھوپڑیاں ڈنڈوں پر لٹکائیں گے اور اُن کا ستیاناس مار دیں گے۔ دلچسپ بات ہے کہ 9/11 کے بعد بلیک نے افغانستان سے متعلق جتنے بھی خفیہ منصوبے بنائے، ان پر عمل درآمد کرنے والے امریکہ کے باقاعدہ فوجیوں کے بجائے پرائیویٹ اداروں کے کرائے کے فوجی تھے، جو ان منصوبوں کے بیشتر حصوں کو انجام دے رہے تھے اور براہِ راست اسی کو جواب دہ تھے۔ بلیک کے کارندوں نے اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے 9/11 کے بعد افغانستان میں ابتدائی مشن پر بھجوانے کے لئے تقریباً ساٹھ سے زائد ڈیلٹا فورس، بحری کمانڈوز اور دوسری سپیشل فورسز سے تعلق رکھنے والے سابق فوجی اکٹھے کر لئے، جو آزاد کنٹریکٹرز کی حیثیت سے بھرتی کئے گئے اور افغانستان جانے والے اوّلین امریکیوں کا ایک بڑا حصہ تھے۔

2001ء کے اواخر میں بلیک ٹھیک اسی حیثیت سے کام کر رہا تھا، جو اس کا ایک دیرینہ خواب تھا۔ وہ بش انتظامیہ کی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نہ صرف مختلف منصوبے ترتیب دے رہا تھا، بلکہ ان کے نفاذ میں بھی مرکزی کردار ادا کر رہا تھا۔ اس کا شعبہ انسدادِ دہشت گردی تین سو افراد سے بڑھ کر بارہ سو افراد تک پھیل گیا تھا۔ اس شعبے سے متعلق ایک سابقہ عہدے دار نے واشنگٹن پوسٹ کو بتایا کہ ہمارا کام تفریح جیسا ہے۔ ہمیں دوسروں سے بالکل اُلجھنا نہیں پڑا، نہ کسی قابلِ ذکر مزاحمت کا سامنا ہوا۔ افغانستان، پاکستان اور دوسرے کئی علاقوں سے لوگوں کو اغواء کر کے کیوبا کے امریکی قید خانے گوانتاناموبے پہنچا دیا جاتا، جہاں وہ برسوں کسی الزام اور تفتیش کے بغیر پڑے رہتے۔ انہیں دشمن کے لڑاکا جنگجو قرار دے کر طرح طرح کی اذیتیں دی جاتیں۔ انہیں کوئی ایسا قانونی تحفظ حاصل نہ ہوتا، جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو آزاد کروا سکتے۔ اسی طرح بہت سے لوگ افغانستان اور دوسرے ملکوں میں موجود جہنمی قید خانوں میں رکھے جاتے، جہاں ان پر ہر طرح کی

اذیت اور ظلم روا تھا۔

2002ء میں بلیک نے کانگریس کے سامنے ایک نئی ''آپریشنل تبدیلی'' کا اعتراف کیا، جو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں نافذ کی گئی تھی۔ اس نے کہا۔ یہ ایک انتہائی حساس معاملہ ہے، تاہم آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ 9/11 سے پہلے اور 9/11 کے بعد کے حالات میں بہت فرق ہے۔ 9/11 کے بعد کئی رازوں پر سے پردہ اُٹھ چکا ہے۔

2004ء میں بلیک نے بڑ ہانکی اور شیخی بگھارتے ہوئے کہا کہ القاعدہ کی 70 فیصد لیڈرشپ گرفتار ہو چکی ہے، یا ماری جا چکی ہے۔ تین ہزار چار سو سے زیادہ القاعدہ کے حامی اور کارکن گرفتار ہیں اور ہماری قید میں ہیں۔

نئی آپریشنل تبدیلی اور لچک کے ایک حصے کے طور پر سی آئی اے نے ان قیدیوں سے متعلق ڈرامہ رچایا۔ ان قیدیوں کی غیر معمولی تعداد کو بحری جہازوں میں ڈال کر بطورِ خاص ان ملکوں میں لے جایا گیا، جو اپنی انسانی حقوق کی بے رحمانہ خلاف ورزیوں اور پامالی کے لئے خاصے بدنام تھے۔ ان قیدیوں پر ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی ہر طرح سے اذیت ناک تشدد کیا جاتا۔ واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ کے مطابق بلیک کی ٹیم میں کیس آفیسرز، پیراملٹری کے اہل کار، تجزیہ نگار اور ماہرین نفسیات شامل تھے، جن کا کام یہ سوچنا تھا کہ کسی شخص کو شہر کی ایک چلتی ہوئی پُر رونق سڑک سے، ایک دور دراز کے پہاڑی علاقے سے، یا ایئرپورٹ کے کسی کونے سے کس طرح اور کیسے اغوا کر کے غائب کرنا ہے۔ پوسٹ کی ڈانا پرائسٹ کی رپورٹ کے مطابق یہ لوگ عام طور پر ماسک سمیت سر سے پاؤں تک کالا لباس پہنے ہوتے ہیں۔ اغوا کرنے کے فوری بعد شکار کو نشہ آور چیز کھلا کر بے ہوش کر دیا جاتا ہے۔ اگلی منزل عام طور پر مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا کے دوست ملک بشمول افغانستان میں موجود قید خانے ہوتے ہیں یا پھر سی آئی اے کے اپنے خفیہ قید خانے ہوتے ہیں، جو کاغذات میں ''بلیک سائٹس'' کے نام سے لکھے اور پڑھے جاتے ہیں اور مشرقی یورپ سمیت آٹھ مختلف ملکوں میں موجود بتائے جاتے ہیں۔ سی آئی اے ان قیدیوں

PdfStuff.blogspot.com

سے براہِ راست خود پوچھ گچھ کر کے جوابات نہیں اُگلواتی۔ وہ اپنے 'دوست یا میزبان' ملکوں کو وہ سوال بھجوا دیتی ہے، جن کے جوابات اسے قیدیوں سے درکار ہوتے ہیں۔ وہ خود ان سے سارا کچھ اُگلوا لیتے ہیں۔

سی آئی اے کی تفتیشی ٹیم میں شامل ایک امریکی عہدے دار نے، جو قیدیوں کے تبادلے کے عمل کی نگرانی پر مامور تھا، پوسٹ کو بتایا کہ جب تک کسی کے انسانی حقوق پامال نہیں ہوتے، اس کا سیدھا سادا مطلب ہوتا ہے کہ آپ غالباً اپنا فرض ٹھیک طرح سے انجام نہیں دے رہے۔

وائٹ ہاؤس کے وکیل سی آئی اے کی طرف سے تفتیش کے دوران روا رکھی جانے والی پُرتشدد پالیسیوں کی توجیہات پیش کرنے کے لئے دن رات قانونی پیش بندیاں کرنے میں مصروف رہتے۔ ان لوگوں نے سی آئی اے کو رسمی طور پر یہ بتا رکھا تھا کہ تفتیش کے دوران اگر قیدی کا کوئی جسمانی حصہ بیکار نہیں ہوتا، یا اس کی موت واقع نہیں ہو جاتی تو کسی پر محض تشدد کرنے کی وجہ سے مقدمہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک سال بعد جبکہ اسامہ بن لادن ابھی امریکہ مخالف مزاحمت کی تعریف و ستائش میں آزادانہ ویڈیو پیغامات جاری کئے جا رہا تھا کہ بلیک نے غیر متوقع طور پر اچانک سی آئی اے سے علیحدگی اختیار کر لی، جس کے بارے کچھ لوگوں کا بیان تھا کہ سیکرٹری ڈیفنس ڈونلڈ رمزفیلڈ نے اسے نکالا ہے۔ اس نے 17 اپریل 2002ء کو واشنگٹن پوسٹ میں چھپنے والی ایک خصوصی کہانی کے لئے پوسٹ کو خفیہ مصدقہ اطاعات پہنچائی تھیں، جن میں بتایا گیا تھا کہ پینٹاگان نے کیسے اسامہ بن لادن کو تورابورا میں شدید زخمی ہونے کے بعد مبینہ طور پر فرار ہونے کا موقع دیا تھا۔ اخبار نے اسے القاعدہ کے خلاف جنگ میں ایک فاش غلطی قرار دیا تھا۔

ایک ماہ بعد دوسری رپورٹ میں کہا گیا کہ انسدادِ دہشت گردی سنٹر کے سربراہ کوفر بلیک کو دوسری جگہ ایک نئے عہدے پر فائز کر دیا گیا ہے، جو معمول کی محکمانہ کارروائی ہے۔ خبر رساں ایجنسی یو پی آئی نے سی آئی اے کے چند سابق عہدے داروں سے انٹرویو کئے تو ایک نے بتایا کہ بلیک کو لات مار کر نوکری سے نکال دیا گیا

ہے۔ نیوز ایجنسی نے مزید لکھا کہ اسے صرف نکالا ہی نہیں گیا، بلکہ سی آئی اے کے ہیڈ کوارٹر میں اس کے داخلے پر بھی پابندی لگا دی گئی ہے۔ اس پر سی آئی اے کے ایک تجزیہ نگار جوڈتھ یاف نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سی آئی اے کا مسلمہ طریق کار ہے کہ اگر کسی کو نکال دیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اب اس کا ایجنسی کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ اور لین دین باقی نہیں رہا۔

بلیک کو ذلت آمیز طریقے سے الگ کر کے ٹائی سنز کارنر میں واقع ایجنسی کی سیٹلائٹ لوکیشن تک محدود کر دیا گیا، جہاں نہ تو اس کے پرانے قابلِ اعتماد دوست تھے اور نہ جانا پہچانا مانوس ماحول۔ تاہم حکومت کے ساتھ بلیک کے رابطے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے۔ حکومت کے اعلیٰ اور کلیدی عہدوں پر اب بھی اس کے دوست موجود تھے جن کے ساتھ اس کے تعلقات اور دوستیاں برقرار تھیں۔ صدر بش نے 10 اکتوبر 2002ء کو اسے دہشت گردی کے خلاف اپنا مشیر مقرر کر کے اسے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں ایک گشتی سفیر کا درجہ دے دیا۔ نیا عہدہ سنبھالتے ہی اس نے دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کی پالیسیوں بارے قاہرہ میں مصری صحافیوں کے ایک گروپ سے مواصلاتی فون پر بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ میں گوانتاناموجاتا رہتا ہوں اور آپ کو بتاؤں کہ وہاں جا کر خوش ہوتا ہوں یہ سوچ کر کہ اگر ہمارے دشمن بھی ہمیں قیدی بنا کر ایسی ہی کسی جگہ رکھیں گے تو یقیناً یہ میری اور آپ کی خوش قسمتی ہوگی۔

لیکن اس کا یہ جھوٹ زیادہ عرصے تک دنیا کو بے وقوف نہ بنا سکا۔ ذرائع ابلاغ نے گوانتاناموکے قید خانے میں قیدیوں پر توڑے جانے والے انسانیت سوز مظالم اور ظلم و تشدد کی حقیقی کہانیاں اور تصویریں چھاپ کر اور دکھا کر دنیا کو گوانتاناموکا اصل چہرہ دکھا دیا۔

2003ء میں سٹیٹ آف یونین سے خطاب کے دوران صدر بش نے ایف بی آئی اور سی آئی اے اور ڈیفنس ڈیپارٹمنٹ کو فوری طور پر دہشت گردی کے خطرات سے نمٹنے کا مرکز تشکیل دینے کی ہدایت کی تاکہ ملک کو درپیش آنے والے تمام

PdfStuff.blogspot.com

خطرات کا جائزہ لے کر ان کے سدِ باب کے لئے مؤثر حکمت عملی ایک ہی جگہ پر بنائی جا سکے۔ صدر بش نے کہا۔ ملکی سلامتی اور حفاظت کو یقینی بنانے کے لئے ہمیں تمام تر ممکنہ معلومات کا علم ہونا چاہئے۔ چند ماہ بعد 30 اپریل 2003ء کو بلیک نے ایک رپورٹ جاری کی اور دعویٰ کیا کہ 2002ء میں دہشت گردی گزشتہ 30 سال کے مقابلے میں کم ترین سطح پر رہی۔ بلیک کے اس بیان پر عوامی حلقوں کی جانب سے برائے نام تنقید ہوئی۔ لیکن ایک سال بعد جب بلیک نے اپنی رپورٹ میں دوبارہ اس دعوے کا اعادہ کیا، تو اس پر شدید تنقید ہوئی۔

جن دنوں عراق میں امریکہ کے خلاف مہم خوب زوروں پر تھی، 29 اپریل 2004ء کو بلیک اور نائب سیکرٹری خارجہ آرمیٹج نے 2003ء میں ''گلوبل دہشت گردی کے رجحانات'' کے حوالے سے ایک رپورٹ جاری کی اور اس میں بڑی دیدہ دلیری سے دعویٰ کیا کہ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں واضح کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ آرمیٹج نے کہا۔ رپورٹ میں واضح شواہد موجود ہیں، جو جنگ میں امریکہ کی فوقیت ثابت کرتے ہیں۔ یہ رپورٹ جاری کرنے کا مقصد یہ ہے کہ امریکیوں کو پتہ چلے کہ ہم ان کی حفاظت کے لئے کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ بلیک نے رپورٹ میں کہا کہ 1969ء سے لے کر آج تک کا دہشت گردی کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ 2003ء میں دہشت گرد حملوں کی تعداد سب سے کم ہے، جو 34 سال کی کم ترین شرح ہے۔ 2003ء میں عالمی دہشت گردی کے 190 واقعات رونما ہوئے، جو اس سے پچھلے سال یعنی 2002ء میں ہونے والے 198 واقعات سے تھوڑے کم تھے۔ اور 2001ء میں ہونے والے 346 واقعات کی نسبت 45 فیصد کم تھے۔ وائٹ ہاؤس کے لئے یہ رپورٹ اس کی کامیاب حکمت عملی کا ایک واضح ثبوت تھی کیونکہ کانگریس کے شعبہ تحقیق نے بہرطور اسے دہشت گرد حملوں کو جانچنے والی امریکی حکومت کی میسر و مستند غیر خفیہ دستاویز قرار دیا تھا۔

یہ ایک فراڈ تھا۔ کانگریس کے تفتیش کاروں اور غیر جانب دار حلقوں نے جلد ہی

سچائی کھوج نکالی۔ رپورٹ کی اشاعت کے فوری بعد پرنسٹن اور سٹیفورڈ کے ماہرین ایلن کروگر اور ڈیوڈ لیٹن نے واشنگٹن پوسٹ میں چھپنے والے اپنے مضمون میں لکھا:

رپورٹ میں دیئے گئے، اعداد و شمار اور حقائق غیر واضح اور تحریف شدہ ہیں۔ غیر اہم دہشت گرد حملوں کو بلاجواز غیر ضروری اہمیت دی گئی ہے۔ اس رپورٹ میں واحد قابلِ تصدیق بات یہ ہے کہ 2001ء کے بعد سے دہشت گردی کے واقعات میں ہر سال اضافہ ہوا جو 2003ء میں بیس سال کی بلند ترین سطح تک پہنچ گیا۔ 2003ء کے دوران دہشت گردی کے واقعات میں مبینہ طور پر جس کمی کا دعویٰ کیا گیا، وہ درحقیقت غیر اہم واقعات میں وقوع پذیر ہونے والی کمی تھی۔ بلیک کی رپورٹ میں چار فیصد کمی کا دعویٰ بھی غلط نکلا۔ کیونکہ اس دوران دہشت گردی کے واقعات میں کمی نہیں، پانچ فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اس دوران وہ حملے، جنہیں اہم قرار دیا گیا، وہ 1982ء سے لے کر آج تک کی بلند ترین سطح پر تھے۔ مزید برآں 11 نومبر 2003ء کے بعد ہونے والی دہشت گردی کے واقعات کا رپورٹ میں کوئی ذکر نہیں تھا۔ حالانکہ ان کی تعداد 2003ء کے پہلے دس مہینوں میں ہونے والے حملوں سے کہیں زیادہ تھی۔ لطف کی بات ہے کہ امریکی حکومتی عہدیدار عراق اور افغانستان کے مزاحمت کاروں کو دہشت گرد قرار دے رہے تھے۔ لیکن بلیک کی رپورٹ میں عراق میں امریکی فوج پر ہونے والے حملوں کو دہشت گردی کے بجائے دُو بدو لڑائی کا نام دیا گیا اور اس کی توجیہ یہ کی گئی کہ یہ حملے ڈیوٹی پر موجود امریکی اور اتحادی افواج پر کئے گئے تھے، اس لئے یہ حملے امریکہ کی عالمی دہشت گردی کی تعریف پر پورے نہیں اترتے۔ اس پر کیلی فورنیا سے ڈیموکریٹک نمائندے ایلن ٹاسچر نے کہا: یہ تضاد بیانی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انتظامیہ، جنگ پر اُٹھنے والے اخراجات سے صرفِ نظر کر رہی ہے۔ اور امریکی عوام کے ساتھ مخلص نہیں۔

17 مئی 2004ء کو کیلی فورنیا ہی سے ڈیموکریٹک نمائندے ہنری ویکس مین نے بلیک کے انچارج سیکرٹری آف اسٹیٹ کولن پاؤل کو خط لکھ کر بلیک کی رپورٹ کو

PdfStuff.blogspot.com

یکسر مسترد کر دیا اور کہا کہ اس سے اخذ کردہ نتائج اور حقائق اس تحریف پر مبنی ہیں، جو انتظامیہ نے اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے کی تھی۔ ستم ظریفی تھی کہ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ، دہشت گرد حملوں میں کمی کا دعویٰ کر رہا تھا، جبکہ یہ حملے بیس سال کی بلند ترین سطح کو چھو رہے تھے اور وائٹ ہاؤس، القاعدہ کے خلاف جنگ کو بہت ہی بھونڈے انداز میں لڑ رہا تھا۔

الغرض رپورٹ کی اشاعت پر ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو وائٹ ہاؤس جون میں محکمہ خارجہ کی سالانہ رپورٹ کی تصحیح شائع کرنے پر مجبور ہو گیا، جس میں اعتراف کیا گیا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے آغاز کے بعد دہشت گردی کی کارروائیوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا کہ 2003ء کے دہشت گرد حملوں میں 3646 لوگ زخمی ہوئے۔ یہ تعداد بلیک کی رپورٹ میں بتائی گئی تعداد سے دُوگنی تھی۔ جبکہ ان حملوں میں 1625 افراد مارے گئے۔ جبکہ اصل رپورٹ میں یہ تعداد صرف 307 ہلاکتوں تک محدود تھی۔

نیویارک ٹائمز کے کالم نگار پالکروگ مین کے مطابق بلیک اور دوسرے عہدے داروں نے ان غلطیوں کی وجہ عدم توجہی اور افرادی قوت کی کمی کے ساتھ ساتھ ڈیٹا بیس کا پرانا ہونا قرار دیا۔ لیکن یاد رہے کہ یہ دہشت گردی سے متعلق انفارمیشن سنٹر کی بات ہے، جس کی تخلیق انسدادِ دہشت گردی سے متعلق حکومتی کوششوں میں ڈرامائی اضافے کے عمل کا ایک حصہ تھی۔ اس سنٹر کا قیام محکمہ خارجہ کی سالانہ رپورٹ چھپنے سے پہلے عمل میں آیا تھا۔ چنانچہ یہ امر حیران کن ہے کہ سنٹر ڈیٹا کو اپنے کمپیوٹرز میں پوری طرح محفوظ نہیں کر سکا تھا۔

2004ء کے صدارتی الیکشن میں ڈیموکریٹک امیدوار جان کیری کی طرف سے صدر بش پر الزام لگایا گیا کہ وائٹ ہاؤس، دہشت گردی کے خلاف حاصل ہونے والی کامیابیوں کو غیر معمولی طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی خاطر حقائق مسخ کر رہا ہے۔ اس کے باوجود اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے بلیک کو انسدادِ دہشت گردی کے بارے امریکی پالیسیاں ترتیب دینے والے سنٹر میں کام کرنے کی اجازت دے

دی گئی، جہاں وہ براہِ راست کولن کو جواب دہ تھا اور دونوں کو انتظامی معاملات میں ڈونلڈ رمزفیلڈ کی طرف سے پیشہ ورانہ مخاصمت اور رقابت کا سامنا رہتا۔

9/11 کے بعد پینٹاگان مختلف ملکوں میں اپنی اسپیشل فوج کے داخلے کے لئے پالیسی میں تبدیلی لانا چاہتا تھا تاکہ اسے ان ملکوں میں موجود اپنے سفیروں یا سی آئی اے کے مشن چیف سے کسی طرح کی اجازت لینے یا اعتماد میں لینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ بلیک، رمزفیلڈ کے اس منصوبے کی راہ کا بھاری پتھر بن گیا۔ بلیک کی نئی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری 2004ء کے یونان اولمپک کے دوران سکیورٹی انتظامات کی دیکھ بھال بھی تھی۔ اس نے ایتھنز کا سفر کر کے انسدادِ دہشت گردی کے امریکی تعاون پروگرام کے تحت تیرہ سو سے زائد یونانی سکیورٹی اہلکاروں کی تربیت کا جائزہ لیا اور ان تربیت یافتہ اہلکاروں میں سے دوسو سے زائد کو ممکنہ دہشت گردی کے حملوں سے نمٹنے کی خصوصی ہدایات جاری کیں۔ 2003ء میں بلیک واٹر کو اولمپک سے پہلے مخصوص سکیورٹی ٹیموں کی تربیت کے لئے ایک خاصی بڑی رقم کا کنٹریکٹ ملا لیکن کمپنی بوجوہ اس سے دستبردار ہو گئی۔

بلیک، امریکہ کے صدارتی الیکشن سے دو ماہ پہلے تک شہ سرخیوں کا مرکز بنا رہا، جب اس نے ایک پاکستانی ٹیلی وژن پر یہ بیان دیا کہ امریکہ، بن لادن کو پکڑنے کے قریب ہے۔ اس نے اعلان کیا کہ اگر بن لادن کے پاس گھڑی ہے تو اسے اس کو دیکھنا چاہئے۔ ٹِک ٹِک کرتا وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ اس کے پاس اب زیادہ وقت نہیں بچا۔ وہ جلد پکڑا جائے گا۔ یہ بیانات خاصے سنسنی خیز اور متنازعہ تھے۔ وائٹ ہاؤس اور پاکستانی عہدے داروں کو جلد ہی میڈیا میں تردیدی اور دفاعی بیانات جاری کرنا پڑے۔

نومبر 2004ء میں بلیک نے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں اپنے عہدے سے اچانک استعفیٰ دے دیا۔ اس نے لکھا کہ وہ نئے پیشہ ورانہ مواقع کھوجنا چاہتا ہے۔ اس پر سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے ترجمان ایڈم ایریلی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کے پاس غیر سرکاری شعبے میں بہت سی آفرز موجود ہیں اور وہ ان پر سوچ بچار کے لئے

PdfStuff.blogspot.com

وقت ڈھونڈ رہا ہے۔ فی الواقع بلیک کے سامنے غیر سرکاری فوجی، انٹیلی جنس اور سکیورٹی کنٹریکٹنگ کی ڈرامائی انداز میں پھیلتی ہوئی دنیا کے ایسے بیش بہا مواقع موجود تھے، جو انسانی حقوق کی تنظیموں کی آنکھ سے اوجھل تھے۔ 4 فروری 2005ء میں بلیک واٹر یو ایس اے نے باضابطہ اعلان کیا کہ اس نے بلیک کو کمپنی کے نائب صدر کے طور پر بھرتی کر لیا ہے۔ ایرک پرنس نے اس موقع پر کہا۔ سفارت کار بلیک، دنیا بھر میں دہشت گردی سے نمٹنے کا 30 سالہ تجربہ اپنے ساتھ لایا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ وہ ہماری عظیم ٹیم کا حصہ بن گیا ہے۔ بلیک واٹر کے لئے کوفر بلیک کی بھرتی ایک ناقابلِ یقین اعزاز ہے۔

بلیک واٹر۔ پاکستان میں

امریکی وزارتِ خارجہ کا ایک قافلہ بلیک واٹر کی زیرِنگرانی عراق کے نصور چوک کی طرف اُڑا جا رہا تھا۔ درمیان کی گاڑی میں ایک سینئر امریکی افسر بیٹھا تھا، جسے بلیک واٹر کی بلٹ پروف گاڑیاں گھیرے میں لئے ہوئے تھیں۔ وہ سڑک کے مخالف سمت بڑی تیز رفتاری سے جا رہے تھے۔ عراقی پولیس نے عام ٹریفک روکی ہوئی تھی تاکہ امریکی عہدے داروں کا قافلہ با آسانی گزر سکے۔ ایسے میں اچانک ایک گاڑی چوک میں داخل ہوئی۔ پولیس کے ایک اہلکار نے اسے رکنے کے لئے للکارا، لیکن ڈرائیور اس کی بات نہ سن سکا۔ اپنے امریکی عہدے دار کی حفاظت پر مامور بلیک واٹر کے ارکان نے لمحوں میں اس پر فائر کھول دیا۔ شدید فائرنگ سے پوری گاڑی چھلنی ہو گئی لیکن ان کی تسلی نہ ہوئی۔ اس پر مزید ہینڈ گرنیڈ پھینکے گئے، جس سے وہ گاڑی آگ کی لپیٹ میں آ گئی اور پورا چوک فائرنگ سے گونج اٹھا۔ لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے گاڑیوں سے کود کود کر بھاگنے لگے۔ گاڑی میں نہ تو القاعدہ کے دہشت گرد تھے اور نہ مہدی ملیشیا کے لوگ۔ اندر ایک چھوٹی عراقی فیملی تھی۔ ایک مرد، اس کی بیوی اور ایک شیرخوار بچہ۔ ان کا جرم صرف اتنا تھا کہ ٹریفک کی بھیڑ سے گھبرا کر اچانک سڑک پر نکل آئے تھے اور اپنے ہی ملک، اپنی ہی سرزمین اور اپنی سڑکوں پر غیروں کے ہاتھوں مارے گئے۔ چشم دید گواہوں کا کہنا ہے کہ ماں اور بچے کی لاشیں پگھل کر آپس میں جڑ گئی تھیں۔ بلیک واٹر کی اس اندھا دھند فائرنگ میں اردگرد مزید 28 عراقی ہلاک ہوئے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ بہیمانہ حادثے میں اس طویل قافلے کے عقب میں آنے والے لوگ بھی ہلاک ہوئے۔ عراقی وکیل حسن جبار کو اس واقعے میں پیٹھ پر چار گولیاں لگیں۔ وہ اپنی گاڑی میں قافلے کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا کہ اچانک کہیں دھماکے اور فائرنگ کی

PdfStuff.blogspot.com

آوازیں آنے لگیں۔ قافلہ رکا اور گوری چمڑی والے وحشی انگریزوں نے غصے کے عالم میں چلاّ چلاّ کر سب کو واپس جانے کے لئے کہا۔ تمام گاڑیاں واپس مڑیں اور ابھی کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ان پر بھی فائر کھول دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں نے گاڑیوں سے چھلانگیں لگائیں اور رینگ کر محفوظ مقامات کی طرف بھاگے۔ ایک دس سالہ بچہ منی بس سے بدحواسی کے عالم میں نکل کر بھاگا لیکن ایک گولی اس کے دماغ کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔ اس کی ماں جو شور مچا کر اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر چلاّتی ہوئی بس سے باہر نکلی مگر اسے بھی گولیوں سے بھون دیا گیا۔ ایک امریکی کی جان بچانے کے لئے بے دردی اور بے رحمی سے معصوم انسانوں کو ذبح کرنے والے ان لوگوں کو دنیا بلیک واٹر کے نام سے جانتی ہے۔ امریکہ کے انسانی حقوق کے چارٹر مقبوضہ علاقوں میں سو جاتے ہیں، وہ صرف اس وقت جاگتے ہیں، جب کوئی امریکی یا یورپی مرتا ہے۔

ایک اور منظر دیکھئے۔ دسمبر 2006ء کی کرسمس کی رات بلیک واٹر سکیورٹی کا ایک اہلکار اینڈریو مونن بغداد کے گرین زون میں منائی جانے والی ایک تقریب سے نشے میں دھت نکلا اور واپسی کے لئے ایک غلط موڑ کاٹا اور اپنی دھن میں روانہ ہو گیا۔ مقبوضہ علاقوں میں فاتحین کا یہی انداز ہوتا ہے۔ نائب صدر عبدالمہدی کے محل کے باہر پہرے پر کھڑا محافظ رحیم خلیف اسی رات بے دردی سے قتل ہوا۔ ڈیوٹی پر موجود دیگر محافظ جو اس واقعے کے عینی شاہد ہیں، بتاتے ہیں کہ بلاوجہ گولیاں چلانے والا ایک سفید فام تھا جس کے سینے پر نمایاں بیج اس کا تعلق بلیک واٹر سے ثابت کر رہا تھا۔ وہ حیران تھے کہ ہمیں ''آزاد'' کروانے اور ہماری حفاظت کے لئے آنے والے اس وحشی پر فائرنگ کی جائے یا نہیں۔ جب تک محافظ جوابی حملے کے لئے پوزیشن سنبھالتے، وہ گاڑی میں بیٹھ کر یہ جا وہ جا۔ عراقیوں کے لئے یہ عام واقعات ہیں جو روز ہی ان کے اردگرد ہوتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ نجی حفاظتی فوج ان کے ملک میں ہر طرح کی سزا سے مستثنیٰ ہے۔

بلیک واٹر کو آپ تجارتی فوج کہہ سکتے ہیں۔ جن کے ممبران کا ڈر، خوف،

اخلاقیات اور موت سے کوئی تعلق نہیں۔ پوری دنیا کے ممالک سے چن چن کر بے خوف افراد کو اس تنظیم کا حصہ بنایا جاتا ہے جو شمالی کیرولائینا کے بنجر علاقے میں 1996ء میں وجود میں آئی جس کا بنیادی مقصد نجی طور پر سکیورٹی کے فرائض انجام دینے والوں کے لئے فوجی تربیت فراہم کرنا تھا۔ اسے قائم کرنے والے امریکی بحریہ اور دیگر حربی افواج کے سابق اعلیٰ عہدیداران تھے، جنہوں نے اسے ایک ایسے پروجیکٹ کے طور پر شروع کیا، جس کا فائدہ وہ آنے والے وقتوں میں اٹھا سکتے تھے۔ وہ وقت جب امریکہ کو بیرونی سکیورٹی ذرائع سے معاہدہ کرنے کی ضرورت پیش آنے والی تھی۔ یہ پیش بندی کیسے کر لی گئی اور امریکہ جیسی بڑی قوت کو نجی فوجی ذرائع کی ضرورت کیوں پڑنے والی تھی؟ اس سوال کا جواب آپ کو آگے چل کر مل جائے گا۔ اپنے قیام کے ایک عشرے بعد آج بلیک واٹر دنیا کی سب سے بڑی نجی فوج میں تبدیل ہو گئی ہے، جس کے پاس بیس ہزار تیار فوجی، دنیا کی سب سے بڑی نجی فوجی چھاؤنی، بیس جہازوں پر مشتمل فضائی فوج اور کئی گن شپ ہیلی کاپٹر ہیں۔ امریکی انتظامیہ کی نام نہاد وار آن ٹیرر میں ایک کلیدی حیثیت اختیار کر جانے والی اس فوج کا مالک اور سربراہ ایک اعلیٰ نیول آفیسر ''ایرک پرنس'' ہے، جو ایک بنیاد پرست عیسائی ہے۔ نظریاتی طور پر وہ مالٹا کے ان کٹڑ عیسائی گروہوں سے وابستہ ہے، جو آخری صلیبی جنگ میں صلاح الدین ایوبی سے شکست کھانے کے بعد ذلت و رسوائی کے باعث واپس یورپ نہیں گئے اور فلسطین کے ساتھ سمندر کے دوسری جانب جزائر مالٹا میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور مسلمانوں سے ازلی دشمنی اور انہیں ختم کرنا ان کا مشن رہ گیا تھا۔ ایرک اپنے باپ کا کروڑوں ڈالر کا آٹو پارٹس بزنس سنبھال سکتا تھا مگر پھر وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کی خواہش کیسے پوری کرتا۔ لہٰذا اس نے بحریہ میں ملازمت اختیار کر لی۔ 1995ء میں جب اس کے والد کا انتقال ہو گیا تو وہ بحریہ کو خیرباد کہہ کر مشی گن آ گیا۔ پھر اس نے اپنی بہنوں کے ساتھ مل کر کمپنی کو بیچ ڈالا اور اپنے حصے کی رقم سے بلیک واٹر یو ایس اے کی بنیاد ڈالی۔

1990ء کے عشرے میں اس کے خاندان کے افراد کا شمار بڑے بڑے

PdfStuff.blogspot.com

بینکاروں میں ہوتا تھا اور ایرک بذات خود سابق صدر بش اور اس کے ساتھیوں کو الیکشن کے دوران مالی مدد فراہم کرنے والا ایک نمایاں شخص تھا۔ سرمایہ دارانہ نظام، تاجر ذہنیت اور عالمی دہشت گردی کے خالق امریکہ کے لئے جنگ ایک منافع بخش کاروبار سے کم نہیں۔ بلیک واٹر کی بنیاد بھی اسی لئے رکھی گئی کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے باعث ایک نئے کاروبار کی راہیں مستحکم ہونے والی تھیں۔ یہ نہ صرف کارپوریٹ کلچر کے لئے ڈالر کمانے کا نیا انتظام تھا بلکہ واشنگٹن کے لئے جنگی مسائل سے بچنے کا حل اور امریکی استعمار کے نئے چکر کا آغاز بھی تھا۔ ایسی منصوبہ بندی کی گئی کہ ایک تیر سے تین شکار کھیلے جائیں۔ آیئے مختصراً کچھ شواہد کا جائزہ لیں۔

2001ء میں سرکاری معاہدے کے تحت بلیک واٹر کے پاس ایک ملین ڈالر سے بھی کم کا بزنس تھا۔ لیکن ڈرامائی طور پر یہ کمپنی اب تک ایک بلین ڈالر سے بھی زیادہ کا منافع سمیٹ چکی تھی۔ کیونکہ زیادہ تر کنٹریکٹ بغیر بولی لگوائے اسے عنایت کر دیئے جاتے ہیں۔ 2007ء میں جب عراق میں دو بہت بڑے واقعات منظر عام پر آئے اور بلیک واٹر پر سخت نکتہ چینی کی جارہی تھی، عین انہی دنوں میں امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے کمپنی سے 92 ملین ڈالر کا معاہدہ کر لیا۔ اس سے پہلے اگست 2003ء میں اسے 21 ملین ڈالر کا کنٹریکٹ ملا۔ وہ امریکی استعمار، جسے نجی سرمایہ داری اور منافع خوری سے عشق ہے، وہاں لوگوں کا قتل کرنے والی بین الاقوامی مشینری اب تجارتی ہاتھوں میں پہنچ گئی۔ اب جوں جوں وقت گزرتا جائے گا، بلیک واٹر کی سنگ دلی، بے رحمی اور سفاکی کی نت نئی داستانیں منظر عام پر آتی جائیں گی۔ امریکہ اس وقت پوری دنیا میں اسلحے کا سب سے بڑا ڈیلر ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق 2008ء میں اس نے ترقی پذیر ممالک کو 37.8 بلین ڈالر کا اسلحہ فروخت کیا۔ دوسرے نمبر پر اٹلی تھا، جس نے صرف 3.7 بلین ڈالر کا اسلحہ بیچا۔

پہلے اور دوسرے نمبر کے درمیان فرق دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ اسلحہ بیچنا امریکہ کے لئے کتنا فائدہ مند ہے۔ اسلحہ کی اس بڑی تعداد کو کھپانے کے لئے ظاہر ہے نئی

جنگیں شروع کرنے اور تازہ محاذ کھولنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس سال منظر عام پر آنے والی رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ میں امریکی حکومت کو تجویز دی گئی ہے کہ معاشی بحران سے نکلنے کے لئے امریکہ وال اسٹریٹ کو سات سو بلین ڈالر دینے کے بجائے ایک بڑا عالمی محاذ کھول دے تاکہ اس کی فیکٹریاں دن رات اسلحے کی ترسیل میں لگ جائیں۔ اس مرحلے پر ایک واقعے کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ 22 ستمبر 2007ء کو یہ بات دنیا کے سامنے آئی کہ بلیک واٹر کے ملازمین نے عراق میں کچھ اسلحہ غیر قانونی طور پر بیچا جو بعد ازاں ممکنہ طور پر کردستان ورکرز پارٹی (PPK) کو پہنچا۔ یاد رہے کہ PPK کو امریکی اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے دہشت گرد تنظیم قرار دے رکھا ہے۔ ایک طرف تو امریکہ دنیا بھر میں تنظیموں پر پابندیاں لگا کر یہ جتانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ خطرناک ہیں اور پھر انہی کو دیگر ذرائع سے اپنا اسلحہ فروخت کر کے ڈالر بھی کماتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انہیں مضبوط کر کے آنے والے وقتوں میں دیگر ممالک پر حملہ کرنے کا جواز بھی ڈھونڈ لیتا ہے۔

بلیک واٹر بنیادی طور پر ایک سکیورٹی کمپنی ہے، جو ان امریکی عہدیداروں کی حفاظت پر مامور ہے، جو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے باعث ایسے علاقوں میں مصروفِ عمل ہیں جو حفاظتی نقطہ نگاہ سے سکیورٹی زون کہلاتے ہیں۔ اسی طرح یہ بات بہت واضح ہے کہ ان کا کام دفاعی نوعیت کا ہے لیکن بلیک واٹر کی دیدہ دلیری کا یہ عالم ہے کہ اب تک ان کے خلاف جتنی بھی رپورٹیں سامنے آئی ہیں ان میں سے 95 فیصد میں انہوں نے گولی چلانے میں پہل کی اور یوں ہمیشہ بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور ان کا کوئی ایسا وارث نہیں ہوتا، جو صدائے احتجاج بلند کرے۔ ایسی بستیوں میں جہاں دہشت کو ریاستی تحفظ حاصل ہو اور موت انسان کی بنیادی ضروریات کی طرح بانٹی جاتی ہو، وہاں کون روئے، کون چیخے چلائے؟ اور اگر ماتم کرے بھی تو کتنا۔

بلیک واٹر کے کرائے کے فوجی کتنے بے حس اور ظالم ہیں اس بات کا اندازہ عام آدمی کبھی نہیں لگا سکتا۔ وہ کاؤبوائے کی طرح کا رویہ رکھتے ہیں، جن کی انگلیاں

PdfStuff.blogspot.com

ہمہ وقت بندوقوں کی لبلبی دبانے کے لئے بے قرار رہتی ہیں۔ انسانوں کی موت ان کے لئے سکون کا باعث ہے اور وہ بے قصور لوگوں کو مار کر انجوائے کرتے ہیں۔ عراق میں ایسے بے شمار واقعات ہو چکے ہیں، جن میں بلیک واٹر کے درندوں نے اپنی گاڑیوں کے پیچھے یا دائیں بائیں آنے والی گاڑیوں پر بلاوجہ فائرنگ کر دی۔ ڈرائیور کو گولی لگی اور اس نے گاڑی درخت میں دے ماری۔ اندر بیٹھے دیگر افراد جان بچانے کے لئے بھاگے تو وہ بھی یکے بعد دیگرے مارے گئے۔ یوٹیوب پر ایسی بہت سی ویڈیوز دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ ان وحشی کرائے کے قاتلوں کے کارنامے ہیں، جنہیں دنیا بلیک واٹر اور پاکستان اور افغانستان میں نئے نام ژی سروسز کے نام سے جانتی ہے اور عراق، افغانستان، فلپائن اور دیگر ممالک میں دہشت کی علامت ہیں۔ یہ وہ فوجی ہیں، جن کی ٹریننگ اس پُرتشدد انداز میں ہوتی ہے کہ وہ عام انسانوں کی فہرست سے نکل کر سفاک اور ناقابلِ یقین حد تک تشدد پسند ہو جاتے ہیں۔

ماضی میں امریکہ کرائے کے ان نجی فوجیوں کو صرف انتہائی خفیہ آپریشن کے لئے استعمال کیا کرتا تھا، مگر اب امریکی استعمار کی وسعت کے لئے ہر جگہ ان کا استعمال کیا جارہا ہے، جس نے انتہائی سنگین صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔ یہ ایک ایسی پرائیویٹ تنظیم ہے، جو اپنے آپ کو ان تمام قواعد وضوابط سے بالاتر سمجھتی ہے جو عام مسلح افواج کے ارکان پر لاگو ہوتے ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ CIA کو بھی کسی نہ کسی کے سامنے تو جوابدہ ہونا ہی پڑتا ہے کہ پیسہ کہاں سے آیا اور کہاں گیا۔ لیکن یہ تنظیم کارپوریٹ کلچر کا حصہ ہے اس لئے نہ ان پیسوں کا حساب دینے کی روادار ہے اور نہ ہی اپنی خفیہ سرگرمیوں کی کسی کو بھنک پڑنے دیتی ہے۔ کچھ سال پہلے بش حکومت کے اہم رکن ڈک چینی نے اس بات کو ناگزیر قرار دیا تھا کہ جو بھی امریکی عراق میں ڈیوٹی کے لئے تعینات کیا گیا، وہ عدالتی چارہ جوئی سے مستثنیٰ ہوگا۔ یاد رہے یہ بات فوج کے لئے نہیں بلکہ ''امریکی'' کے لئے کہی گئی تھی۔ کیونکہ فوج کو تو بہرحال جنیوا کنونشن اور دیگر قوانین کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔

بلیک واٹر کو جو اختیارات حاصل ہیں، ان کا کچھ اندازہ اس واقعے سے لگایا جا

PdfStuff.blogspot.com

سکتا ہے جس میں بلیک واٹر کے ارکان نے امریکہ ہی کے فوجیوں کو شک کی بنیاد پر بکتر بند گاڑی ''ہموی'' سے اتار کر بغداد کی سڑک پر لٹا دیا، ان کے ہتھیار چھین لئے اور انہیں زدوکوب کرتے ہوئے دیر تک زمین پر لٹائے رکھا۔ جب یہ لوگ بے رحمانہ طاقت کا استعمال کرتے ہیں تو آپ انہیں روک نہیں سکتے۔ یہ لوگوں کو گولیوں سے اُڑا دیتے ہیں اور نتائج دوسروں کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں کابل میں قائم امریکی سفارت خانے کی حفاظت پر مامور سکیورٹی کمپنی کے اہلکاروں پر سفارت خانے کے اندر شراب پینے، غیر اخلاقی حرکات کرنے اور جسم فروش عورتوں کو عمارت کے اندر لانے کے الزامات عائد کئے گئے۔ ان کی یہ حرکتیں کوئی نئی بات نہیں ہیں۔ لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ ان کی ہٹ دھرمی، طاقت اور قانون کی خلاف ورزی کا یہ عالم ہے کہ سفارت خانے کے حکام کو مطلع تک نہ کیا گیا۔ افغان تجزیہ نگاروں کے مطابق کابل کے گلی کوچوں میں امریکی فوج اور نجی گارڈز کی بداخلاقی کے واقعات عام ہیں۔ جنوبی افریقہ کے وزیر دفاع موسیوؤ لیکوٹا کرائے کی فوج کو ایک ایسا کوڑا کہتے ہیں، جو غریب ممالک خصوصاً افریقہ پر برس رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ خریدے ہوئے قاتل ہیں۔ یہ اپنی صلاحیت اور خدمات سب سے زیادہ بولی لگانے والے کو بیچ دیتے ہیں۔ جن کے پاس پیسہ ہے وہ انہیں خرید سکتے ہیں اور ان انسانوں کو قتل کرنے والی مشین میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

اس وقت کوئی بھی پاکستانی اس بات سے ناواقف نہیں ہے کہ یہ تنظیم اب پاکستان پہنچ کر تیزی سے اپنے پنجے گاڑ رہی ہے لیکن حکومت بار بار پاکستان میں اس کی موجودگی کی تردید کر رہی ہے۔ کتاب میں اس کمپنی کے وجود اور اس کے مضمرات کی تفصیل پورے پس منظر کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ ہر دردمند پاکستانی کو آنے والے خطرے اور طوفان کی جھلک چشم تصور میں دکھائی دے سکے۔ انسانیت کو کیڑے مکوڑوں سے زیادہ اہمیت نہ دینے والے یہ لوگ کالے شیشوں والی مہنگی اور جدید ترین بلٹ پروف گاڑیوں میں سوار، سیاہ چشمے لگائے اور سیمی آٹومیٹک M14 مشین گنوں سے مسلح ہو کر جب پاکستان کی سڑکوں پر واویلا مچاتے ہیں تو یوں لگتا

ہے کہ جیمز بونڈ 007 کی کسی فلم کا ٹریلر چل رہا ہے۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان کے زیر استعمال کاروں کی کم از کم قیمت 50 ہزار امریکی ڈالرز سے شروع ہوتی ہے۔ یہاں بلیک واٹر کے لوگ، جس تنظیم کے نام سے آئے ہیں وہ کری ایٹو ایسوسی ایٹس ہے، جو بظاہر قبائلی علاقوں میں ترقیاتی کام کے لئے مصروفِ عمل ہے۔ قبائلی علاقے اور ترقیاتی کام اور وہ بھی امریکی کمپنی سے۔ بے وقوف بنانے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ وطن عزیز میں امریکی فوجیوں کی آمد طویل عرصے سے جاری ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ امریکہ کے CIA کا سب سے بڑا اڈا پاکستان میں موجود ہے۔ مگر اب اس تنظیم کی کارستانیاں نئے شکوک کو جنم دے رہی ہیں۔ میڈیا کے شور مچانے پر ایک آدھ بار ان ناجائز امریکیوں کے خلاف کارروائی بھی کی گئی۔ لیکن جو لوگ اس آزادی سے یہاں آ کر ہمارے ہی گلی کوچوں میں دہشت مچا سکتے ہیں، گلیوں میں تجاوزات کھڑی کر کے راستہ بند کر سکتے ہیں اور عام پاکستانیوں کو اسلام آباد جیسے شہر میں زدوکوب کر سکتے ہیں، کیا وہ کسی پشت پناہی کے بغیر اتنی دیدہ دلیری کے ساتھ یہاں سرگرم ہو سکتے ہیں.....؟ اس سوال کا جواب واضح طور پر نفی میں آتا ہے۔ امریکہ نہ صرف سفارت خانے کی غیر قانونی توسیع میں مصروف ہے بلکہ اس نے اسلام آباد سے 90 میل کے فاصلے پر تربیلا کے قریب ایک بہت بڑا قطعہ اراضی بھی خریدا ہے، جہاں اس وقت کئی بڑے بڑے کنٹینر پہنچا دیئے گئے ہیں، جن کے حجم کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا کچھ مشکل نہیں کہ ان میں کئی ٹینک چھپائے گئے ہیں۔ شنید ہے کہ یہاں ان کا ہیلی کاپٹروں کا بیڑا اور تیز کارروائی کرنے والا فوجی یونٹ تعینات تھا اور یہ اڈا ڈرون حملوں کے لئے بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔

اسلام آباد میں خریدے جانے والے دو سو گھروں کے بارے میں بھی یہی اطلاعات ہیں کہ یہاں بلیک واٹر کے کارندے ڈیرہ جمائے ہوئے ہیں یا جمائیں گے۔ لیکن حکومت کی طرف سے کوئی صاف موقف سامنے نہیں آ رہا۔ پشاور کے علاقے یونیورسٹی ٹاؤن، رچنا روڈ، حیات آباد اور شامی آباد میں متعدد بنگلے اور ورکس کے علاقے میں زمین کا بڑا رقبہ کرائے پر حاصل کیا گیا ہے۔ ان دفاتر کے قریب

سے گزرنے والے افراد پر بندوقیں تان لی جاتی ہیں اور باقاعدہ تلاشی لی جاتی ہے۔ پاکستانی اپنے ہی ملک میں بے امان ہو کر کرب سہنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اسلام آباد میں بھی صورت حال مختلف نہیں۔

پورٹ قاسم پر اُترنے والی انتہائی حساس، جدید ہتھیاروں سے لیس بکتر بند ہموی گاڑیوں کی تصاویر عالمی میڈیا کی زینت بن چکی ہیں۔ ان گاڑیوں کے یوں خاموشی سے پاکستان میں اُترنے کے کیا معنی.....؟ عوام کے ذہنوں میں کئی سوالات اُٹھ رہے ہیں لیکن حکومت خاموش ہے۔ ملک میں امریکی اثر و رسوخ خطرناک حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔ پاک فوج کے سابق میجر جنرل (ر) راحت لطیف نے اپنے حالیہ انٹرویو میں ایک حیرت انگیز انکشاف کیا ہے کہ اسلام آباد کے میریٹ ہوٹل کے آخری فلور پر CIA کا کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم تھا، جہاں سے وہ ڈرون طیاروں کو کنٹرول کرتے تھے۔ دھماکے کے بعد جب یہ خدشہ پیدا ہوا کہ ان کی ٹیکنالوجی منظر عام پر آ سکتی ہے اور حکومتی رٹ کا بھانڈا بیچ چوراہے پھوٹ سکتا ہے، تو انہوں نے کیمیکل ڈال کر آگ لگا دی جس سے سب کچھ جل گیا۔

عالمی ذرائع ابلاغ میں چھپنے والی تمام تر رپورٹوں اور زمینی حقائق کے باوجود پاکستانی قیادت نے کبھی کھل کر اس موضوع پر بات نہیں کی اور سب کی زبانیں گنگ ہیں۔ لیکن چین سے یہ سب کچھ برداشت نہیں ہوا اور اس کے سفیر لوژاؤ ہوئی نے پریس کانفرنس میں پاکستان میں امریکیوں کی بڑھتی ہوئی پراسرار سرگرمیوں کو پاکستان کے ساتھ ساتھ چین کے لئے بھی خطرہ قرار دیا۔ پاکستان کے دفاع میں چین کے احسانات کا کوئی حساب نہیں۔ کئی چینی انجینئرز کے قتل کے باوجود، اس وقت بھی دس ہزار سے زائد انجینئرز پاکستان میں کام کر رہے ہیں۔ اس سب کچھ کے باوجود چین کو تو یہاں کبھی اپنے لوگوں کی حفاظت کے لئے بلیک واٹر کی ضرورت نہیں پڑی۔ مقام افسوس ہے کہ پاکستان کی مخدوش صورت حال کا ہمارے دوست چین کو تو احساس ہو گیا لیکن ہم ''پاکستان میں بلیک واٹر کا کوئی وجود نہیں'' جیسے بیان دے کر قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کسی قوم کے لئے اس سے

PdfStuff.blogspot.com

زیادہ دکھ کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا مقدمہ دوسرے لڑیں اور وہ خود تماشائی بنی رہے۔

❁❁❁

کراچی کے روزنامہ اُمت میں نومبر 2009ء کے دوران سیف اللہ خالد کی دو رپورٹیں چھپی تھیں، جن میں اسلام آباد کے نواح میں اور روات انڈسٹریل اسٹیٹ میں قائم بلیک واٹر کے دو غیر قانونی ٹریننگ سنٹروں کا تفصیلی تذکرہ ہے، جو خاصا چشم کشا ہے۔ پہلے اسلام آباد کے نواح میں واقع ٹریننگ سنٹر کا احوال ملاحظہ فرمایئے۔

چک شہزاد اسلام آباد کا ملک ترقی یافتہ اور معروف علاقہ ہے۔ پرویز مشرف کے محلات کے سبب یہاں اس کی اہمیت بڑھی ہے۔ وہیں اس کی شہرت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اسلام آباد کے راول چوک سے جنوب کی جانب پارک روڈ پر واقع چک شہزاد کے بالکل دوسری طرف، گاؤں مل پور واقع ہے۔ پارک روڈ سے دو راستے مل پور کی طرف جاتے ہیں۔ ایک مری روڈ کی جانب سے، دوسرا اس سے تھوڑا پہلے این آئی ایچ کے اندر سے۔ دونوں جگہ سے گاؤں کا راستہ ساڑھے تین کلومیٹر ہے۔ البتہ ایک تیسری سڑک جو کہ کچی ہے وہ بھی اس گاؤں کو بھارہ کہو سے ملاتی ہے۔

مل پور کا پُرامن اور پسماندہ علاقہ ان دنوں خوف کے سائے تلے زندگی بسر کر رہا ہے کہ یہاں دنیا کی سفاک ترین دہشت گرد تنظیم حارث انٹرپرائزز نے اپنا ایک مرکز قائم کر رکھا ہے، جہاں 50 کے قریب مسلح افراد ہر وقت موجود رہتے ہیں۔

حارث انٹرپرائزز انٹررسک کی طرح ہی بلیک واٹر یعنی ژی ورلڈ وائڈ کی فرنٹ آرگنائزیشن ہے اور سی آئی اے کی فرنٹ آرگنائزیشن فاٹا سیکرٹریٹ اسپیشل پروجیکٹ اور دیگر امریکی مفادات کے لئے کام کرنے والی تنظیموں کو سیکورٹی فراہم کرتی ہے۔ FSSP جو فاٹا ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی چھتری تلے امریکی مفادات کی نگرانی کرتی ہے، اس کا ہیڈ آفس F-6/3 کی اسٹریٹ 1 کے مکان نمبر 35 میں

PdfStuff.blogspot.com

واقع ہے، جہاں امریکی مفادات کے لئے کام کرنے والے قبائلی اور قبائلی روپ میں امریکی بڑی تعداد میں آتے رہتے ہیں۔ اس جگہ ملازمت کرنے والے سب افراد پشتو میں بات کرتے ہیں۔ پشاور میں اس تنظیم کے سربراہ لیفٹیننٹ کرنل (ر) اکبر ہیں، جو اکثر اسلام آباد آتے جاتے رہتے ہیں۔ FSSP نامی امریکی این جی او کی پاکستان میں انتظامیہ کے سربراہ چیف ایگزیکٹو مسٹر Tung ان کے سیکنڈ کمان مسٹر کولن (Colen) امریکی شہری ہیں۔

اس آرگنائزیشن کا ایک بہت بڑا ویئر ہاؤس آئی 3-10 میں بھی ہے جہاں سے سامان کی فاٹا میں ترسیل جاری رہتی ہے۔ رمضان المبارک میں پاکستانی حکام کے ہاتھوں پکڑے جانے والے لوگ جن کا تعلق انٹررسک سکیورٹی سے تھا، وہ بھی ایسی ہی تنظیم سے منسلک تھے جبکہ اب ان تمام سرگرمیوں کے لئے حارث انٹرپرائزز کا نام سامنے آیا ہے جس کے 2 مراکز اس وقت تک بے نقاب ہو چکے ہیں۔ حکومت کے اداروں کے پاس دستیاب اطلاع کے مطابق حارث انٹرپرائزز سرگودھا سے تعلق رکھنے والے ایک میجر ریٹائرڈ ناصر کی ملکیت ہے اور اس کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر کاظم عبدالحسن ہیں۔ ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ اس کمپنی کے اصل مالک اور فنانسر امریکی شہری مسٹر جسٹن تھامس ہیں، جن کی شادی کاظم عبدالحسن کی بیٹی خیبر ین سے ہوئی ہے۔ یہ صاحب بھی اسلام آباد کے مکان نمبر A-285 گلی نمبر F-10/3,3 میں رہائش پذیر ہیں۔

حارث انٹرپرائزز نے مل پور گاؤں میں اپنا مرکز بنا رکھا ہے، جہاں 40 سے 50 کے قریب مسلح افراد ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ حارث انٹرپرائزز کے حوالے سے ذرائع نے بتایا کہ انٹررسک سکیورٹی ہی کی طرح یہ آرگنائزیشن بھی اخبارات میں اشتہار دے کر ایس ایس جی اور پولیس کے ریٹائرڈ کمانڈوز کی خدمات حاصل کرتی ہے اور ان میں سے جن کو امریکیوں کی خدمات کے لئے چنا جاتا ہے، انہیں 35 سے 40 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ کے ساتھ دیگر مراعات کا پیکج بھی دیا جاتا ہے۔ جبکہ معیار پر پورا نہ اترنے والوں کو فارغ کر دیا جاتا ہے۔ نمائندہ امت نے اپنے

ذرائع سے اطلاع ملنے پر جب مل پور گاؤں کے اس مرکز کا وزٹ کیا تو دیکھا کہ مل پور گاؤں کے شمال مغرب کی طرف مین سڑک کے دوسری پار چھوٹی سی بستی اور قبرستان ہے۔ اس قبرستان میں واقع بابا ''سرمست شاہ'' کا دربار بلندی پر واقع ہے۔ اس دربار پر جا کر نیچے مرکز کو دیکھا جا سکتا ہے۔ مگر مشقت کے ساتھ دربار تک پہنچنے پر مایوسی ہوئی کہ دربار کے احاطہ کو تالا لگا تھا مگر مرکز سے متعلق کچھ لوگ وہاں سکیورٹی کے لئے موجود تھے۔ دربار پر دعا پڑھنے کے بعد دوسری طرف سے گھوم کر جب حارث انٹر پرائزز کے مرکز کے سامنے کی طرف آنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ گاڑی اس کے سامنے نہیں جا سکتی کیونکہ ٹوٹی پھوٹی سڑک اس قابل نہیں۔ پیدل آگے جا کر مزدوروں کے کور میں نمائندہ امت نے دیکھا کہ اس مرکز میں سکیورٹی کے جدید اور الیکٹرو فائڈ انتظامات کے بجائے افراد پر مشتمل سکیورٹی کا بندوبست تھا۔ یہ مکان جو حارث انٹر پرائزز کے آنے سے قبل ایک مرغی خانہ تھا، ایسے محل وقوع پر واقع تھا کہ اس کی چھت پر ہر وقت بیٹھے دس سے پندرہ مسلح افراد قریباً ڈیڑھ سے دو کلومیٹر دور سے آتی کسی کی بھی گاڑی کو با آسانی دیکھ سکتے ہیں۔ دربار پر موجود سکیورٹی اہلکاروں کے مشاہدہ میں آنے کے بعد مزید کوئی آدھ کلومیٹر اوپر سے گھوم کر مرکز کے قریب جانے میں کامیاب ہوا جا سکتا ہے۔ یہ وقت آنے والے کو روکنے یا غائب ہو جانے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ یہ مطلوبہ جگہ صرف ایک طرف سے آبادی سے ملی ہے، تینوں اطراف کھلا میدان ہے، جہاں اس کمپنی کے لڑکے کرکٹ کھیلتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک سے جب پوچھا گیا تو اس نے اپنا نام ناصر بتایا اور کہا کہ وہ یہاں کا رہنے والا ہے۔ اس کے دادا نے یہ جگہ خرید کر مکان بنایا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ یہ کچی سڑک آگے بڑی سڑک تک نکلتی ہے تو اس کا کہنا تھا کہ وہ سامنے والی بر۔جی تک تو جاتی ہے، آگے بھی شاید جاتی ہو گی۔

مرکز میں رہائش پذیر ایک ذریعے نے امت کو بتایا کہ دو منزلہ بنی عمارت میں آٹومیٹک اسلحہ اور ایمونیشن وافر مقدار میں موجود رہتا ہے۔ یہاں رہنے والے لوگ

فزیکل ٹریننگ کے لئے اردگرد کی پہاڑیوں کو استعمال کرتے ہیں مگر فائرنگ ادھر نہیں جاتی۔ گاؤں کے ایک بزرگ جن کا نام نیابت حسین تھا، نے بتایا کہ یہ لوگ چھ ماہ سے یہاں پر ہیں۔ پہلے اکا دکا آمدورفت تھی۔ ان دنوں تو پورا لشکر اُترا ہوا ہے۔ ہر وقت چھت پر چڑھے رہتے ہیں۔ خواتین خصوصی طور پر پریشانی کا شکار ہیں۔ گاؤں کے ایک اور شخص نے جو اسلام آباد میں نوکری کرتا ہے، بتایا کہ یہ لوگ ہمیں تو خطرناک دکھائی دیتے ہیں۔ صبح صبح باہر بھاگ دوڑ کر رہے ہوتے ہیں اور گاؤں میں کسی سے میل جول نہیں رکھتے۔

ابھی نمائندہ امت مل پور کے اس حساس مقام سے متعلق معلومات جمع کرنے کا کام کر رہا تھا کہ سرکاری ریکارڈ سے معلوم ہوا کہ حارث انٹر پرائزز کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر کاظم عبدالحسن کی بیٹی عنبرین کے نام پر ایک فارم ہاؤس گلشن ظہیر کے نام سے میرا بیگووال کے علاقہ میں ہے، جہاں یہ سارے لوگ جومل پور میں رہائش پذیر ہیں، باقاعدہ تربیت حاصل کرتے ہیں۔

فارم ہاؤس کی تلاش میں زیادہ سر کھپانا نہیں پڑا کہ میرا بیگووال کے مرکز میں موجود ایک جوان جو پہلے ہی رہنمائی کر رہا تھا، راستہ سمجھانے پر آمادہ ہو گیا کہ وہ ایک بار دن کی روشنی میں وہاں جا چکا تھا۔ باقی لوگوں کے بارے میں بتایا گیا کہ انہیں رات کے وقت یہاں سے ادھر لے جایا جاتا ہے، جہاں تربیتی سیشن کے بعد انہیں رات ہی کو واپس لے آیا جاتا ہے۔ نمائندہ امت نے جب گلشن ظہیر کو تلاش کیا تو وہ ایک ایسی جگہ پر تھا کہ اسے دن کی روشنی میں ایک بار دیکھ کر بھی دوبارہ آسانی سے پہنچنا ممکن نہیں۔

راولپنڈی سے مری جاتے ہوئے مری ایکسپریس وے پر 22 کلومیٹر دور بھارہ کہو کا قصبہ آتا ہے، جو اب اسلام آباد میں شامل ہو چکا ہے۔ بھارہ کہو سے سملی ڈیم کی طرف ایک سڑک نکلتی ہے۔ سنگل اور خستہ حال سڑک پر قریب 12 کلومیٹر آگے جائیں تو مشہور نیلور فیکٹری کی طرف سڑک مڑتی ہے، جو وہاں سے تین کلومیٹر دور ہے۔ نیلور ایٹمی پروگرام کے حوالے سے ایک اہم ترین پوائنٹ ہے۔ اٹامک انرجی

PdfStuff.blogspot.com

کمیشن سے متعلق اس فیکٹری کو ایٹمی حوالے سے انتہائی حساس قرار دیا جاتا ہے کہ یہاں ایٹمی پروگرام کی کئی چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ سملی ڈیم روڈ موڑ پر نیلور موڑ سے 3 کلومیٹر پہلے اور بھارہ کہو سے 9 کلومیٹر دور پنڈ بیگوال سے جنڈالہ روڈ کے نام سے ایک سڑک الٹے ہاتھ اُترتی ہے، جس پر 2 کلومیٹر آگے جا کر میرابیگووال نام کا ایک گاؤں آتا ہے۔ اس طرف نیلور موڑ سے 5 کلومیٹر دور بھارہ کہو سے 7 کلومیٹر کے فاصلے پر ملوٹ چوک سے میرابیگووال روڈ اُلٹے ہاتھ اترتی ہے۔ یہ دونوں سڑکیں میرابیگووال گاؤں سے گزرتی ہیں۔ اگر میرابیگووال روڈ سے جائیں سے 2 کلومیٹر بعد سڑک وی کی شکل اختیار کر جاتی ہے اور دونوں طرف گاؤں واقع ہے۔ یہاں سے سیدھے ہاتھ مڑ کر گاؤں کو اپنے سیدھے ہاتھ چھوڑتے ہوئے آگے بڑھیں تو مہرگڑھ کے نام سے ایک بہت بڑا فارم ہاؤس دکھائی دیتا ہے۔ اس کے اوپر سیدھے ہاتھ گھوم کر عقب میں آئیں تو نشیب میں پیلی دیواروں اور سرخ چھت والا ایک خوب صورت فارم ہاؤس واقع ہے، جس کا نام گلشن ظہیر رکھا ہوا ہے۔ یہ فارم ہاؤس حارث انٹر پرائزز کے ریذیڈنٹ ڈائریکٹر کاظم عبدالحسن کی بیٹی اور امریکی شہری جسٹن تھامس کی بیوی کی ملکیت ہے اور اسے حارث انٹر پرائزز کے مرکزی ٹریننگ سنٹر کی حیثیت حاصل ہے۔

وسیع علاقہ پر پھیلے گلشن ظہیر کی مرکزی عمارت ایک تہہ خانے کے اوپر قائم ہے، جس میں بیڈ رومز اور دیگر کئی کمرے واقع ہیں جبکہ انیکسی میں کیئر ٹیکر اسٹاف رہتا ہے جس میں لاہور کی رہنے والی ایک خاتون اور ایک مقامی نوجوان شامل ہیں۔ یہ لوگ انیکسی کی حد تک تو خود مختار ہیں مگر مرکز عمارت کے اسٹوروں اور تہہ خانوں کے مقفل دروازوں کے قریب جانے کی انہیں قطعی اجازت نہیں، جہاں اندر کے ایک سورس کی اطلاع کے مطابق بھاری مقدار میں اسلحہ، ایمونیشن، بارود اور دیگر آلاد موجود ہیں۔ یہاں بلیک واٹر کے گورے خود تربیت دیتے ہیں اور ہفتہ و اتوار کو عیاشی کی محفلیں بھی سجتی ہیں۔ گلشن ظہیر پہاڑی کے دامن میں واقع ایک انتہائی خوب صورت لینڈ اسکیپ ہے، جس کا حُسن بلیک واٹر کے گماشتوں کی چاند ماری سے روز

پامال ہوتا ہے اور جنت نظیر وادی کی خاموشی شیطانی قہقہوں سے دم توڑ جاتی ہے۔

پاکستان نیوی کے فارم ہاؤسز کے عقب میں واقع اس تربیتی مرکز میں ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف گولہ بارود وافر مقدار میں پایا جاتا ہے بلکہ ویڈیو اور ٹریننگ فلموں اور کمیونیکیشن آلات کا بھی ایک بڑا اسٹور ہے۔ فارم ہاؤس کے شمال مشرقی حصہ میں چھوٹے ہتھیاروں کی فائرنگ کے لئے فائرنگ رینج بھی بنی ہوئی ہے جس میں باقاعدہ ٹارگٹ نصب کر کے فائرنگ کی تربیت دی جاتی ہے۔ حارث انٹر پرائزز کے ایک ذریعے نے انکشاف کیا کہ انٹر پرائزز کے ملازمین کو لانگ رینج فائرنگ کی پریکٹس سہالہ کے پولیس ٹریننگ اسکول میں موجود امریکی سہالہ کی رینج میں کرواتے ہیں۔

گلشن ظہیر کے نام سے قائم اس ٹریننگ سنٹر میں بلیک واٹر کے براہ راست بھرتی کردہ افراد حارث انٹر پرائزز کے بھرتی کردہ لوگوں کو فائرنگ سے ہٹ کر دھماکہ خیز مواد کے استعمال، کمیونیکیشن سسٹم کو ہینڈل کرنے، چھوٹے آپریشن کے لئے ٹیکٹس، انٹروگیشن، فرسٹ ایڈ، موٹی ویشن (خفیہ جنگ) کی تربیت بھی دیتے ہیں۔ ذرائع کے مطابق رواں انڈسٹریل ایریا میں بلیک واٹر کے لئے قائم تربیتی مرکز پر چھاپے کے بعد گلشن ظہیر میں تربیتی امور میں احتیاط شروع کر دی گئی ہے اور الیکٹرو فائڈ حصار کی بجائے کتوں اور انفرادی سطح پر سکیورٹی کو بڑھا دیا گیا ہے جبکہ تربیتی کلاسز بھی شب کی تاریکی میں منتقل کر دی گئی ہیں۔ ہفتہ اور اتوار کو یہاں سب سے زیادہ رش دیکھنے میں آتا ہے۔ نمائندہ امت نے گلشن ظہیر کا وزٹ کیا تو وہاں بڑی تعداد میں خونخوار کتے موجود تھے، جو سکیورٹی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ اردگرد سکیورٹی گارڈز بھی بڑی تعداد میں تعینات تھے۔

ذرائع نے بتایا کہ احتیاط کا یہ عالم ہے کہ تربیت کے لئے لائے جانے والوں کو جس راستہ سے لایا جاتا ہے، واپسی کے لئے دوسرا راستہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مقامی پولیس اسٹیشن سے جب رابطہ کیا تو نیلور سے صرف 9 کلومیٹر کے فاصلے پر اس خطرناک ٹریننگ سنٹر سے سے مکمل لاعلمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ یہ سارا

PdfStuff.blogspot.com

علاقہ فارم ہاؤسز پر مشتمل ہے۔ پولیس ایسے کسی ٹریننگ سنٹر سے آگاہ نہیں۔ مگر اعلیٰ سکیورٹی حکام نے نہ صرف اس کی تصدیق کی بلکہ نام نہ شائع کرنے کی شرط پر ایک ذمہ دار نے انکشاف کیا کہ نہ صرف مل پور اور گلشن ظہیر بلکہ جہلم میں بھی اسی طرح کا ایک ٹریننگ سنٹر زیرِ نگرانی ہے۔ ادارے اس کے خلاف کارروائی کے لئے معلومات جمع کر رہے ہیں مگر کارروائی میں بعض سول حکام کی طرف سے رکاوٹ دیکھنے میں آ رہی ہے، جس کے سبب اسلام آباد اور نواح میں امریکی دہشت گردوں کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنا مشکل ہو رہا ہے۔

ایک اہم ذریعے نے انکشاف کیا کہ اسلام آباد میں بعض سکیورٹی ادارے اس وقت اس معاملہ میں بھی تفتیش کر رہے ہیں کہ گرفتار ہونے اور رہائی پانے والے امریکی جو افغان گیٹ اپ میں تھے ان کا ایف ایس ایس پی سے کیا تعلق ہے اور ایف ایس ایس پی اتنی بڑی تعداد میں پشتونوں کو یہاں کیوں بلاتی ہے۔ تشویش ناک امر یہ ہے کہ اب تک تین ایسے مقامات کا انکشاف ہوا ہے، جو بلیک واٹر کے متعلقین کو تربیت فراہم کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک روات انڈسٹریل ایریا، دوسرا مل پور، تیسرا بیگووال۔ یہ تینوں جگہیں کہوٹہ سے نسبتاً قریب اور آخر کی دو، نیلور کے دونوں اطراف بہت کم فاصلہ پر ہیں۔ ان کے محلِ وقوع کو دیکھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر امریکی کوئی بد خیالی نہیں رکھتے تو ان کی دہشت گرد تنظیم حساس تنصیبات کے قریب کیوں قلعہ بندیاں کر رہی ہے؟ حارث انٹرپرائزز کے چیف ایگزیکٹو میجر (ر) ناصر نے کہا کہ ان کی سکیورٹی ایجنسی تمام قانونی ضروریات پوری کر کے رجسٹرڈ کرائی گئی ہے اور کسی بھی غیر قانونی بزنس میں ملوث نہیں ہے۔

❁❁❁

اب ایک نظر روات انڈسٹریل اسٹیٹ میں قائم ٹریننگ سنٹر پر:

اسلام آباد میں غیر ملکی شہریوں کی یلغار اور ان کی مشکوک سرگرمیوں نے متعلق اداروں کو چوکنا کر دیا ہے۔ وزارت داخلہ نے گزشتہ روز ایک خط میں آئی جی اسلام آباد سے کہا ہے کہ وہ اسلام آباد کے مہنگے اور حساس سیکٹروں میں غیر ملکیوں کی دھڑا

دھڑ آبادکاری کا نوٹس لیں اور اس حوالے سے مکمل تحقیقات کے بعد اپنی رپورٹ پیش کریں۔ اس حوالے سے بعض ذرائع کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ غیر ملکی شہریوں کی تعداد میں یہ تشویش ناک اضافہ گزشتہ دو سے تین ماہ میں ہوا اور تقریباً 3 سو غیر ملکیوں نے، جن میں زیادہ تعداد اسرائیلی اور برطانوی شہریوں کی ہے، مہنگے کرائے کے مکانات حاصل کر لئے ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ان مکانات کا کرایہ ڈالرز اور پونڈز میں ادا کیا جاتا ہے اور یہ تمام گھر ایک نجی سکیورٹی ایجنسی نے کرایہ پر لے کر دیئے ہیں۔ ایک اطلاع کے مطابق بعض جگہ پر مقامی لوگوں نے شکایت کی ہے کہ ان مکانات میں کوئی نہیں رہتا۔ البتہ رات کے وقت مشکوک قسم کی سرگرمیوں، گاڑیوں کی آمدورفت اور چیزیں اتارنے چڑھانے کی آوازیں آنے کے سبب خوف پایا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام آباد پولیس کو وزارتِ داخلہ نے تحقیقات کا حکم دے دیا ہے۔

دوسری طرف اسلام آباد پولیس میں ایک اور خوفناک اسکینڈل سامنے آیا ہے، کہ ایک نجی سکیورٹی ایجنسی جس کا صدر دفتر ایف 6 سیکٹر کے حساس علاقے میں واقع ہے، پاک آرمی کے ایس ایس جی سے تعلق رکھنے والے ریٹائرڈ جوانوں، جے سی اوز، این سی اوز اور ریٹائرڈ افسروں کو بھرتی کرتی ہے، جنہیں غیر ملکی تربیت دیتے ہیں۔ ''اُمت'' کی تشویش اور تحقیق کا آغاز 2 اگست کے ایک قومی روزنامہ میں شائع ہونے والے اشتہار سے ہوا، جس میں پاک فوج سے ریٹائرڈ ہونے والے ایس ایس جی کے لوگوں کو پُرکشش تنخواہ کا لالچ دیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں رابطہ کرنے پر یہ انکشافات سامنے آئے کہ مذکورہ کمپنی خود ایس ایس جی کے ایک ریٹائرڈ کیپٹن زیدی چلا رہے ہیں جن کا اعلیٰ حلقوں میں اثر و رسوخ بہت زیادہ ہے۔ اس دوران اُمت کا اپنے ذرائع سے وہاں موجود ایس ایس جی کے ایک ریٹائرڈ جے سی او سے رابطہ ہوا، جو تربیت حاصل کرنے کے بعد ڈیوٹی کا منتظر تھا۔ اُمت سے تھوڑی سی بات چیت کے بعد سابق کمانڈو نے انکشاف کیا کہ وہ اپنی ضروریات کے حوالے سے پریشانی کے سبب یہ نوکری کر رہا ہے ورنہ اسے اس کمپنی کے معاملات مشکوک

PdfStuff.blogspot.com

دکھائی دیتے ہیں۔ کمانڈو سے دستیاب معلومات کو جب دیگر ذرائع سے چیک کیا گیا اور کمپنی کے رواٹ میں واقع تربیتی مرکز کے قریب ایک بظاہر موٹر ورکشاپ کا چکر لگایا گیا تو صورتِ حال واضح ہوگئی کہ مذکورہ سکیورٹی ایجنسی دراصل ایک غیر ملکی مافیا کا حصہ ہے، جسے ایک برطانوی شہری میتھیو چلا رہا ہے۔

میتھیو کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس کا تعلق برطانوی فوجی کمانڈوز کے ادارے ایس اے ایس سے ہے۔ ذرائع جو بعض تحفظات اور خوف کے سبب نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے، ان سے دستیاب تفصیلات اور ذاتی طور پر تربیتی مرکز کو دیکھنے کے بعد جو معلومات سامنے آئی ہیں ان کے مطابق، اخبار میں اشتہار اور کیپٹن زیدی کے ذاتی روابط کے ذریعے امیدوار سیکٹر ایف 6 میں اکٹھے کئے جاتے ہیں، اس کے بعد ان کے تحریری امتحان، جسمانی ٹیسٹ وغیرہ لے کر انہیں ایک کڑے انتخاب سے گزارا جاتا ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ مارچ 2009ء میں بھی اس طرح کے ایک اشتہار کے ذریعے 100 افراد کو بھرتی کیا گیا تھا۔ وہ مختلف جگہوں پر اس نجی سکیورٹی کمپنی کے یونیفارم پہن کر ڈیوٹی کرتے تھے۔ بعد ازاں ان میں سے 42 افراد کو منتخب کر کے 10 جولائی سے تربیت کا آغاز کیا گیا، جو 30 جولائی تک جاری رہی۔ یہ تربیت اسلام آباد سے 14 کلومیٹر دور جی ٹی روڈ پر واقع رواٹ انڈسٹریل اسٹیٹ میں دی جاتی ہے۔ ذرائع نے بتایا کہ بھرتی شدہ افراد کو بڑی گاڑیوں میں بھر کر سیکٹر F/6 میں کمپنی کے ہیڈ کوارٹرز سے رواٹ لے جایا گیا۔ وہ انڈسٹریل ایریا میں کار اینڈ کرافٹ آٹو موبائل ورکشاپ میں ٹھہرے اور اس جگہ انہیں تربیت دی گئی۔

تربیت حاصل کرنے والے ایک صاحب نے بتایا کہ انہیں ٹریننگ دینے والے 5 سے 6 افراد میں میتھیو اور اس کے 4 برطانوی ساتھی شامل ہیں جبکہ ایک بھارتی باشندہ بھی تربیت دینے والی ٹیم کا حصہ ہے۔ یہ لوگ شلوار قمیض پہنتے ہیں اور انہوں نے داڑھیاں بھی رکھی ہوئی ہیں۔

30 جولائی تک تربیت کرنے والے بیچ کو 31 جولائی کو صوبہ سرحد روانہ کر دیا گیا، جہاں انہیں برطانوی قونصلیٹ سے رابطہ کرنے کو کہا گیا ہے۔ جبکہ قریباً اتنے

PdfStuff.blogspot.com

ہی افراد پر مشتمل ایک دوسرا بیچ بھی اگست کے آغاز سے تربیت شروع کر چکا ہے۔

تربیت دینے والی اس ٹیم کا سربراہ میتھیو برطانوی فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد کابل میں امریکی نجی دہشت گرد فورس بلیک واٹر کا حصہ رہا ہے۔ بعد ازاں یہ ایک این جی او سے وابستہ ہو کر فاٹا آ گیا اور ان دنوں رواٹ میں ایک تربیتی مرکز چلا رہا ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ یہ سیٹ اپ بھی بلیک واٹر کا ہی ایک حصہ ہو سکتا ہے یا اسی طرح کا کوئی اور نیٹ ورک ہے، جس میں شامل ہونے والے لوگوں کو دورانِ ٹریننگ 16 ہزار، بعد میں 40 ہزار تنخواہ اور دیگر سہولیات دی جاتی ہیں۔ ایک تربیت یافتہ کمانڈو نے بتایا کہ انٹرویو کے دوران اس سے پوچھا گیا کہ کیا وہ غیر ملکیوں کے ساتھ رہنا اور کھانا پینا پسند کرتا ہے؟ اگر اس کی ڈیوٹی کے دوران نماز کا وقت آ جائے اور نماز پڑھنے نہ دی جائے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟ کیا اس نے کبھی مجاہدین کے ساتھ کام کیا ہے؟ تربیت یافتہ کمانڈو نے بتایا کہ انٹرویو اور ٹیسٹ کے وقت کیپٹن زیدی کے ساتھ ساتھ برطانوی اور امریکی افسران بھی موجود رہے۔ منتخب ہونے والوں کو لال مسجد کے قریب ایک ریسٹ ہاؤس میں بلایا گیا، بعد میں ایک نزدیکی ہوٹل میں جمع کر کے انہیں رواٹ پہنچا دیا گیا۔ یہاں کسی کو بھی نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی بلکہ ٹریننگ ایریا میں موجود ایک مسجد کو ہر وقت تالا لگا رہتا ہے۔ کسی کو مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ذرائع نے بتایا کہ سکیورٹی گارڈ کے طور پر بھرتی کئے گئے ان لوگوں کو چھاپہ مارنے، گھات لگا کر حملہ کرنے، چھوٹے ہتھیاروں سے ہدف کو نشانہ بنانے اور دھماکہ خیز مواد کے استعمال کی تربیت دی گئی اور تربیت میں زیادہ استعمال ماڈرن ٹیکنالوجیز کا ہوا۔ ذرائع کے مطابق انہیں سب سے پہلے ایسی فلمیں دکھائی گئیں، جن میں لال مسجد آپریشن، پاکستان کا پرچم جلائے جانے کی فوٹیج اور دیگر ایسی فوٹیج دکھائی گئیں، جن میں غیر ملکیوں کے ہاتھوں پاکستانیوں کی تحقیر و تذلیل شامل تھی۔ اس دوران تربیت دینے والے مسلسل ایک بات کا [illegible] تے رہتے کہ یہ ہو تم پاکستانی۔ کیا حیثیت ہے تمہارے پاکستان کی؟

تربیت حاصل کرنے والوں کے مطابق نفسیاتی طور پر تمام تربیت حاصل کرنے والوں کو پاکستانی کی حیثیت سے شرمندہ ہونے پر مجبور کیا گیا اور پھر انہیں کہا گیا کہ عزت کی خاطر ہمارے ساتھ جینا سیکھ لو۔ پھر مختلف تربیتی مشقیں کرائی گئیں اور تربیت مکمل ہونے کے بعد پہلا بیچ صوبہ سرحد روانہ کر دیا گیا ہے۔

بعد ازاں نمائندہ امت نے جب تربیتی مقام کا خود جا کر جائزہ لیا تو تربیت حاصل کرنے والے لوگوں کی باتوں کی تصدیق ہوگئی۔ اسلام آباد سے 14 کلومیٹر دور لاہور کی جانب جی ٹی روڈ پر روات انڈسٹریل ایریا کے مین گیٹ سے اندر پونے چار کلومیٹر کے فاصلے پر کار اینڈ کرافٹ آٹو موبائل کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ اس بورڈ کے پاس سے سیدھے ہاتھ پر مڑیں تو نصف کلومیٹر کے فاصلے پر کار اینڈ کرافٹ کی وسیع عمارت ہے جس کے چاروں کونوں پر باقاعدہ چوکیاں بنا کر چاق و چوبند اور مسلح سکیورٹی گارڈ متعین کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ دیواروں پر چاروں طرف برقی تار کے ذریعے اور خاردار تار لگا کر سکیورٹی کا انتظام کیا گیا ہے۔ سرخ اینٹوں سے بنی عمارت کے دروازے پولیس تھانوں کی طرح نیلے اور سرخ ہیں جبکہ سبز ترپال ڈال کر بعض حصوں کو چھپایا گیا ہے۔ بلڈنگ کے سامنے کی سائیڈ پر 6 کیمرے نصب ہیں۔ دو کونوں پر اور چار کیمرے دو گیٹوں پر لگے ہیں۔ اتنے ہی کیمرے پچھلی جانب نصب ہیں۔ فرنٹ سائیڈ اور بیک سائیڈ پر ایک، ایک کار واش کا ریمپ بنا ہوا ہے، جن کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں کبھی پانی کا قطرہ نہیں گرا۔ ویسے بھی ان دنوں گیراج نما ہالز کے دروازوں پر کار واش والے ملازموں کے بجائے آتشیں اسلحہ لئے گارڈز تعینات ہیں۔ کسی آٹو موبائل کمپنی میں سکیورٹی کا اس طرح کا نظام ناقابل فہم ہے۔ نمائندہ اُمت جب گھوم کر عمارت کی پچھلی سمت گیا تو گارڈ کو نہ صرف مستعد بلکہ تشویش زدہ اور باقاعدہ گھورتے ہوئے پایا۔ اس موقع پر نمائندہ امت کے ساتھ موجود ایک تربیت یافتہ کمانڈو نے خبردار کیا کہ اس عمارت میں ایسا سکیورٹی نظام نصب ہے کہ ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہونے والی نقل و حرکت مانیٹر کی جاتی ہے اور ایک کلومیٹر کے دائرے میں زیر استعمال ہر موبائل کال سنی جاتی ہے۔

''کار اینڈ کرافٹ ورکشاپ'' کا ایک جائزہ ہی یہ بتانے کے لئے کافی ہے کہ اس ویرانے میں جہاں دور دور تک کوئی متنفس دکھائی نہیں دیتا، یہ عمارت کس کام کے لئے استعمال ہو رہی ہے۔ سکیورٹی ماہرین نے خدشے کا اظہار کیا ہے کہ بلیک واٹر پاکستان میں متحرک ہے اور یہ بھی اسی طرح کی کوئی چیز ہے، جس کے سبب ملک میں بلوے اور قتل و غارت کی وارداتوں کا سلسلہ جاری ہے۔ سوال یہ ہے کہ حکومت کی ناک کے نیچے یہ سب کچھ کیوں برداشت کیا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے وزارتِ داخلہ کے ایک ذریعے نے بتایا کہ حکومت جلد اس سلسلے میں اقدامات کا ارادہ رکھتی ہے۔ مگر امریکی اثر و رسوخ کے آگے اس کا بس شاید نہ چل سکے۔ اس رپورٹ کی تیاری کے دوران مذکورہ سکیورٹی ایجنسی اور کیپٹن زیدی سے رابطہ کر کے ان کا موقف لینے کی متعدد بار کوشش کی گئی مگر کوئی بھی بات کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ سکیورٹی ایجنسی کے ٹیلی فون نمبرز پر بھی کال کسی نے اٹینڈ نہیں کی۔

PdfStuff.blogspot.com

روزنامہ ''اُمت'' کراچی میں 20 جون 2009ء کو چھپنے والی سعید احمد عباسی کی اس رپورٹ پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

مائیکل والر نے جب کابل کے قریب واقع ''بلیک واٹر'' نامی امریکی سکیورٹی ایجنسی کے تربیتی کیمپ کا دورہ کیا تو وہ روایتی انداز کے برقعوں میں ملبوس خواتین کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بعد میں اسے بتایا گیا کہ برقع پوش خواتین دراصل زیر تربیت خواتین پولیس کا دستہ ہے، جسے دور دراز کے ان افغان دیہاتی علاقوں سے معلومات جمع کرنے کا کام سونپا جائے گا، جہاں طالبان اور دیگر مزاحمت کاروں کا قانون چلتا ہے۔ ''بلیک واٹر'' کو پاکستان اور افغانستان کے ان سرحدی علاقوں میں امریکی فوج کے ہمراہ کام کرنے کا ٹھیکہ 2007ء کے اوائل میں ملا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب امریکی افواج پاکستانی سرحدی علاقوں کے ساتھ ساتھ اپنی پوزیشنیں بہتر بنا رہی تھیں اور جنگ کا دائرہ پاکستان کے اندر تک پھیلانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ بلیک واٹر کو پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقوں سے معلومات جمع کرنے اور اپنا نیٹ ورک قائم کرنے کا ٹھیکہ ملا تھا۔ امریکی فوجی عہدے داروں کا خیال تھا کہ طالبان کی سپلائی لائن بحال رکھنے میں مقامی اسمگلر اہم کردار ادا کر رہے ہیں اور اس کے بدلے طالبان، اسمگلروں کو منشیات کی ترسیل میں مدد دیتے ہیں۔ ان اسمگلنگ نیٹ ورکس کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرنے کا ٹھیکہ بلیک واٹر کو دیا گیا۔ اس ٹھیکے کے لئے جو رقوم جاری کی گئی تھیں وہ محکمہ دفاع کے اس فنڈ میں سے دی گئی

تھیں، جو منشیات کی اسمگلنگ روکنے کے لئے مختص تھے۔ انہی امور کی مانیٹرنگ امریکہ کا ایک تھنک ٹینک ''SERVIAM'' بھی کر رہا تھا۔

مذکورہ تھنک ٹینک کا کہنا ہے کہ وہ خطرناک دنیا میں استحکام لانے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ 2007ء میں جب افغانستان میں بلیک واٹر کو بڑے بڑے ٹھیکے دیئے گئے تو ''سرویم'' نامی تھنک ٹینک سے وابستہ مائیکل نے اسی وقت افغانستان کا دورہ کیا تھا اور اس دوران وہ بلیک واٹر کے عہدے داروں سے بھی ملا۔ ان کے مشن پر تفصیلی بات بھی کی اور پھر یہ سب ایک رپورٹ کی صورت میں ''SERVIAM'' کے جریدے میں شائع بھی کیا۔ مائیکل نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ افغان پولیس کے مذکورہ دستہ میں شامل خواتین، جنہیں بلیک واٹر کے اہلکار تربیت دے رہے تھے، طالبان دور میں مخالفت پر نشانہ بنائی جا چکی تھیں۔ ان خواتین کا کہنا تھا کہ وہ دوبارہ طالبان دور نہیں چاہتیں اس لئے پولیس میں بھرتی ہو کر طالبان سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ بلیک واٹر نے ان خواتین پولیس اہلکاروں کو خصوصی طور پر یہ تربیت دی تھی کہ معلومات کیسے جمع کی جاتی ہیں اور کون سی بات اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ مفروضہ یہ تھا کہ روایتی برقع میں ملبوس مقامی خواتین کے بارے میں طالبان کبھی یہ نہیں جان پائیں گے کہ وہ کس مشن پر ہیں۔ مائیکل والر نے اپنی رپورٹ میں دعویٰ کیا ہے کہ پاکستان اور افغانستان میں بلیک واٹر کو ٹھیکہ دینے کا فیصلہ 2007ء میں اس وقت کیا گیا تھا، جب محکمہ دفاع اور انسپکٹرز جنرل نے ایک مشترکہ رپورٹ تیار کی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ اگر طالبان اور القاعدہ کو افغانستان سے ختم کرنا ہے تو پھر منشیات کی تجارت کو ختم کرنا ہوگا کیونکہ ان دونوں تنظیموں کے لئے فنڈز کا واحد ذریعہ منشیات کی اسمگلنگ ہی ہے، اسی طرح پاکستان کے سرحدی علاقوں میں امریکی فوجیوں کے ساتھ ساتھ بلیک واٹر کے اراکین نے بھی اپنا نیٹ ورک بنانا شروع کیا۔ بلیک واٹر نامی امریکی سکیورٹی ایجنسی کے تمام آپریشنز کی سربراہی اس وقت امریکہ کا ایک ایسا فرد کر رہا تھا، جو چند سال قبل تک دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اہم سرکاری عہدے دار تھا۔ کوفر بلیک نامی یہ شخص

PdfStuff.blogspot.com

بش انتظامیہ میں سی آئی اے کا اہم عہدے دار رہا اور سی آئی اے کے تمام آپریشنز کا انچارج تھا۔ وہ 28 سال سی آئی اے میں گزار چکا تھا۔ جب بش دوسری بار صدر منتخب ہوا تو کوفر نے سی آئی اے سے استعفیٰ دے دیا اور بلیک واٹر کا نائب صدر بن گیا۔ اس طرح بلیک واٹر کو افغانستان میں مزید ٹھیک لینے میں آسانی رہی۔

مائیکل والر نے افغانستان اور پاکستان کے لئے بلیک واٹر کے آپریشن انچارج جیف کیپسن سے 2008ء کے وسط میں ایک ملاقات کی۔ یہ وہ وقت تھا، جب پاکستان افغانستان سرحدی علاقوں میں لڑائی شدت اختیار کر چکی تھی۔ مائیکل نے کیپسن سے یہ پوچھا کہ وہ یہاں کیا خدمات انجام دے رہے ہیں؟ کیپسن کا جواب تھا۔ ''ہم یہاں سرجری کر رہے ہیں۔ ہم اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ کہاں کہاں اہم افراد موجود ہیں، کون سا راستہ استعمال ہو رہا ہے اور کس جگہ پر کس طرح کارروائی کرنا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ منشیات کا راستہ افغانستان سے پاکستان کی طرف جاتا ہے۔''

اسی بارے میں مائیکل والر کو ایک اعلیٰ امریکی عہدے دار نے بلیک واٹر کے بارے میں یہ بتایا کہ پاک افغان سرحدی علاقوں میں اس کے ذمے جو کام لگایا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امریکی فوجی اتنی تعداد میں موجود نہیں کہ ہر کام خود کر سکیں اس لئے کچھ کام امریکی پرائیویٹ ٹھیکہ داروں کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔

2007ء میں ہی جب بلیک واٹر کو پاک افغان سرحد پر آپریشن شروع کرنے کا ٹھیکہ دیا گیا تو اس کے ساتھ یہ معاہدہ بھی ہوا تھا کہ افغانستان بھر میں ایسے خطرناک پہاڑی علاقے جہاں امریکی فوجی اڈے موجود ہیں ان تک سپلائی پہنچانے کے لئے زمینی راستوں پر طالبان اور القاعدہ کا کنٹرول ہے۔ وہاں فضائی راستے سے رسد پہنچانے کا کام امریکی فوج کے بجائے بلیک واٹر کرے گی۔ عراق میں یہی کام بلیک واٹر کرتی رہی تھی مگر عراق میں امریکی فوج کو سپلائی پہنچانے کے لئے ہوائی جہاز استعمال نہیں کئے گئے تھے بلکہ سڑک کے راستے ہی سپلائی کے قافلے بلیک واٹر کی حفاظت میں سفر کر رہے تھے۔ پاک افغان سرحدی علاقے میں جب امریکی فوجی

اڈوں کی تعداد بڑھی تو سپلائی کی ضرورت بھی بڑھی، لہٰذا ایک بار پھر ٹھیکہ بلیک واٹر کو ملا۔ بلیک واٹر نے اس مقصد کے لئے روسی ساختہ CASA212 طیارے کرائے پر حاصل کئے۔ دو انجن والے ان طیاروں کو خصوصی طور سے پہاڑی علاقوں میں پرواز کے لئے ڈیزائن کیا گیا تھا اور پہلے سے ہی یہ افغانستان میں بڑے پیمانے پر استعمال ہوتے رہے تھے۔ بلیک واٹر نے ان طیاروں پر سفید رنگ کیا، اس طرح یہ تاثر پیدا ہوتا تھا کہ جہاز اقوام متحدہ کی امن فوج کے زیر استعمال ہیں۔ ایسے ہی ایک طیارے کی تصویر امریکہ کے ایک چھوٹے نیوز ادارے ''بی بی ایس'' نے اپنے ذرائع سے حاصل کرنے کے بعد 2008ء کے آخر میں شائع کی تھی مگر یہ تصویر کسی کی توجہ حاصل نہیں کر پائی۔ اس تصویر میں بلیک واٹر کا ایک طیارہ پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقے میں پیراشوٹ کے ذریعے اسلحہ اور دیگر سامانِ رسد گرا رہا تھا۔ گو کہ کسی کو اس بات کا علم نہیں کہ بلیک واٹر کے زیر استعمال طیاروں نے اس علاقے میں سامانِ رسد اور اسلحہ پہنچانے کے لئے کتنی پروازیں اب تک کی ہیں اور اسلحہ گرانے کے لئے کون سے علاقے ان کی ذمہ داری میں آتے ہیں مگر یہ خبریں تواتر سے آتی رہی ہیں کہ پاکستانی قبائلی علاقوں میں امریکی اسلحہ ہر طرف دستیاب ہے۔ سوات آپریشن کے دوران بھی سکیورٹی اہلکاروں نے شدت پسندوں کے پاس سے امریکی ساختہ اسلحہ برآمد کیا تھا اور اس پر اعلیٰ پاکستانی سرکاری عہدے داروں نے یہ بھی معاملہ اٹھایا تھا کہ امریکی اسلحہ پاکستان میں برسر پیکار گروپوں کے پاس کیسے پہنچ رہا ہے؟ امریکی تھنک ٹینک SERVIAM نے اپنی رپورٹ میں یہ انکشاف تو کیا ہے کہ پاک افغان سرحد پر پہاڑی سلسلے میں جو اسلحہ بلیک واٹر اپنے طیاروں سے گراتی رہی ہے اس کی نصف مقدار مقامی مسلح گروپوں کے پاس پہنچ جاتی ہے کیونکہ یہ ان کے زیر اثر علاقوں میں گرتی ہے جہاں امریکی فوج کی رسائی ہی نہیں۔ گو کہ اس رپورٹ میں یہ واضح طور پر نہیں کہا گیا ہے کہ بلیک واٹر نے جان بوجھ کر یہ اسلحہ پاک افغان سرحد پر ایسی جگہ گرایا، جہاں سے وہ شدت پسندوں کے ہاتھ لگ جائے مگر امریکہ میں بہت سے افراد کا یہ کہنا ہے کہ دراصل بلیک واٹر جان بوجھ کر یہ

PdfStuff.blogspot.com

اسلحہ شدت پسندوں تک پہنچاتی رہی ہے تا کہ علاقے میں جنگ جاری رہے۔ صرف اسی صورت میں ہی بلیک واٹر کو مہنگے ٹھیکے مل سکتے ہیں، جب ان مشکل ترین علاقوں میں جنگ جاری رہے اور امریکی فوجی اس کی خدمات سے فائدہ اٹھانے پر مجبور رہیں۔

امریکی نیوز ویب سائٹ ''بی بی ایس'' پر اسی حوالے سے جاری کی گئی رپورٹ میں بلیک واٹر کی تاریخ بتاتے ہوئے یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ دراصل وہ جان بوجھ کر جنگ کو بھڑکا رہی ہے اور شدت پسندوں تک اسلحہ پہنچانا اس کا نیا کارنامہ نہیں بلکہ عراق میں ایسے ہی کام کرنے پر بلیک واٹر پر مقدمات بھی درج ہیں۔ مگر اس کے طاقتور اتحادی اسے بچانے میں مصروف رہتے ہیں۔ عراق میں بلیک واٹر پر دو سنگین الزام لگے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ اس کے اہلکار لوگوں کو ذبح کرنے میں ملوث تھے، انہوں نے ہی لوگوں کو ذبح کرنے کی روایت ڈالی اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ اسی طرح بلیک واٹر نے عراق میں اسلحہ اسمگل کیا، جو بعد میں شدت پسندوں کے پاس پہنچ گیا۔ اس حوالے سے جب تحقیق شروع ہوئی اور ایف بی آئی نے کام شروع کیا تو بش انتظامیہ نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ جنگ میں کام کرنے کے لئے قوانین میں کچھ نرمی کی جاتی ہے اور بلیک واٹر اسی نرمی کے تحت عراق میں کئے گئے کسی بھی کام کے لئے جواب دہ نہیں ہے۔ اب یہی بلیک واٹر افغانستان اور پاکستان کے سرحدی علاقوں میں یہی کچھ کر رہی ہے۔ 2007ء میں جب بلیک واٹر کو پہلی بار پاک افغان سرحدی علاقوں تک رسائی ملی تو یہاں آج کی نسبت قدرے امن تھا اور اب یہاں جنگ ہر طرف پھیل رہی ہے۔ بلیک واٹر نے پاک افغان سرحدی علاقے میں امریکی افواج تک اسلحہ اور رسد پہنچانے کا ٹھیکہ تھا اور اس نے جہازوں سے یہ سامان گرایا، بعد میں یہ سامان پاکستان میں برسر پیکار گروپوں کے پاس سے پاکستانی سکیورٹی اداروں نے برآمد کیا۔

SERVIAM نامی تھنک ٹینک کا کہنا ہے کہ دراصل بلیک واٹر کے اہلکار اس بات کی توجیہ یہ بتاتے ہیں کہ پہاڑی علاقے میں پیراشوٹ سے گرائے گئے سامان

کے بارے میں یقین سے نہیں بتایا جا سکتا کہ وہ کہاں گرے گا۔ اس طرح ممکن ہے کہ کچھ سامان شدت پسندوں کے پاس بھی پہنچ گیا ہو۔

❁❁❁

اور اب آخر میں روزنامہ ''اُمت'' کراچی کی یہ رپورٹ بھی پڑھ لیجئے جو یکم دسمبر 2009ء کو چھپی ہے۔ اس میں روزنامہ ''اُمت'' نے اپنے ذرائع سے تحقیقات کے بعد انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں حساس تنصیبات کے گرد مشکوک افراد زمینیں خرید رہے ہیں۔ تمام خریداروں نے اپنے نادرا کے شناختی کارڈوں پر قبائلی علاقوں کے جعلی ایڈریس لکھوا رکھے ہیں۔ خریداریاں آبادی اور مرکزی سڑک سے ہٹ کر بیابان علاقوں میں کی جا رہی ہیں اور مقامی افراد کو منہ مانگی قیمت ادا کی جاتی ہے۔ رپورٹ میں اس عمل کو ملکی سلامتی کے لئے تشویش ناک قرار دیتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام خریدار امریکی این جی اوز اور مشتبہ سکیورٹی ایجنسیوں میں کام کرتے رہے ہیں۔

اسلام آباد اور دیگر حساس مقامات پر غیر ملکی سکیورٹی ایجنسیوں کی مشکوک سرگرمیوں کے بعد حساس مقامات پر بعض مشکوک لوگوں کی طرف سے جائیدادیں خریدنے کا سلسلہ بھی تیز ہو گیا ہے۔ یہ جائیدادیں زیادہ تر فتح جنگ اور سیدن شاہ کے علاقہ میں خریدی جا رہی ہیں۔ بعض سرکاری ادارے اس امر کی تحقیقات کر رہے ہیں کہ ان مقامات کی زمینیں یکدم کیوں اور کس کو بیچی جا رہی ہیں؟ ''اُمت'' کو معلوم ہوا ہے کہ فتح جنگ، حسن ابدال اور سیدن شاہ کے علاقوں میں بظاہر قبائلی علاقوں سے تعلق رکھنے والے افراد زمینیں خرید رہے ہیں اور ان لوگوں کے روابط بھی مشکوک دکھائی دیتے ہیں۔ ان سودوں ں کو مشکوک بنانے والی ایک چیز ان کی قیمت ہے۔ یہ لوگ زمین کے مالکان کو منہ مانگی قیمت دے رہے ہیں۔ اس طرح کا ایک سودا گزشتہ دنوں اسلام آباد کے نواحی گاؤں مل پور میں بھی ہوا، جہاں امریکی این جی او، فاٹا سیکرٹریٹ سپورٹ پروگرام سے مل کر کام کرنے والی سکیورٹی ایجنسی حارث انٹر پرائزز کے ایک ذمہ دار نے 18 لاکھ روپے کی مالیت سے ایک کنال جگہ خریدی

PdfStuff.blogspot.com

جبکہ دو ہفتے قبل نمائندہ ''امت'' نے اس جگہ کا سروے کیا تو معلوم ہوا تھا کہ یہاں زمین کی قیمت پانچ سے چھ لاکھ روپے کنال ہے۔ غیر ترقی یافتہ اور زندگی کی سہولتوں سے محروم علاقے میں منہ مانگے دام پر جگہ خریدنا معنی خیز بات ہے۔ اور پھر ایک ایسی سکیورٹی ایجنسی، جس کی امریکیوں سے تعلقات کی داستانیں زبان زد عام ہیں اور اس کے دو مکانات نیلور فیکٹری کے اردگرد ہیں۔ گاؤ مل پور بھی نیلور فیکٹری کے قریب واقع ہے۔

دیگر مشکوک خریداریوں میں ایک ڈیل حسن ابدال کے گاؤں، جالو میں ہوئی جہاں ایک شخص شیر علی مینگل ولد محمد سکندر مینگل نے 18 ستمبر 2009ء کو 36 کنال 5 مرلہ زمین بے آباد علاقہ میں خریدی۔ اس ڈیل کا ٹرانسفر آرڈر نمبر 501-492 اور 636-631 ہے۔ اس ڈیل کا مشکوک پہلو یہ ہے کہ شیر علی مینگل کے شناختی کارڈ پر ان کا ایڈریس پارا چنار اور وزیرستان لکھا ہوا ہے جبکہ یہ بات بہت نمایاں ہے کہ پارا چنار اور وزیرستان کے درمیان طویل فاصلہ ہے اور اس علاقہ میں مینگل قبیلہ آباد نہیں ہے۔ شیر علی مینگل کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ ان دنوں کراچی میں رہائش پذیر ہے۔ اس طرح کی ایک اور مشکوک خریداری فتح جنگ کے علاقہ صدکام میں ہوئی، جس میں 20 کنال کی زمین 60 لاکھ روپے کے عوض خریدی گئی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس خریداری کے لئے جو شناختی کارڈ پیش کیا گیا وہ درست نہیں۔ محکمہ مال کے ریکارڈ کے مطابق خریدار کا پتہ اورکزئی ایجنسی وزیرستان کا ہے، جو کہ درست نہیں۔ اورکزئی اور وزیرستان الگ الگ مقامات کے نام ہیں۔ چنگیز خان ولد شیر علی خان قوم مینگل ان دنوں کراچی کے علاقہ اعظم ٹاؤن میں رہائش پذیر ہیں اور دو ہفتے قبل یہ کراچی میں مشکوک سرگرمیوں کے الزام میں گرفتار بھی ہو چکے ہیں۔ انہیں یہ زمین ٹرانسفر نمبر 3114 کے تحت منتقل کی گئی۔ اطلاعات کے مطابق اس جگہ پر مینگل ہاؤس کے نام سے تعمیرات بھی شروع ہو چکی ہیں۔ یہ جگہ فتح جنگ اٹک روڈ سے 2 کلومیٹر دور بیابان جگہ پر ہے اور کالا چٹا پہاڑ سے اس کا فاصلہ سات سے آٹھ کلومیٹر ہے۔ چنگیز خان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ اس نے 15 کنال رقبہ کا

پلاٹ خندہ کمار افتح جنگ کوہاٹ روڈ پر بھی خریدا ہے اور کالا چٹا کے قریب رہتے ہوئے مزید زمینوں کی خریداری بھی کر رہا ہے۔ بعض سرکاری ادارے اس غیر آباد جگہ پر زمین کی خریداری کو مشکوک قرار دے رہے ہیں اور اس کو مستقبل کے حوالے سے ایک خطرہ کہا جا رہا ہے۔

ذرائع کے مطابق 14 اپریل 2009ء کو محمد طارق اور نصیر اللہ ولد صبر بادشاہ نے بھی 16 کنال اور ساڑھے چھ مرلہ زمین نمبر 1208/18 اور 203/20 گاؤں لعل سیدوں فتح جنگ میں 62 لاکھ روپے میں خریدی ہے۔ زمینوں کی خریداری میں شامل محمد طارق ولد سید بادشاہ کے خلاف 15 جون 2009ء کو انسدادِ دہشت گردی اور دھماکہ خیز مواد کے مقدمات بھی قائم ہوئے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان خریداروں نے بھی اپنا پتہ اورکزئی وزیرستان لکھوایا ہے اور پوسٹ آفس گلگچو درج ہے۔ کوہیلا حسن ابدال کے علاقہ میں 52 کنال 9 مرلہ اراضی ٹرانسفر نمبر 18662 ستمبر 2009 کو سید رحمان ولد رسول خان قوم مینگل نے خریدی۔ اس خریدار کا پتہ بھی تری مینگل پارا چنار وزیرستان لکھا ہوا ہے۔ ایک اور خریداری 4 بھائیوں عبدالحکیم، احمد جان، وحید جان، حمید جان ولد نور علی شاہ نے 14 اپریل 2009ء کو کی۔ 29 کنال اراضی ایک کروڑ 47 لاکھ 32 ہزار کے عوض سیدوں اور فتح جنگ میں خریدی گئی۔ اس کا نمبر 147/311 ہے اور ٹرانسفر نمبر 2332 کے تحت یہ رقبہ چار بھائیوں کے نام منتقل کیا گیا۔ ان کا پتہ عزیز خیال پوسٹ آفس گلگچو اورکزئی ایجنسی لکھا ہوا ہے، جس کے درست نہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا جا رہا ہے۔

دریں اثنا سیدن شاہ سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں بھی کروڑوں روپے مالیت کی زمینیں اسی طرح سے خریدی گئی ہیں۔ ''امت'' نے فتح جنگ میں زمینوں کی مشکوک خریداری کے سلسلہ میں فتح جنگ کے حکام سے رابطہ کیا تو بتایا گیا کہ چونکہ ان لوگوں کے پاس نادرا کے جاری کردہ شناختی کارڈ موجود تھے لہٰذا انہیں زمین خریدنے سے روکا نہیں جا سکتا ہے۔ ریونیو حکام کے بقول ایک موقع پر، جب انہوں نے ایک قطعہ اراضی کی خریداری میں رکاوٹ ڈالی تو خریدار سپریم کورٹ چلے گئے اور

PdfStuff.blogspot.com

سپریم کورٹ نے حکم دیا کہ پاکستانی شہریوں کو پاکستان میں کسی بھی جگہ زمین کی خریداری سے نہیں روکا جا سکتا۔ تاہم ریونیو حکام نے بھاری خریداریوں پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا ہے۔ جبکہ ذرائع کے مطابق بعض ایسے لوگ، جن کے پاس وزیرستان یا اورکزئی کے شناختی کارڈ ہیں انہوں نے خوشاب میں بھی حساس تنصیبات کے قریب اراضی خرید رکھی ہے۔ سرکاری ادارے کے بعض لوگ ان تمام امور پر تفتیش کر رہے ہیں۔ ان کو خدشہ ہے کہ ملکی سلامتی سے متعلق حساس مقامات کے قریب مشکوک لوگوں کا زمین خریدنا تشویش ناک بات ہے کیونکہ جو زمین خریدی جا رہی ہے، وہ آبادی سے باہر ہے۔ بڑی سڑک سے ہٹ کر واقع اس زمین پر زرعی اراضی، پھول دار درخت یا باغات بھی نہیں ہیں۔ سکیورٹی ذرائع کو شک ہے کہ یہ تمام اراضی امریکی پیسے سے خریدی جا رہی ہے کیونکہ خریداری کرنے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ شامل ہیں، جن کی سرگرمیاں مشکوک ہیں اور یہ لوگ امریکی پروگرام فاٹا سیکرٹریٹ سپورٹ پروگرام کے ایونٹس اور اجلاسوں میں آتے جاتے ہیں۔ ان کے امریکیوں سے گہرے تعلقات ہیں۔ حقیقت کیا ہے اس کا جلد پتہ چل جائے گا۔

ڈاکٹر اے کیو خان، ہمارا ٹارگٹ تھے

ملک میں بلیک واٹر کے موجود ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بحث جاری ہے۔ حکومتی ایوان اس کی ملک میں عدم موجودگی کے موٴقف پر ڈٹنے کی کمزور کوشش کر رہا ہے، جبکہ اس کے اپنے ہی ارکان اس کی موجودگی کی تصدیق بھی کر رہے ہیں۔ حالانکہ اس کی تصدیق، امریکی وزیردفاع رابرٹ گیٹس بھی کر چکے ہیں کہ پاکستان میں بلیک واٹر اور اس کی ذیلی تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور اگر پارلیمنٹ نے اس کے خلاف قانون سازی کی تو ان کو واپس بلایا جا سکتا ہے۔ جبکہ وزیرداخلہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں بلیک واٹر کہیں موجود نہیں ہے۔ اگر موجودگی ثابت ہو جائے تو وہ مستعفی ہو جائیں گے۔

اُن کی اس بات پر ایوان میں بھی بہت بحث ہو چکی، مگر بلیک واٹر پر وزیرمملکت برائے امورِ داخلہ بھی ایوان کو تسلی بخش جواب نہیں دے سکے، صرف اتنا ہی بتا سکے کہ ”میں نے اگست 2009ء میں سیکرٹری داخلہ، کمال شاہ سے پوچھا تھا، جنہوں نے بلیک واٹر کی پاکستان میں موجودگی کی تصدیق کی تھی۔ اصل میں، بلیک واٹر کے حوالے سے حکومت نے ہمیشہ عوام کو اندھیرے میں رکھا ہے اور اس کی موجودگی کو تسلیم کرنے سے گریز کیا ہے۔ جبکہ یہ امر سب کے سامنے ہے کہ ملک میں جب بھی غیر ملکیوں کو ممنوعہ علاقہ سے گرفتار کیا گیا تو رحمٰن ملک ان کو رہا کروا دیتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی بیان دیتے ہیں کہ اگر کسی کو بلیک واٹر کی موجودگی نظر آئے تو وہ حکومت کو بتائے، ہم اس کے خلاف کارروائی کریں گے۔ پاکستانی وزیرداخلہ، امریکی وزیردفاع رابرٹ گیٹس کے بیان سے پہلے تک تو صاف انکار کر رہے تھے، مگر ان کی تصدیق کے بعد، جب پارلیمنٹ میں شور مچا تو وزیرداخلہ، پارلیمنٹ کے عقبی دروازے سے بھاگے، جس سے پاکستانی حکمران بوکھلاہٹ کا شکار نظر آ رہے

PdfStuff.blogspot.com

ہیں۔ اصل میں بلیک واٹر تنظیم بین الاقوامی طور پر سکیورٹی کمپنی کے طور پر جانی جاتی ہے، جس کا بانی 40 سالہ ''ایرک پرنس'' ہے۔ ایرک پرنس، ہمہ جہت شخصیت کا مالک ہے۔ پچھلے چند سالوں سے ایک طرف بلیک واٹر، چیف ایگزیکٹو آفیسر اور دوسری طرف نجی طور پر سی آئی اے کے آپریشنز اور دوسرے ممالک کے نجی معاملات میں مداخلت کار کے طور پر کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

مسلمان ممالک (عراق، افغانستان) میں قتل و غارت گری سے بچوں کو یتیم کرتا ہے، ساتھ ہی سی آئی اے اس کو اپنی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہارڈ ٹارگٹ کے لئے ''مسٹر فکس'' کے نام سے جانتی ہے کہ جہاں کہیں سی آئی اے کو اپنے عزائم کی تکمیل میں مشکل نظر آتی ہے، ایرک پرنس کی خدمات کو حاصل کیا جاتا ہے۔ کیونکہ فوج اور بیوروکریٹس میں اثر پذیری اس کی ہمہ جہت طاقت ور شخصیت کو نمایاں کرتی ہے۔

اپنی جاسوسی پسند طبیعت، جدید انتظامی اور ڈیفنس امور کے باعث پرنس اور اس کی بلیک واٹر کو سی آئی اے اور منسٹری آف ڈیفنس میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ 1995ء میں ایرک پرنس کے والد ایجر پرنس ہارٹ اٹیک کے باعث انتقال کر گئے۔ ایرک پرنس اس وقت امریکن نیوی میں تھا اور اپنی سروس کے دوران ہی اپنے والد کی وفات کے بعد دوستوں کے مشورہ سے ڈیفنس کی نوکری چھوڑ کر ایک ایسا ادارہ بنانے کی ٹھانی، جو کہ لوگوں کو عام فوج سے ہٹ کر ٹریننگ دے اور سی آئی اے کے خصوصی آپریشنز میں معاون ثابت ہو۔ اس کے لئے ایرک پرنس نے 1996ء میں نوکری چھوڑ کر شمالی کیرولینا میں جگہ خریدی اور ریٹائرڈ فوجیوں کو ٹریننگ دینے کے لئے ہائر کیا۔ دوسری طرف لوگوں کو سکیورٹی سروسز دینا شروع کر دیں۔

جنوری 1998ء تک ایرک پرنس کے متعلق لوگوں کا یہی خیال تھا کہ رئیس زادہ اپنے باپ کی کمائی کو برباد کرے گا۔ مگر ایرک پرنس نے اس کا جواب کچھ یوں دیا کہ ''لوگ نہیں جانتے کہ میں کیا کرنے جا رہا ہوں۔'' اور اُس نے جو کہا، وہ کر دکھایا اور پہلے ہی سال تیس ہزار جوانوں کو ٹرینڈ کر کے اپنی فورس کا حصہ بنایا۔ اس میں

ایئر شپ، بم پروف اور دیگر فوجی ٹریننگ کے ساتھ جدید اسلحے پر عبور سکھایا گیا۔ چونکہ ٹریننگ سنٹر میں ایک چھوٹا ایئرپورٹ اور جدید لڑاکا طیارے بھی رکھے گئے تھے، اس لئے جوانوں کی ٹریننگ میں کسی قسم کی کمی نہیں چھوڑی گئی

پائلٹ، پرنس کو اُس کے گھر ورجینیا سٹیٹ تک بھی لاتے، لے جاتے تھے کیونکہ پرنس کی اپنی سکیورٹی ہی اُس کی حفاظت پر مامور بھی ہوتی ہے۔ جس میں ماہر نشانہ باز، زبانوں میں ماہر اور حلیہ بدلنے والے ایکسپرٹ شامل ہیں۔ اگر پرنس افغانستان جاتا ہے تو اس کی سکیورٹی والے اپنا حلیہ بھی خالصتاً افغانوں جیسا کر لیتے ہیں اور پرنس کو بھی اسلحہ سے لیس افغانی بنا دیتے ہیں۔ ٹریننگ سنٹر کے ہینگر میں مختلف قسم کے لڑاکا طیارے، ایئر کرافٹ بیل 412 ہیلی کاپٹرز، جن کو عراق کی جنگ میں استعمال کیا گیا، بلیک ہاک ہیلی کاپٹرز کی جدید اقسام عام طور پر کھڑی نظر آتی ہیں جن کو خلیجی ممالک کے کلائنٹس کے لئے رکھا گیا ہے۔ بلیک واٹر کا سنٹرل کمپلیکس شیشے، پتھر اور کنکریٹ کے ملاپ سے جدید طرزِ تعمیر کے باعث بم پروف بنایا گیا ہے۔ عمومی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ بلیک واٹر تنظیم کو القاعدہ کے اثرات کو روکنے کے لئے تشکیل دیا گیا ہے، جس کا عملی ثبوت اکتوبر 2000ء میں سامنے آیا، جب آرمی کو یمن بھیجنے سے پہلے، پرنس کی مدد سے ان کو مزید ٹریننگ دی گئی، تاکہ وہ مقامی حملہ آوروں سے دوبدو لڑ سکیں۔ اب تک ٹریننگ سنٹر تقریباً ایک لاکھ پچیس ہزار افراد کو ٹریننگ دے کر مختلف ممالک میں اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے بھیج چکا ہے۔ 11 ستمبر کے امریکی واقعے کے بعد، پرنس کو سب کچھ سی آئی اے میں ضم کرنے کی اچھی پیش کش ہوئی، مگر پرنس نے معذرت کر کے سی آئی اے کے شانہ بشانہ لڑنے کو ترجیح دی۔

عراق میں امریکی فوجی انخلاء کے بعد بلیک واٹر کو افغان مشن دیا گیا، مگر 31 مارچ 2004ء کو پہلی دفعہ اس تنظیم کے چار افراد کو فلوجا (عراق) میں نشانہ بنایا گیا۔ عراق سے فوجی انخلا کے آخری دنوں میں اس تنظیم کو عراق میں قانونی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جس کے باعث اس کی ساکھ خراب ہوئی۔ اس کے بعد عراق میں

PdfStuff.blogspot.com

اس کی ذمہ داریوں کو تبدیل کر کے صرف امریکی فوجی عہدیداروں کی سکیورٹی تک محدود کر دیا گیا۔ چونکہ قانونی طور پر یہ اپنی حد سے تجاوز کر رہی تھی اور اس کے کارندوں پر دیگر شہروں میں بھی کئی قسم کے قتل کے الزامات تھے، جو کہ امریکی قوانین کی بھی گرفت میں آتے تھے۔ عراق میں اس تنظیم کے کارندے آئے روز کسی نہ کسی غیر قانونی کام میں ملوث ہوتے تھے۔ تنظیم کے کارکن نے شراب کے نشے میں دھت ہو کر عراقی نائب صدر کے سکیورٹی گارڈ کو پارٹی میں فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ بعد میں کیس چلا مگر مقتول کے لواحقین کو دبا کر معاملہ صاف کر دیا گیا۔ 16 ستمبر 2007ء کو بغداد میں بلیک واٹر کے اہلکاروں نے ناصر اسکوائر میں اندھا دھند فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں 17 معصوم شہریوں کی جان گئی۔ 15 ماہ کی تحقیق و تفتیش کے بعد صرف ایک گارڈ کو ذمہ دار ٹھہرایا گیا، جب کہ باقی فائرنگ کرنے والوں کو بری کر دیا گیا۔

نیویارک ٹائمز کی رپورٹ کے مطابق، بلیک واٹر نے ایک ملین ڈالر، عراقی مقتدر قوتوں کو دیئے تاکہ وہ ان کی قتل و غارت گری پر خاموش رہیں۔ ایرک پرنس نے اس بات کی نفی کی اور کہا کہ عراقی مقتدر قوتوں سے ایسا کچھ طے نہیں کیا گیا۔ ناصر اسکوائر کے واقعے کے بعد ایرک پرنس اور اُس کی بلیک واٹر کی ساکھ کافی متاثر ہوئی اور عراق میں اس کی آمدنی 40 فیصد تک کم ہوگئی۔

شمالی کیرولینا میں مختلف قسم کی عدالتی تحقیقات کی جا رہی ہیں، جن میں مختلف قسم کا اسلحہ، ایمونیشن اور کتوں کو خوراک کے ڈبوں میں عراق بھیجنے کے الزامات شامل ہیں۔ بلیک واٹر نے ان کی نفی کی ہے، مگر غیر ملکی کرپٹ کسٹمز ایجنٹس نے اس کی تصدیق کی ہے۔ اسی طرح امریکی ریاست ورجینیا میں اس کے دو سابق اہلکاروں نے حلفیہ بیان دیا ہے کہ پرنس اور بلیک واٹر نے ایسے افراد کو قتل کیا، جو کہ یو ایس گورنمنٹ کی مدد کر رہے تھے۔ بلیک واٹر نے اس کیس کو بھی بے بنیاد سکینڈل قرار دیا۔ ایک اور کیس میں بلیک واٹر کے اہلکاروں پر الزام ہے کہ ایک شادی شدہ عورت کی عزت پامال کی اور اس کے زیورات اُتروائے، جسے بلیک واٹر نے بدنام کرنے

کی سازش کا حصہ قرار دیا۔

بلیک واٹر کی بین الاقوامی سطح پر بدنامی اور میڈیا میں اس کے کارنامے آنے کے باعث پچھلے سال پرنس نے فیصلہ کیا کہ بلیک واٹر پر نیا نام لگا کر اس کی ساکھ کو بہتر بنایا جائے۔ لہٰذا اسے زی (XE) کا نام دیا گیا جو کہ XENON زی نین سے لیا گیا۔ زی نین، کچی گیس کو کہا جاتا ہے۔ پرنس کے ماتحت افسران اور سی آئی اے کے اعلیٰ افسران اس کو بلیک واٹر سے ہی یاد کرتے ہیں حالانکہ بلیک واٹر ہو یا زی، دونوں کی کارروائیاں ایسی ہیں کہ انہیں جڑ سے اُکھاڑ کر دفنا دینا چاہئے۔

وال سٹریٹ جرنل کے شمارہ جولائی 2009ء میں لکھا گیا ہے کہ 2001ء میں ایک صدارتی حکم نامے کے تحت القاعدہ قیادت کو پکڑ کر قید کرنے یا مار دینے کا حکم دیا گیا تھا، جس کے لئے بیرونی ایجنسیوں کو ساتھ ملا کر اس کارروائی میں شامل کرنے کو کہا گیا ہے۔ قانونی ماہرین کو نہ تو اس میں شامل کیا گیا اور نہ ہی اس کی تفصیل بتائی گئی۔ اس پر قانون نافذ کرنے والے اداروں نے اس پروگرام کے متعلق انہیں اندھیرے میں رکھے جانے پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔

نیو یارک ٹائمز کے 20 اگست کے شمارے میں سی آئی اے اور بلیک واٹر کے اشتراک سے جہادیوں کو قتل کرنے کی رپورٹ نے ان دونوں کے کارناموں سے مزید پردہ چاک کیا۔ واشنگٹن پوسٹ نے بھی اپنی تحقیقی رپورٹ میں لکھا ہے کہ سی آئی نے نے اپنے قتل و غارت گری کے پروگرام کی تکمیل کے لئے ایک فرم کو کرائے پر حاصل کیا ہے۔ جس پر پرنس نے کہا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایسے قومی نوعیت کے معاملات کو کیوں افشا کیا جاتا ہے۔ اگر ایسا کرنا ہے تو مجھے ایسے پروگرام سے باز رکھا جائے۔ حالانکہ بالکل اگلے ہی روز "ٹائم" نے اپنے شمارے میں القاعدہ قیادت اور طالبان کو مارنے کے لئے پاکستان اور افغانستان میں ڈرون حملوں میں بلیک واٹر کے کردار کو بڑی تفصیل سے شائع کیا، جس کے مطابق بلیک واٹر نے پانچ سو پاؤنڈ وزنی لیزر بم، بغیر پائلٹ طیاروں کے ذریعے برسائے تھے، جس کام کو پہلے سی آئی اے نے خود کیا تھا۔ پرنس اس دہشت گردی کی جنگ میں دونوں ہاتھوں سے پیسہ لٹا

PdfStuff.blogspot.com

رہا ہے۔ کیونکہ ایک طرف انسانوں کو زمین اور ہوا میں قتل کرنے کا لائسنس مل گیا ہے، دوسری طرف سی آئی اے کو اپنا اسلحہ اور بندے نہیں لگانے پڑتے۔ بلکہ بین الاقوامی سطح پر کرائے کا قاتل، سکیورٹی کے نام پر مل گیا ہے۔ امریکہ کی 62 سالہ تاریخ میں پہلا شخص ملا ہے، جس کا اثر و رسوخ نہ صرف امریکی مقتدر شخصیتوں میں ہے بلکہ سی آئی اے اور فوج میں بھی اثر پذیری ہے۔ کیونکہ سی آئی اے نے 2004ء میں پرنس کی فرم کو خفیہ طور پر کام کرنے اور اپنے شہریوں میں نفوذ پذیری سے مقاصد حاصل کرنے کے لئے کرایہ پر لیا تھا، مگر پرنس کی صلاحیتوں، پیسہ اور اپنی فوج کی خصوصی ٹریننگ نے اس کی اہمیت اور بڑھا دی اور سی آئی اے نے اس کو اپنا حصہ بنانے کی پیش کش کی، جس کو پرنس نے ٹھکرا دیا اور کہا کہ وہ ''ڈونوین DONOVAN'' کی طرح کام کرنا چاہتا ہے۔

ویلڈ بل، ڈونیوین نے ورلڈ وار II میں سی آئی اے کے ہیڈ کے طور پر دوہرا کردار ادا کیا تھا اور جدید سی آئی اے کا بانی مانا جاتا ہے۔ پرنس نے اپنے بیٹے چارلی کے نام کے ساتھ بھی ڈونوین اسی سے متاثر ہو کر لکھا ہوا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کے باعث ایرک کو سی آئی اے کے لئے اثاثہ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ پرنس خود کہتا ہے کہ وہ سی آئی اے کے لئے کام کر کے کوئی خاص کمائی نہیں کرتا، بلکہ ایسے ملکوں میں ایجنسی کے لئے کام کرتا ہے، جہاں اس کو نفوذ پذیری میں مشکل ہوتی ہے اور امریکی انتظامیہ وہاں اپنے مفادات حاصل کرنے میں دقت محسوس کرتی ہے۔ وہاں اپنی جیب سے بھی خرچ کرتا ہے۔

وال سٹریٹ جرنل کے مطابق ایرک کی جیب بہت بڑی ہے جس نے 2008 میں 600 ملین ڈالر سے زائد کے اثاثے جمع کئے۔

باب وڈورڈ نے اپنی کتاب ''بش کے جنگی کارنامے'' میں لکھا ہے کہ بلیک واٹر نے بش سے وعدہ کیا تھا کہ وہ سی آئی اے سے بھی آگے کا کام کر کے دکھائے گی جس کے بعد اس فرم کو یو ایس اے گورنمنٹ کی طرف سے تقریباً ایک بلین کے کنٹریکٹ دیئے گئے۔

پچھلے سال جولائی تک ڈرون حملوں کی نگرانی پرنس خود کرتا رہا ہے۔ افغانستان کے شمال مشرقی پاکستان سے ملحقہ بارڈرز کے بیس کیمپ سے ابھی تک اسامہ بن لادن کی تلاش میں ڈرون بمباری کی جاتی رہی ہے، جس میں معصوم شہریوں کی ہلاکت ہوئی۔

اسی تناظر میں بلیک واٹر کی سرگرمیاں بتدریج بڑھتے ہوئے، سی آئی اے کی طرح ہوگئی ہیں اور ہر طرح سے مسلح سکیورٹی کمپنی سے آگے بڑھتے ہوئے اپنے خودکش حملہ آور اور موبائل سکیورٹی تک دائرہ بڑھا دیا۔ اس میں اور سی آئی اے میں کوئی خاص فرق نہیں رہنے دیا گیا کیونکہ سی آئی اے کے رک پراڈو نے دہشت گردی ختم کرنے کے سنٹر سے ریٹائر ہو کر بلیک واٹر کو جوائن کیا۔ جس کے فوراً بعد پراڈو کے باس جے کوفر بلیک نے بھی سنٹر سے ریٹائرمنٹ کے بعد بلیک واٹر میں شمولیت اختیار کی اور ان کو وائس پریذیڈنٹ کے طور پر رکھا گیا۔ اور جے کوفر نے بھی ثابت کیا کہ وہ اس عہدے کے قابل ہیں اور بلیک واٹر کو وہ تمام معلومات دیں جو کہ ایک ایجنسی کو چلانے کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ پراڈو کی معاونت سے ایک خصوصی سکواڈ تشکیل دیا، جو کہ بلیو بیج کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے مطلوبہ اہداف میں سے ایک، ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو بھی ختم کرنا تھا۔ سی آئی اے کے خیال کے مطابق ڈاکٹر عبدالقدیر نے جوہری پروگرام کی معلومات ایران، شمالی کوریا اور لیبیا کو دیں۔ اُن کے نیٹ ورک کو دُبئی سے پکڑا ہے، مگر ابھی تک پورا نیٹ ورک نظر میں نہیں آیا، جس کے باعث واشنگٹن کے مکینوں نے ڈاکٹر عبدالقدیر کے متعلق اگلا قدم اُٹھانے سے منع کیا ہے جو کہ فائر، خودکش حملہ یا کچھ اور بھی ہوسکتا ہے۔ سی آئی اے نے اس کی تردید کی ہے۔ ابھی بھی ہماری حکومت، عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اس کے کردار کی نفی کر رہی ہے۔

پرنس، کمپنی کا اثاثہ تو پہلے ہی تھا، مگر جب سے سی آئی اے کے جوڑے کو بھرتی کیا، اس کی کارروائیوں اور پروگرامز میں مزید پختگی آ گئی اور سی آئی اے سے اس کی کوآرڈی نیشن مزید بڑھ گئی ہے۔ اب کمپنی کو کسی ملک میں کارروائی کے لئے بلیو بیج

PdfStuff.blogspot.com

سے سبز بیج (سی آئی اے) کے ساتھ اس ملک کی انٹیلی جنس بھی مددگار ہوتی ہے۔ جس کے بارے میں پرنس کا ہی کہنا ہے کہ ایسی صورتِ حال میں علاقے کے انچارج یا اپنے سفیر سے نہیں کہا کہ ہماری مدد کرے، بلکہ خود نکلتے ہیں چونکہ اُن کی کمپنی سی آئی اے کی بازو کے طور پر کام کرتی ہے، اس لئے امریکی حکومت اور انتظامیہ سے ہر دور میں اُس کے تعلقات استوار ہی رہے ہیں۔ صدر اوباما نے بھی پاک افغان سرحد پر ڈرون حملوں اور خفیہ آپریشنز کی کمپنی کو کنٹریکٹ دے کر کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ پاک افغان سرحد کے ساتھ کمپنی کو شام میں بھی لوگوں کو ڈھونڈ کر قتل کرنے کی کھلی چھٹی دی ہوئی ہے۔ شام میں اس کی معاونت وہاں کی خفیہ ایجنسیاں کر رہی ہیں اور حکومت مخالفین کو ٹھکانے لگانے کا کام جاری ہے۔ دوسری طرف القاعدہ کے ''بھوت'' کے خاتمے کے لئے یو ایس گورنمنٹ نے خصوصی فورسز پر مشتمل سکواڈ بھیجا ہے، تاکہ فوجی انخلاء سے پہلے القاعدہ کو ختم نہیں تو کم از کم اس کی قیادت یا درمیانی قیادت کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

اوباما کی انتظامیہ کے مطابق پرنس کی کمپنی سے ہاتھ اٹھا لیا گیا ہے اور مزید کارروائی روکنے کے اشارے دیئے گئے ہیں اور اب پرنس صرف امریکہ کے خفیہ مقام پر بیٹھ کر مخالف جاسوسوں کی حرکات کو اوباما انتظامیہ اور سی آئی اے تک فراہم کرتا ہے، . کہ برائی کے محور ممالک کو اپنی صلیبی جنگ میں آسانی ہو۔ جس پر پرنس نے افغانستان سے واپسی کے پروگرام پر کہا کہ اُن کی بارہ سالہ کارکردگی کو بے نقاب کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب وہ عزت سے بطور ڈیفنس کنٹریکٹر اور سکیورٹی ایجنٹ واپسی چاہتا ہے اور بقول وینٹی فیئر وہ واپس جا رہا ہے۔

(امریکی جریدے ''وینٹی فیئر'' کو دیئے گئے، بلیک واٹر کے بانی ایرک پرنس کے انٹرویوز سے اقتباسات)

(ختم شد)